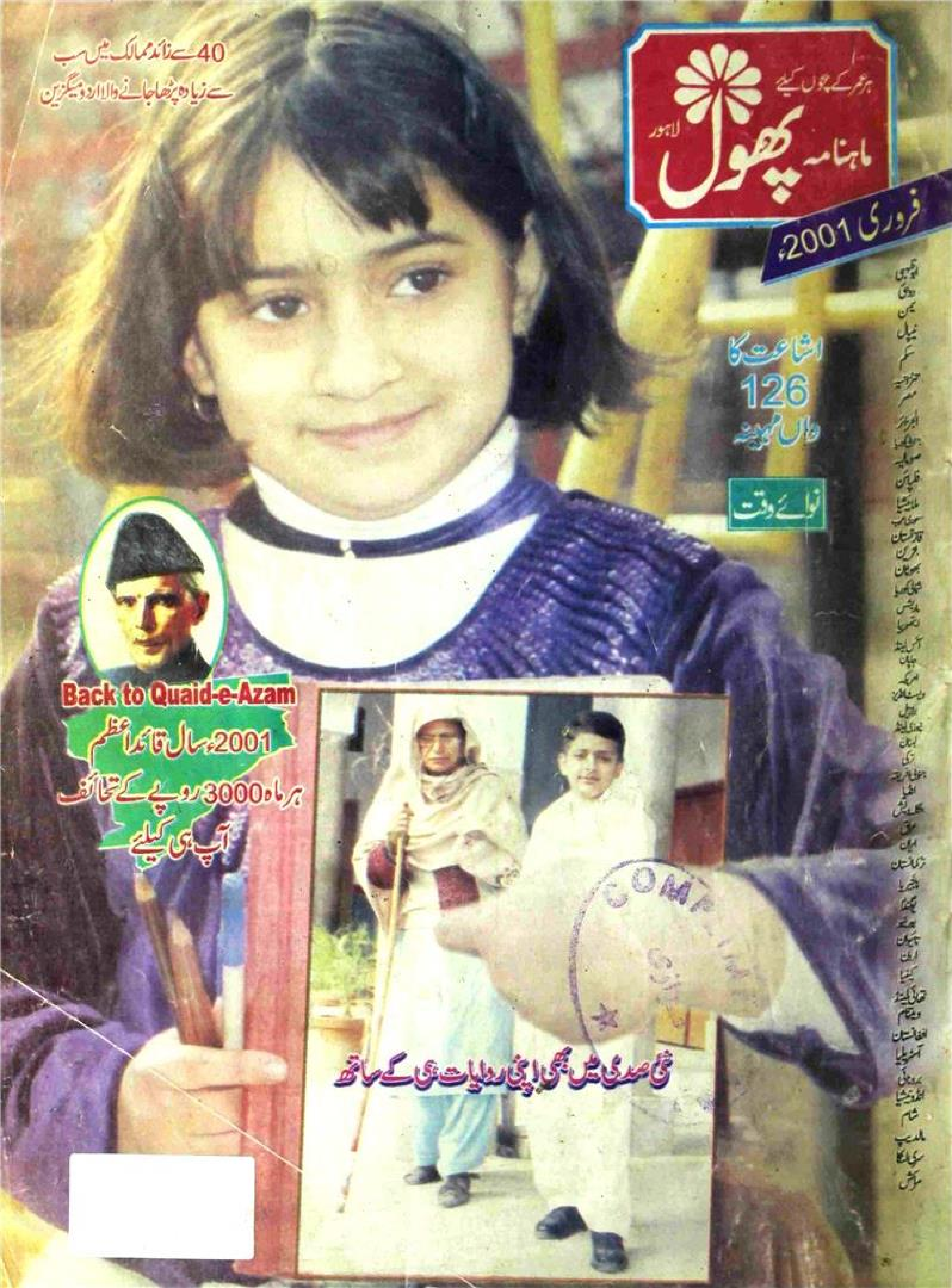

40 سے زائد ممالک میں سب
سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو میگزین
ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور
فروری 2001ء
اشاعت کا
126
واں مہینہ
نوائے وقت
Back to Quaid-e-Azam
2001ء سال قائداعظم
ہر ماہ 3000 روپے کے تحائف
آپ ہی کیلئے
نئی صدی میں بھی اپنی روایات ہی کے ساتھ

میرا نام .... ہے
اور یہ میرا پیارا پھول ہے
اسے پڑھنے سے پہلے مجھے ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ
نماز کی ادائیگی میں دیر نہ ہو رہی ہو۔
آج کا ہوم ورک مکمل ہو گیا ہو۔
ابو امی نے جو کام کہے تھے وہ کر لیے ہوں

چیف ایڈیٹر... مجید نظامی

ایڈیٹر... اختر عباس

فروری 2001ء

ماہنامہ پھول لاہور

ہر عمر کے بچوں کیلئے

پھول کی ادا سب سے جدا

سب ایڈیٹر... منظر وحید

ڈیزائنر... عامر شکیل عامر

السٹریٹر... عمیر صفدر

انچارج پھول کلب... محمد اعظم یاد

لے آؤٹ... شعیب قادر

انچارج پھول سٹڈی ڈیسک... شاذ بٹ

انچارج کہانی گھر... ماریہ مجید

انچارج پھول ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ آمنہ علم

پھول رنگ

(Stories)

باگڑی — صدف بتول
عید کا چاند — عثمان میر رانجھا
کوشش — مدیحہ انور
کاش کچھ لکھ سکوں — سائرہ نذیر
سمندری آگ — محمد ریاست
مجھے اب پتہ چلا ہے — رابعہ ارم شاہ
مرید پور کا پیر — پطرس بخاری
بارگٹ — محمد عادل منہا...
شان شہید شمسی — ڈاکٹر اعجاز...
دوا اور دعا — انتخاب...
لوہ کا اژدھا — سید اکبر...
ماسٹر کا سامان — حصہ...
پھٹا ہوا دودھ

Exclusive)

انٹرویو بیگم ڈاکٹر عاطف بشیر
کیرئیر کونسلنگ
ذکر کچھ ماؤں کا
بات اس طرح نہیں بنے گی
5 میچ 5 ایڈیٹر
کوکنگ کمپیٹیشن

کرنیں
اداریہ
پھول فورم
سلجھ بتائیے
نو پرابلم
ہپی برتھ ڈے
Yes it,s me
سائنس کی دنیا
ٹیلیفونک کالم
نگری
پھول بزم احتجاج
پھول اخبار
وہ کیا بات
الحدیث

ماہنامہ پھول 4-شاہراہ فاطمہ جناح لاہور فون
6367551-54 فیکس 6367616
پاکستان اور آزاد کشمیر کے تمام تعلیمی اداروں کیلئے
منظور شدہ
مجید نظامی پرنٹر پبلشر نے ندائے ملت پریس
سے چھپوا کر دفتر روزنامہ نوائے وقت لاہور سے
شائع کیا
پاکستان میں بذریعہ ڈاک بدل اشتراک ماہنامہ
پھول 300 روپے سالانہ 150 روپے ششماہی

http//www.phool.com.pk
phool@ nawaiwaqt.com.pk

کرنیں

انتخاب ماریہ مجید

القرآن

نہیں، میں قسم کھاتا ہوں روز محشر کی اور نہیں، میں قسم کھاتا ہوں ندامت کرنے والے نفس کی! کیا انسان نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کر پاویں گے! ہاں، ہم جمع کریں گے اس طرح کہ کے پور پور کو ٹھیک کر دیں گے۔ بلکہ انسان اپنے (ضمیر کے) آگے شرارت کرنا چاہتا ہے۔ پوچھتا ہے قیامت کب ہو گی۔ (1-6)

پس جب نگاہیں خیرہ ہو جائیں گی اور سورج گہنا جائے گا اور سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے تو اس وقت انسان کہے گا کہ کہاں بھاگوں! ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہیں! اس دن تیرے رب ہی کی طرف ٹھکانا ہوگا۔ اس دن انسان کو بتایا جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا ...چھوڑا۔ بلکہ انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے کتنے ہی بہانے پیش کرے۔ (7-15)

(قرآن) کو جلدی سیکھ لینے کے لئے
...ھنے پر اپنی زبان کو جلدی نہ چلاؤ۔
...ہے اس کو پڑھنا اور اس کو سنانا تو
...کو سنا چکیں تو اس سنانے کی
...پھر ہمارے ہی ذمہ ہے اس کی
(16-19...

...لکہ تم لوگ اس دنیا ہی سے
...ور آخرت کو نظرانداز کیے
...رے اس دن تروتازہ ہوں
... رحمت کی توقع کرتے
... اس دن اداس ہوں گے،
...گے کہ ان پر کمر توڑ
... والی ہے۔ (20-25)
...ہنسلی میں آ پھنسے گی
... کون ہے جھاڑ پھونک
... کرے گا کہ بس
...پنڈلی سے پنڈلی لپٹ
... طرف جانا ہو گا۔

...ور نہ نماز پڑھی
...ہوا اپنے لوگوں
...وس ہے، پھر
(3...
... یونہی چھوڑ

کارساز

خدا بلاشبہ سب سے بڑا کارساز ہے مگر وہ اس شخص کا کارساز بنتا ہے جو اس کو اپنا کارساز بنائے۔ جو اس پر اعتماد قائم کرتے ہوئے اپنا آپ اس کے حوالے کر دے۔ کوئی بندہ اللہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرکے کہہ اٹھے کہ خدایا! انا عند ظن عبدی بی کے مطابق، میں نے تیرے ساتھ یہ گمان قائم کیا ہے کہ تو میری فکر کرے گا جبکہ میں بے فکر ہو جاؤں۔ تو مجھے یاد رکھے گا جب کہ میں اپنے آپ کو بھول جاؤں۔ تو مجھے سنبھالے گا جبکہ میں پھسلنے لگوں۔ تو میری کار سازی کرے گا جبکہ میں غفلت میں پڑ جاؤں۔ تو میرے لئے جاگے گا جبکہ میں سو جاؤں تو مجھے بخش دے گا جبکہ میں غلطی اور کوتاہی کروں۔

جب کوئی بندہ اس طرح خدا کو اپنا رب بنا لے تو خدا بھی اسی طرح اس کو اپنا بندہ بنا لیتا ہے جیسا کہ اس نے اپنے رب کے ساتھ گمان کیا تھا۔ خدا کی دنیا میں جو آدمی اس طرح کی روحانی خوراک حاصل کرے وہ اپنے آپ کو خدا کے عین قریب محسوس کرنے لگتا ہے۔ وہ دیکھے بغیر خدا کو دیکھنے لگتا ہے۔ وہ پائے بغیر خدا کو پا لیتا ہے۔

(عظمت اسلام: از مولانا وحیدالدین)

ایک بچی کے "اللہ جی" کے نام خطوط

خدا کوئی چھوٹا سا سٹیشن نہیں ایک بڑا جنکشن ہے جس پر کئی راستوں سے پہنچا جا سکتا ہے۔ ایک راستہ تعقل کا ہے، دلیل کا ہے، ایک راستہ عشق کا ہے، دیوانگی کا ہے ایک راستہ جاننے کے بعد ماننے کا ہے۔ ایک ماننے کا ہے جس میں جاننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ ایک رہا احساس اور جذبے کا بھی ہے جس کے لئے بچوں کی سی معصومیت اور بے ساختگی کا ٹکٹ پاس ہونا ضروری ہے (ماخوذ از تلاش)

پیارے اللہ جی!

پچھلے بہت سارے دنوں سے میں ایک بات سوچ رہی ہوں کہ آپ لوگوں کو بتاتے ہو پھر مرنے دیتے ہو اور پھر نئے انسان بناتے ہو۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ پرانے لوگوں کو ہی رہنے دیں۔ نہ وہ مریں گے نہ آپ کو نئے بنانے پڑیں گے!! جلد جواب دینا میں انتظار کروں گی۔

پیارے اللہ جانی!

ایک بات تو بتاؤ یہ ملکوں کے اردگرد لائنیں کون کھینچتا ہے اور کیوں کھینچتا ہے۔

میرے اللہ جانی!

اس مرتبہ ساری چھٹیوں کے دوران بارش ہوتی رہی۔ ابو جی کو اتنا غصہ آیا کہ انہوں نے آپ کے متعلق کچھ ایسی باتیں کہیں جو انہیں نہیں کہنا چاہئیں تھیں۔ مگر مجھے امید ہے کہ آپ پھر بھی انہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

پیارے اللہ جی!

میں سوچتی ہوں آپ کے لئے کتنا مشکل ہوتا ہو گا ساری دنیا کے لوگوں سے محبت کرنا۔ میرے گھر میں تو صرف پانچ لوگ ہیں اور میں ان سے محبت نہیں کر سکتی

میرے اللہ جانی!

مجھے یقین ہے آپ سے بہتر خدا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں آج کل کمپیوٹر سیکھ رہی ہوں اور میرا خیال ہے یہ آپ کی بہترین ایجاد ہے اور مجھے ڈرائنگ میں کبھی اورنج رنگ سے پرپل رنگ بنانا نہیں آیا۔ پرسوں میں نے دیکھا سورج غروب کرتے وقت آپ نے جو رنگ بنایا تھا وہ بہت پیارا تھا

پیارے اللہ جی!

ایک فرمائش ہے!! میں بڑے ہو کر بالکل اپنے ابو کی طرح بننا چاہتی ہوں بس آپ مجھے ان کی طرح گنجا نہ کر دیجئے گا۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بہت سال ہوئے میں پشاور گیا تو باڑے سے ایک Termoventilatore خریدا۔ اس کے خوب صورت اور مضبوط ڈبے پر ایک پیاری سی تتلی بیٹھی تھی۔ بے شک خرید کی وجہ سے وہ تتلی نہیں تھی مگر اچھے رنگ ہوں یا اچھی عادتیں آنکھوں کو بھلے لگنے والے وجود ہوں یا خوب صورت تصویریں ہمارے انتخاب اور یادوں میں اپنا حصہ تو ضرور ڈالتے ہیں۔ 220 وولٹ کا یہ Termoventilatore مربع شکل ایک چھوٹے سے ڈبے میں سالوں بند پڑا رہا۔ اس سال جب سردی نے لیٹ نکالتے ہوئے خوب دھند پھیلائی تو یہ ڈبے سے باہر آ گیا۔ میرے سنگل کم بیڈ روم میں ایک کونے پہ دھرا یہ شام سے رات گئے اور صبح سے دن چڑھے تک چلتا اور اپنی گرم ہوا سے کمرے کے ماحول کو خوشگوار اور "نگھا" کر دیتا ہے۔ دھند ہو یا دھندلے کمرے اور دھندلے خیالات کے لوگ یہ زندگی میں خوشی کی بجائے ایک نامانوس سی گھٹن اور پریشانی کا باعث ہی بنتے ہیں اور من کو بھاتے بھی نہیں ہیں مگر کیا کریں اکثر ہماری زندگیوں میں گھسے رہتے ہیں۔ ایسی ہی ایک صبح جب دھند کے باعث ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اور مجھے ایک مہمان کو لینے گھر سے باہر جانا تھا یہ سوچ کر کہ خوب گرم پانی سے نہانا شاید سردی کی شدت کا پوری طرح مقابلہ نہ کر سکے۔ Termoventilatore کو اٹھا کر باتھ روم میں رکھا۔ اس کی گرم ہوا نے لمحوں میں ماحول کو قابل قدر گرمی کے خوشگوار احساس سے بھر دیا۔ گرم ہوا سیدھی جسم پر پڑ رہی تھی اور بہت اچھا لگ رہا تھا۔ جونہی گرم پانی نے جسم کو چھوا۔ وہی گرم ہوا جانے کیوں ٹھنڈی ہو کر سوئیوں کی طرح چبھنے لگی۔ سردی سے ہر سطح پر مقابلہ کرنے کا خیال ادھورا رہ گیا اور میں نے ایک اچھے Practical آدمی کی طرح گرم ہوا کے ٹھنڈے ہونے کی وجوہات پر غور کرنے اور پھر ٹھنڈے بیمار پڑنے کی بجائے اٹھ کر اسے بند کر دیا اور زیادہ سکون سے نہانے لگا۔

یہ ایک چھوٹی سی غلطی تھی یا قدرت کے اصولوں کو نہ سمجھنے کوتاہی' میری خواہش پسند اور ضرورت کے باوجود اس کا نتیجہ میری مرضی کے مطابق نہ تھا۔ اس پر اصرار کرنے اور ڈٹے رہنے کی بجائے اسے چھوٹی سی ناکامی مان کر اپنے خیال سے رجوع کر لینے کا فائدہ ہو گیا۔ ایک ناکامی سے ایک سبق آ گیا۔ سوچتا ہوں دن میں ایک غلطی ایک کوتاہی سے ایک سبق بھی سیکھا ہو تو سال میں 365 سبق تو سیکھے جا سکتے ہیں۔ اتنی بڑی Investment کس قدر قیمتی سرمایہ بن سکتا ہے۔ سیانے سچ کہتے ہیں غلطی سے ڈرنا نہیں چاہئے ہاں اس پہ اڑنا بھی نہیں چاہئے۔ اسے دہرانا نہیں چاہئے۔ غلطی نہیں ہوگی تو سیکھو گے کیسے۔ نہیں سیکھو گے تو غلطیاں ہوتی رہیں گی۔ ناکامیاں جمع ہوتی جائیں گی۔ خامیاں بڑھتی جائیں گی جو دلوں کو اطمینان سے اور رشتوں کو محبت سے محروم کر دیتی ہیں۔

میں یہ جملے کہہ رہا ہوں اور میرا Termoventilatore نیم گرم ہوا دیئے جا رہا ہے اس موسم میں اس کو یہی زیبا ہے۔ سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈی ہوا اس کے پروگرام کا حصہ ہے۔ آپ کا دل چاہے تو پورے بدن پر ہوا دے گا اور نہیں چاہے گا تو صرف پاؤں کو ہوا لے گی۔ اپنے کام میں کوتاہی نہیں کرتا۔ اپنے اصولوں کے خلاف نہیں چلتا۔ اصولوں کے خلاف کوئی فرد چلے یا نسل اس سے وہ بدل نہیں جاتے۔ ان کے اثرات بھی وہی رہتے ہیں اور نقصانات بھی۔ افتخار علی کو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔ چوراما کے سنٹر میں سالوں سے ان کا کپڑے کا کاروبار ہے۔ بہت لوگ شوق سے ان کے ہاں جاتے تھے۔ آہستہ آہستہ بات نکلنی شروع ہو گئی کہ وہ کپڑا کم دیتے ہیں۔ ان سے کسی نے بات کی بھی تو مسکرا کے ٹال جاتے۔ میں اپنے اصول کا پکا ہوں آپ مطمئن رہیں۔

ایک روز بہت پیچھے چلائے' اپنی بچی کے لئے زیور بنوا کر لائے تھے وہاں بھی کوئی اصول کا پکا مل گیا اس نے بھی یہی کہا مطمئن رہیئے۔ دل میں کھٹک تھی اس لئے بیٹے کو بھیج کر زیور کسی اور سے چیک کروا لئے۔ وزن کم اور کھوٹ زیادہ نکلا۔ اتفاق جانیے کہ ایک پرانے گاہک وہاں سے گزر رہے تھے۔ شور سن کر اور پریشان دیکھ کر رک گئے۔ صورت حال جانی تو بولے "افتخار صاحب آپ کپڑا جہاں سے لاتے ہو وہاں ایک فٹ کے کتنے انچ ہیں" وہ بولے "12 اور کتنے"...... "اور دیتے ہوئے آپ دس انچ دیتے ہیں۔" کیونکہ یہ آپ کا دل کہتا ہے اور آپ کا ہاتھ کرتا ہے۔ یہ آپ کا اصول آپ کا سچ تو ہو سکتا ہے سب کا نہیں ایسا ہوتا تو آپ اس وقت سکون سے کم وزن زیور کو گھر بھجوا چکے ہوتے"۔ ایسا ہونے لگے کہ ہر آدمی کا وہ سچ اور اصول جس میں اس کا فائدہ سچ مان لیا جائے تو سارے باٹ ماپنے کے پیمانے' اخلاق کے ضابطے اور معاشرے کے قانون بدلنے ہوں گے۔ عالمگیر سچائیوں کا تعلق ایک فرد کی مرضی اور پسند سے نہیں مانے گئے۔ حقائق اور تسلیم شدہ ضابطوں سے ہوتا ہے' انہی کو ماننا اور انہی پر چلنا' عزت کا بھی باعث ہوتا ہے اور سہولت کا بھی۔ سرخ اشارے پر رکنا پڑے گا اسے آپ اپنی مرضی سے سبز سمجھ کر گزر گئے تو کیا ضروری ہے کہ اگلے سبز اشارے پر پولیس والا آپ کو اس لئے پکڑے کہ اس کا دل سبز کو سرخ سمجھنے کو کر رہا تھا۔ افتخار صاحب اپنی گانٹھ کے پورے ہیں بولے "یہ آپ کہاں کی بات کہاں ملائے دیتے ہو...... زیور سنار نے کم تولا ہے اس میں میری کیا غلطی؟"...... انہیں کوئی کیسے سمجھاتا کہ احمق وہ ہوتا ہے جس کی غلطی لوگ بتائیں اور عقل مند وہ جو اپنی غلطی کا خود احساس کرے۔

افتخار علی اور ان جیسے بہت سے لوگ ایسی بات کو پسند کرنا تو دور کی بات سننا بھی پسند نہیں کرتے۔ ایک روز ان کے بیٹے نے انہیں کہہ دیا تھا کہ ابا جی وہ گناہ تو آسانی سے معاف ہو جاتا ہے جس میں کوئی گواہ نہ ہو مگر ہمارے معاملے میں تو ہر آنے والا گواہ ہو گا۔ افتخار علی نے بیٹے کی بات کو گستاخی سمجھا اور دکان سے نکال دیا۔

وہ اس سلوک پر بالکل دکھی نہ تھا۔ اس کی باتیں سنیں تو یوں لگا جیسے وہ اور اس کے والد ہاتھ اور دستانے ہوں ساتھ ساتھ رہتے رہے مگر مزاج اور شناخت الگ تھی۔ کہنے لگا "مجھے کسی نے سمجھایا تھا کہ جھوٹے کو سچی بات نہ بولنا اور سچے کے سامنے جھوٹ نہ بولنا۔ بات اچھی تھی مگر کیا کرتا اس سے بھی ایک اچھی بات میری راہنما تھی۔ سورۃ آل عمران کی آیت 31 "اے رسول! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی خدا سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ خدا تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ وہ بہت معاف کرنے والا اور بہت زیادہ مہربان ہے۔" میں کیسے چپ رہتا اور غلطی کو ہوتے رہنے دیتا دشمن تو وہ ہے جو تم سے تمہاری خوبیاں بیان کرے اور لوگوں سے خامیاں...... میں نے تو ابا کو صحیح بات ہی بتائی تھی...... انہی کے فائدے کے لئے کہ جیسا آپ کرتے ہو نہ اللہ کو پسند ہے نہ اس کے رسول کو اور نہ اس کے بندوں کو...... تو آپ کس کے لئے کرتے ہو......

اسے اپنے والد سے بڑی محبت تھی کیونکہ بنیادی طور پر وہ محبت کی دنیا کا فرد تھا اور اس کے ابا دنیا سے محبت میں جتلا...... مزاجوں میں زمین آسمان کا فرق انہیں کیسے اکٹھے جینے دے گا۔ شاید ہر رابطے' رشتے اور تعلق کی ایک متعین عمر ہوتی ہے۔ اس پر بھی جوانی اور بڑھاپا آتا ہے۔ مزاج ترجیح اور پسند مختلف ہو تو سارے رشتے' تعلق اور محبتیں طبعی عمر سے پہلے اپنی عمر پوری کر لیتے ہیں...... ممکن ہے کچھ رشتے بھی Termoventilatore کی طرح ہوں کہ جب گرم ہوا کی ضرورت اور طلب ہو تو وہ مزاج اور عادت کے پانی سے ٹکرا کر ٹھنڈی ہو جائے اور سرد موسم میں ٹھنڈا کر دے۔ افتخار علی کے بیٹے کا کہنا ہے کہ سب ابوؤں کو اچھا ہونا چاہئے مگر کیا کریں کئی بار شیشوں پر غلط عینک بھی تو لگ جاتے ہیں کیا انہیں اتارنے اور بدلنے کی کوئی کوشش بھی نہ کرے۔

اختر عباس۔۔ آپ کے ایڈیٹر بھیا ۔۔ یکم فروری ۔۔ 2001

باگڑی

صدف بتول

کافی دیر جھولوں کے پاس کھڑی رہنے کے باوجود باری نہیں آ رہی تھی۔ تب ایمن نے مجھے بلایا اور اپنا جھولا دے دیا۔ پارک میں معمول کے خلاف رش تھا، ویک اینڈ کی وجہ سے۔ ہم لوگ شام کو دیر سے آئے تھے اسلئے مجھے انتظار کرنا پڑا تھا۔ ایمن تھوڑے سے فاصلے پر جا کر اپنی امی اور بہن بھائیوں کے پاس بیٹھ گئی۔ جب جھولا اوپر جاتا تو وہ ہاتھ ہلاتی جب نیچے آ جاتا تو منہ چڑاتی۔ میں حیران تھی کہ یہ باگڑ بلی ہے کون؟ میں اسے پہچانتی نہیں تھی مگر اس نے مجھ جھولا دیا تھا۔ اب دور بیٹھی مذاق کر رہی تھی۔ میں یہ سوچ کر نیچے اتر آئی کہ جانے سے پہلے اس سے تعارف ہو جائے۔ میں نے قریب جا کر کہا ''ہیلو'' جسٹس آف کریڈل کورٹ!'' اور ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس نے بھی ہاتھ ملا لیا اور بولی ''ہائے! سویٹ کلائنٹ! مزہ رہا؟'' ''ہاں بہت۔ باگڑی سپیشل شو پیارا لگا'' پھر ہم ہنسنے لگیں۔

ایمن اور میری دوستی ایسے ہی ہوئی تھی پارک میں۔ وہ لوگ ہمارے گھر سے تیسری لین میں رہائش پذیر تھے۔ وہ ہشتم میں تھی اور میں میٹرک کر رہی تھی۔ دونوں کے سکول علیحدہ تھے لیکن کچھ عرصے سے ہی ہماری بہت اچھی دوستی ہو گئی تھی۔ ہم دونوں کو ڈونلڈ ڈک اور کیپٹن پلینٹ پسند تھے۔ وہ مجھے چاکلیٹ دیتی، میں اسے چیونگم دیتی۔ میں نے ایمن کو سائیکل چلانا سکھائی، اس نے اپنی سٹڈی سے مجھے کچھ میگزینز دیئے۔ ہاں، مجھے الجبراء پسند تھا مگر اسے سیٹ۔

شروع شروع کی بات ہے۔ ایک مرتبہ سب بہن بھائی ہوم ورک سے فارغ ہوئے تو ریڈی گو کھیلنے کا پروگرام بنا۔ می نے مجھے کہا کہ میٹرک میں بچوں کو زیادہ محنت کرنی چاہئے، تم سٹڈیز پر توجہ دو۔ میں نے ان سے وعدہ کیا اور کچھ دیر گیم کیلئے اجازت لے لی۔

اب زور و شور سے کھیل جاری تھا۔ ایمن اور میں ایک ہی ٹیم میں تھے۔ کھیلتے ہوئے وہ بھاگتی جا رہی تھی کہ زور سے نیچے گری۔ پھر ٹخنے پر ہاتھ رکھ کر سسکیاں لینے لی۔ میں نے اس کا ہاتھ اٹھاتے ہوئے چوٹ کا معائنہ کرنا چاہا تو وہ چلائی ''ہائے اللہ ...... ہاتھ نہ لگانا، درد ہو رہا ہے''۔ اس کے پاپا کلینک لے گئے تو ڈاکٹر انکل کو مسلسل کہتی رہی میں ٹھیک ہوں۔ جب وہ چیک اپ کرتے تو کہتی ہائے اللہ۔ خیر، اس کی بینڈیج کروا کر ہم واپس آ گئے۔ اس کے بعد مجھے پتہ چلا کہ ''ہائے اللہ'' ایسا لفظ ہے جو اس کی گفتگو میں سب سے زیادہ پایا جاتا ہے۔ جیسے کھیوڑہ کی کان میں نمک یا اس کے چھوٹے بھائی کی نوٹ بک میں ویری گڈ۔ یہی لفظ اس کا تکیہ کلام تھا۔ ایمن ''ہائے اللہ'' کے تکیے پر سر رکھ کر کلام کرتی تھی۔

ایمن کو مزے کی سپاٹ ملتی یا ٹیچر سے شاباش، وہ مٹھیاں بھینچ بھینچ کر خوش ہوتی پھر

ہائے اللہ' شکر کا لفظ استعمال ہوتا رہتا۔ پہلے پہل میں نے اسے نرمی سے منع کیا کہ اس لفظ کی تکرار سے باز آ جاؤ۔ مگر اس نے سنجیدگی سے نہ لیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ میں اس کی عادت کو انجوائے کرنے لگی۔ ایک روز وہ اپنے کمرے میں دیوار سے ٹیک لگائے مجھ سے باتیں کر رہی تھی۔ مجھے مذاق سوجھا اور میں نے چلا کر کہا ''باگڑی تمہارے سر پر چھپکلی'' جواباً وہ چیخی ''ہائے اللہ'' اور اٹھ کر باہر بھاگی۔ باہر نکلتے ہی اس کا سامنا اپنی کلاس فیلو سے ہوا جو اس سے ملنے آئی تھی۔ ایمن اسے دیکھتے ہی پریشان ہو گئی۔ جب میری ہنسی اس کے کانوں تک پہنچی تو وہ شرمندہ ہونے لگی۔ بعد میں اسے تنگ کرتے ہوئے میں نے کہا کہ اس عادت کو ترک نہیں کرو گی تو یونہی شرمندگی اٹھاؤ گی گندی بچی۔ یہ سن کر وہ سنجیدہ ہو گئی۔

''میں نے ایک شعر لکھا ہے اور ابھی تمہیں سنانا ہے'' ایمن ٹیسٹ کیلئے پڑھ رہی تھی اور میرا موڈ اسے تنگ کرنے کا تھا۔ وہ منتیں کرنے والے سٹائل میں بولی ''تھوڑی دیر بعد سنا دینا۔ مجھے یاد کر لینے دو' پلیز۔ میری بہنی نہیں؟'' میں نے انکار میں سر ہلا دیا ''بالکل نہیں۔ ابھی نہیں تو کبھی نہیں۔ آر یو ریڈی؟'' اس نے ہتھیار پھینکتے ہوئے ''ارشاد'' کہہ دیا۔ تو میں نے یوں عرض کیا

''لفظوں کی فیکٹری میں پروڈکشن کا گلہ کر ...... پھر خواب میں' نیند میں بھی ہائے اللہ کہا کر'' شعر سنتے ہی اس نے گھبرا کر سر جھکا لیا۔ اسے یوں شرمندہ کر کے میں قطعی پریشان نہیں ہوئی۔ ایمن میرے ہاتھوں ٹریپ ہوئی۔ مگر وہ اتنی بے بس تھی کہ خود کو ہائے اللہ کہنے سے روک نہیں پا رہی تھی جبکہ میں اپنی دانست میں اسے سیدھی راہ دکھا رہی تھی۔ چھٹیاں ہوئیں تو ہم ڈیڑھ ماہ کیلئے شہر سے باہر چلے گئے۔ واپسی پر میں ایمن کے ہاں گئی تو کچھ کچن میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے گرمجوشی کا مظاہرہ کیا ''ہائے اللہ ...... تم کتنے عرصے بعد ملی ہو'' میری دبی دبی ہنسی' قہقہے میں بدلنے لگی تو وہ مجھے بتانے لگی۔ ''کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ آنٹی کے ساتھ ان کی بیٹی بھی ہے۔ میں اسے مینگی دے آؤں۔'' ''میں بھی آ جاؤں؟'' میرے سوال پر وہ بولی ''نہیں۔ تم کافی پھینٹ دو' میں ابھی آتی ہوں۔'' اس کے نکلتے ہی میں کھی کھی کرنے لگی۔ دراصل ایمن خوفزدہ تھی کہ کسی اور کے سامنے اس کے منہ سے وہی لفظ نکل گیا تو میں اس کا مذاق بناؤں گی۔

پتہ ہے اتنا لمبا عرصہ گزر گیا مگر وہ باز نہ آئی۔ میں اپنی سنیارٹی کا فائدہ اٹھا کر اسے طعنے بھی دیتی کہ جو انسان خود کو کسی قول یا فعل سے روک نہیں پاتا کیا دوسروں کیلئے قابل تقلید بن سکتا ہے۔ لیکن ساری کوششیں بے سود ہو گئیں۔ اس دن میں سکول سے واپس آئی تو ممی نے بتایا کہ آج مجھے ایمن کے گھر دو گھنٹے رہنا ہو گا کیونکہ سب گھر والے فنکشن میں جا رہے تھے جبکہ اس نے گھر رہ کر پیپرز کی تیاری کرنی تھی اوراس کی مدد کرنے کا قرعہ میرے نام نکلا تھا۔ میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے گھر چلی گئی۔

وہاں تقریباً آدھا گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ میں بور ہونے لگی۔ اس سے زبردستی کتابیں رکھوائیں اور کچن میں جا کر دونوں نے پچوری بنائی اور بخوشی کھائی۔ اس کے بعد میں نے ایک آئیڈیا پیش کیا کہ اسے ہائے اللہ فیم بننے سے بچنا چاہئے اور میں اس کی مکمل رہنمائی کیلئے تیار ہوں۔ ایمن مان گئی۔ میری تجویز تھی کہ دونوں فون پر بات کرتی ہیں۔ یوں ڈانٹنے اور طنز کرنے میں آسانی تھی۔ وہ ایکسٹینشن لے کر اوپر سٹور میں چلی گئی۔ ظاہر ہے میری ہنسی سے بچاؤ کے سامان کر رہی تھی۔ پھر ہم لوگ بات چیت میں مصروف ہو گئیں۔ میں اسے دلائل دینے لگی ''دیکھو باگڑی! تکیہ کلام کا بھی معیار ہونا چاہئے' یہ معیار ہماری پہچان ہوتا ہے ...... یوں بولتے ہوئے تم خاصی عجیب لگتی ہو ...... تمہیں اللہ کو یاد کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں آتا؟ ...... میں بھی فیڈاپ ہو گئی ہوں۔ ایسا نہ ہو ......'' اچانک دوسری جانب سے نہایت زوردار آواز بلند ہوئی ''ہائے اللہ'' اور ریسیور پٹخا گیا۔ آواز میں اس قدر پریشانی تھی کہ میں گھبرا کر بھاگم بھاگ سٹور کی طرف لپکی۔ ایکدم سے دروازہ کھولا۔ ایمن سوٹ کیسوں اور پرانی اشیاء کے اوپر چڑھی روشندان میں سے کچھ اٹھا رہی تھی۔ وہ مڑی اور میرے چہرے پر پھیلے شدید غصے اور آنکھوں میں آئی گھوریوں کو نظرانداز کرتے ہوئے' سوٹ کیس پر کھڑے ہوئے بولی ''چڑیا نے اتنے مہینوں سے یہاں گھونسلہ بنایا ہوا تھا۔ میں روز آ کر دیکھتی تھی۔ اف یہ گھونسلہ نیچے بکھرا ہوا تھا۔ شکر ہے چڑیا کا بچہ بچ گیا ہے۔'' وہ چڑیا کے بچے کو ہاتھ میں لئے پیار کر رہی تھی۔ ''دیکھو اگر میں ان کی حفاظت نہ کرتی' ان کیلئے روزانہ دانہ اور پانی' نہ رکھتی تو اللہ پاک ناراض ہو جاتے اور کیا سوچتے میں اتنی سی مہمان نواز بھی نہیں ہوں۔'' میں سر اٹھا کر اسے دیکھتی رہی کہ وہ بلند جگہ پر کھڑی تھی۔ ڈانٹ اور طنز اس کے تکیہ کلام کے معیار کے مقابلے میں شکست کھا گئے۔ اسی اثناء میں ساری دلیلوں کو پچھاڑتی ایک آواز گونجی جو ایمن کی نہیں' یقیناً میری اپنی تھی۔ ''ہائے اللہ ...... تم کتنی اچھی اور کس قدر پیاری ہو باگڑی!!!''

آ کر استعمال کریں

ایک دفعہ مشہور امریکی مزاح نگار مارک ٹوئن نے اپنے ایک امیر دوست کے کتب خانے سے ایک کتاب منگوائی۔ ان کے دوست نے جواب میں لکھا ''میری کوئی کتاب کتب خانے کے باہر نہیں جا سکتی۔ ہاں آپ کتب خانے میں آ کر جتنا چاہیں اسے استعمال کر سکتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد اسی دوست نے باغ کی زمین ہموار کرنے کیلئے مارک ٹوئن سے رولر منگوایا۔ مارک ٹوئن نے اس دوست کا جواب حرف بہ حرف نقل کر دیا۔ ''ہمارے باغ سے رولر باہر نہیں جا سکتا' ہاں آپ ہمارے باغ میں آ کر جتنا چاہیں' اسے استعمال کر سکتے ہیں۔''

(فوزیہ جاوید - بڑھنگ آزاد کشمیر)

عید کا چاند

ایک بھانجے کا ماجرا ۔۔۔وہ اپنے ماموں کو نیچا دکھانے چلا تھا

عثمان میر رانجھا ......فیصل آباد

یہ عید سے کچھ دن پہلے کا واقعہ ہے ہوا کچھ یوں کہ ہم سب گھر والے اپنے ماموں کے گھر ان سے ملنے آئے ہوئے تھے ہم سب ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ اچانک میری نظر بھائی جان اطہر پر پڑی وہ کچھ پریشان نظر آ رہے تھے میں ان کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا بات ہے تو وہ بولے کہ بات تو کچھ نہیں بس میری کرسی...... یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ کرسی کو کیا ہوا؟ وہ بولے ہوا تو کچھ نہیں بس یہ کرسی مجھے چھوڑ نہیں رہی میں نے کہا یہ کیا بات ہوئی کرسی نے بھی بھی کسی کو پکڑا ہے میں یہاں تک ہی کہہ سکا تھا کہ ماموں بولے اطہر بیٹا ذرا ادھر آنا ادھر اطہر بھائی کی حالت عجیب ہو گئی وہ کبھی ماموں کو دیکھتے کبھی کرسی کو اتنی دیر میں ماموں نے پھر کہا کہ بیٹا میری بات تو سنو چاروناچار اطہر بھائی کو اٹھنا پڑا اور یہ دیکھ کر سب کی ہنسی نکل گئی کہ ان کی کرسی بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ گئی۔ تب میری سمجھ میں یہ بات آئی کہ بھائی کی کرسی پر کسی نے گلیو لگا دیا تھا اس لئے وہ پریشان تھے آخرکار ان کی قمیض کا پچھلا دامن قربان کرنا پڑا تب انہیں کرسی سے نجات ملی۔ کچھ دیر بعد ہم سب جانے کیلئے تیار ہو گئے جب گاڑی میں بیٹھے تو اچانک ابو کو یاد آیا کہ ان کا چشمہ تو وہیں ڈرائنگ روم میں رہ گیا انہوں نے مجھ سے کہا کہ نوید بیٹا ذرا ڈرائنگ روم سے میرا چشمہ لے آؤ میں جب ڈرائنگ روم کے دروازے کے پاس پہنچا تو مجھے ماموں کی آواز سنائی دی وہ ہنس ہنس کر کہہ رہے تھے کہ ان میں سے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ حرکت میری ہے میں ساری صورت حال سمجھ گیا اور ڈرائنگ روم میں سے چشمہ لیکر واپس آ گیا۔ میں نے ان پر یہ بات ظاہر نہ ہونے دی کہ میں نے ان کی باتیں سن لی ہیں۔

چاند رات کو ماموں اپنی فیملی کے ساتھ ہمارے گھر آ گئے میں نے بھی ماموں کے ساتھ شرارت کا پورا انتظام کر لیا تھا۔ سلام دعا کے بعد میں ماموں کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا جب وہ کرسی پر بیٹھنے لگے تو میں نے نہایت پھرتی سے ان کی کرسی پر دو انڈے رکھ دیئے انڈوں سے نکلنے والا سارا مواد ماموں کے کپڑوں پر لگ گیا۔

"یہ کیا حرکت ہے" ابو نے مجھے ڈانٹا "تمہیں شرم نہیں آتی بڑوں کے ساتھ مذاق کرتے ہوئے" میں نے جواب دیا ابو جی بقول ماموں کے اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں...... واہ بھئی مزہ آ گیا ماموں بولے۔ خوب بدلہ لیا مگر یاد رکھنا میں بھی تمہارا ماموں ہوں۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی کچھ دیر بعد میری بہنیں اور ماموں کی بیٹیاں ضد کرنے لگیں کہ چوڑیاں پہننے جانا ہے۔

ماموں مجھ سے بولے بھئی نوید لڑکیاں ضد کر رہی ہیں لے کیوں نہیں جاتے انہیں وہ ماموں میں بولا۔ وہ دراصل میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔

ماموں بولے بس اتنی سی بات یہ لو پیسے اور لے جاؤ انہیں بازار اور دلا دو چوڑیاں میں نے بغیر دیکھے ماموں کے ہاتھ سے نوٹ اچک لیا اور بہنوں سے بولا آؤ تم بھی کیا یاد کرو گی کس سخی سے پالا پڑا تھا۔

خیر ہم لوگ بازار میں گئے میری بہنیں اور کزنز چوڑیاں خریدنے لگیں اور میں ٹہلنے لگا کافی دیر ہو گئی مگر

وہ بٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں اتنی دیر میں ماموں آ گئے وہ میرے ساتھ باتیں کرنے لگے اسی دوران وہ سب چوڑیاں لیکر فارغ ہو گئیں تو ماموں بولے نوید میں لڑکیوں کو لیکر چلا جاتا ہوں تم پیسے ادا کر کے آ جانا یہ کہہ کر ماموں بہنوں اور میری کزنز کے ساتھ چلے گئے میں دکاندار کے پاس گیا اور جیب میں سے ماموں کا دیا ہوا پانچ سو کا نوٹ نکال کر دکاندار کو دیا دکاندار نے پہلے مجھے دیکھا پھر نوٹ کو اور پھر مجھے دیکھا جیسے وہ یہ فیصلہ نہ کر پا رہا ہو کہ نوٹ کونسا ہے اور آدمی کونسا آخر مجھ سے بولا کہ بھائی کیوں مذاق کرتے ہو میں بولا اس میں مذاق کی کیا بات ہے اپنی رقم کاٹو اور بقایا مجھے دو وہ بولا بھائی بقایا تو تب دوں جب یہ نوٹ اصلی ہو میں حیران ہو کر بولا تمہارا مطلب ہے کہ یہ نوٹ اصلی نہیں ہے یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے ہاتھ سے نوٹ جھپٹ لیا اور جب اس کو دیکھا تو میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اس پر لکھا ''عید کا چاند مبارک ہو'' میرا منہ چڑا رہا تھا ایک لمحے کو تو میری سٹی گم ہو گئی میں بوکھلا کر بولا۔ بھائی یہ نوٹ غلطی سے آ گیا آپ مجھے صرف پانچ منٹ دیں میں گھر سے آپ کو پیسے لا دیتا ہوں مگر اس نے مجھے وہاں سے ہلنے نہیں دیا اور فوراً آوازیں لگا دیں اور رشید' گامو' مولا بخش' فوراً ہی تین چار مسٹنڈے الہ دین کے جن کی طرح حاضر ہوئے دکاندار ان سے بولا اس لڑکے کو لے جاؤ اور اس کا بھی وہی حال کرو جو کل والے لڑکے کا کیا تھا وہ تینوں مجھ کو اٹھا کر ایک حجام کے پاس لے گئے اور حجام نے اپنا کام شروع کر دیا ان تینوں نے مجھے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا جب میرے آدھے بالوں کا صفایا ہو گیا تب حجام نے بس کی اور میرے دو مہینوں کی محنت سے پالے ہوئے بال پانچ منٹ میں کٹ کر گر گئے اور میں رومال سے اپنے سر کو چھپائے ایک اور واقف کار حجام کے پاس گیا پہلے تو اس نے میرا مذاق اڑایا پھر اس نے میرے بقایا آدھے بالوں کا بھی صفایا کیا۔ رومال سے اپنی ٹنڈ چھپا کر گھر پہنچا تو ماموں لوگ جا چکے تھے ابو نے پہلے تو مجھے ڈانٹا کہ اتنی دیر کیوں کی پھر جب میں نے انہیں صورت حال سمجھائی تو ان کی بھی ہنسی نکل گئی۔

مجھے تو اگلے دن کی فکر کھائے جا رہی تھی کہ صبح کیا سر لیکر باہر جاؤں گا خیر وہ رات تو جیسے تیسے کٹ گئی اگلے دن جب ہم نماز پڑھنے کیلئے گئے تو ٹوپی پہن کر ٹنڈ چھپا لی جب بعد میں یاروں دوستوں سے عید ملے تو ٹنڈ چھپا سکے بعض نے سر پر ٹھونگے لگا کر اپنی عید کا مزہ بھی دوبالا کیا ایک دوست بولا یار یہ عید کے دن ٹنڈ کرانے کا کوئی نیا فیشن نکلا ہے کیا؟ خیر جب گھر پہنچے تو ماموں استقبال کیلئے موجود تھے مجھے دیکھتے ہی انہوں نے کہا اوہو تو یہ عید کا چاند کالے بادلوں سے نکل ہی آیا اور میں ان کے اس طنز پر اپنا سا منہ لیکر رہ گیا ظاہر ہے انہوں نے عید کا چاند میری چمکتی دمکتی ٹنڈ کو کہا تھا میری حالت دیکھ کر ابو بولے کیوں برخوردار اب کرو گے اپنے ماموں سے مذاق؟

میری توبہ میں بولا۔ میرے باپ کی بھی...... یہاں تک کہہ کر میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لئے ابو امی سے بولے کیوں بھئی دیکھ رہی ہو اپنے لاڈلے کو اس حالت میں بھی چین نہیں انہیں۔

چارپائی اور کلچر

(اردو مزاح کی آبرو مشتاق احمد یوسفی کی کتاب ''چراغ تلے'' کے مضمون ''چارپائی اور کلچر'' سے اقتباس)

آسیہ ذکا علوی..........فیصل آباد

عربی میں اونٹ کے اتنے نام ہیں کہ دور اندیش مولوی اپنے ہونہار شاگردوں کو پاس ہونے کا یہ گر بتاتے ہیں کہ اگر کسی مشکل یا کذب لفظ کے معنی معلوم نہ ہوں تو سمجھ لو کہ اس سے اونٹ مراد ہے۔ اسی طرح یہاں سے اردو میں چارپائی کی جتنی قسمیں ہیں اس کی مثال اور کسی ترقی یافتہ زبان میں شاید ہی مل سکے۔ کھاٹ' کھٹا' کھٹیا' کھٹولہ' اڑن کھٹولہ' کھٹولی' کھٹ' چھپر کھٹ' کھرا' کھری' جھلگا' پلنگ' پلنگڑی' ماچ' ماچی' ماچا' چارپائی' نواری' مسہری' منجی۔

یہ نامکمل سی فہرست صرف اردو کی وسعت ہی نہیں بلکہ چارپائی کی ہمہ گیری پر دال ہے اور ہمارے تمدن میں اس کا مقام و مرتبہ متعین کرتی ہے۔ لیکن چارپائی کی سب سے خطرناک قسم وہ ہے جس کے بچے کھچے اور ٹوٹے ادھڑے بانوں میں اللہ کے برگزیدہ بندے محض اپنی قوت ایمان کے زور سے اٹکے رہتے ہیں۔ اس قسم کے جھلنگے کو بچے بطور جھولا اور بڑے بوڑھے آلہ تزکیہ نفس کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ اونچے گھرانوں میں اب ایسی چارپائیوں کو غریب رشتے داروں کی طرح کونوں کھدروں میں آڑے وقت کے لئے چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ خود مجھے مرزا عبدالودود بیگ کے ہاں ایک رات ایسی ہی چارپائی پر گزارنے کا اتفاق ہوا جس پر لیٹتے ہی اچھا بھلا آدمی نون غنہ (ں) بن جاتا ہے۔

اس میں داخل ہو کر میں ابھی اپنے اعمال کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ یکا یک اندھیرا ہو گیا جس کی وجہ غالباً یہ ہو گی کہ ایک دوسرا ملازم اوپر ایک دری اور بچھا گیا۔ اس خوف سے کہ دوسری منزل پر کوئی اور سواری نہ آ جائے' میں نے سر سے دری پھینک کر اٹھنے کی کوشش کی تو گھٹنے بڑھ کر پیشانی کی بلائیں لینے لگے۔ کھڑبڑ سن کر مرزا خود آئے اور چیخ کر پوچھنے لگے کہ بھائی آپ ہیں کہاں؟ میں نے مختصراً اپنے محل وقوع سے آگاہ کیا تو انہوں نے ہاتھ پکڑ کر مجھے کھینچا۔ انہیں کافی زور لگانا پڑا اس لئے کہ میرا سر اور پاؤں بانوں میں بری طرح الجھے ہوئے تھے اور بان سر سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئے۔ بمشکل تمام انہوں نے مجھے کھڑا کیا۔ اور میرے ساتھ ہی' بلکہ مجھ سے کچھ پہلے' چارپائی بھی کھڑی ہو گئی!

کہنے لگے ''کیا بات ہے؟ آپ کچھ بے قرار سے ہیں۔ معدے کا فعل درست نہیں معلوم ہوتا''۔ میرے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ دوڑ کر اپنا تیار کردہ چورن لے آئے اور اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں ڈالا۔ پھنکی منہ میں بھر کر شکریہ کے دو چار لفظ ہی کہنے پایا ہوں گا کہ معاً نظر ان کے مظلوم منہ پر پڑ گئی۔ جو حیرت سے کھلا ہوا تھا۔ میں بہت نادم ہوا لیکن قبل اس کے کہ کچھ اور کہوں انہوں نے اپنا ہاتھ میرے منہ پر رکھ دیا۔ پھر مجھے آرام کرنے کی تلقین کر کے منہ دھونے چلے گئے۔

میں یہ چارپائی اوڑھے لیٹا تھا کہ ان کی منجھلی بچی آ نکلی۔ تتلا کر پوچھنے لگی: ''چچا جان! کڑوں کیوں بیٹھے ہیں؟'' بعد ازاں سب بچے مل کر اندھا بھینسا کھیلنے لگے۔ بالآخر ان کی امی کو مداخلت کرنا پڑی۔ ''کم بختو! اب تو چپ ہو جاؤ! کیا گھر کو بھی سکول سمجھ رکھا ہے؟''

☆☆☆☆☆

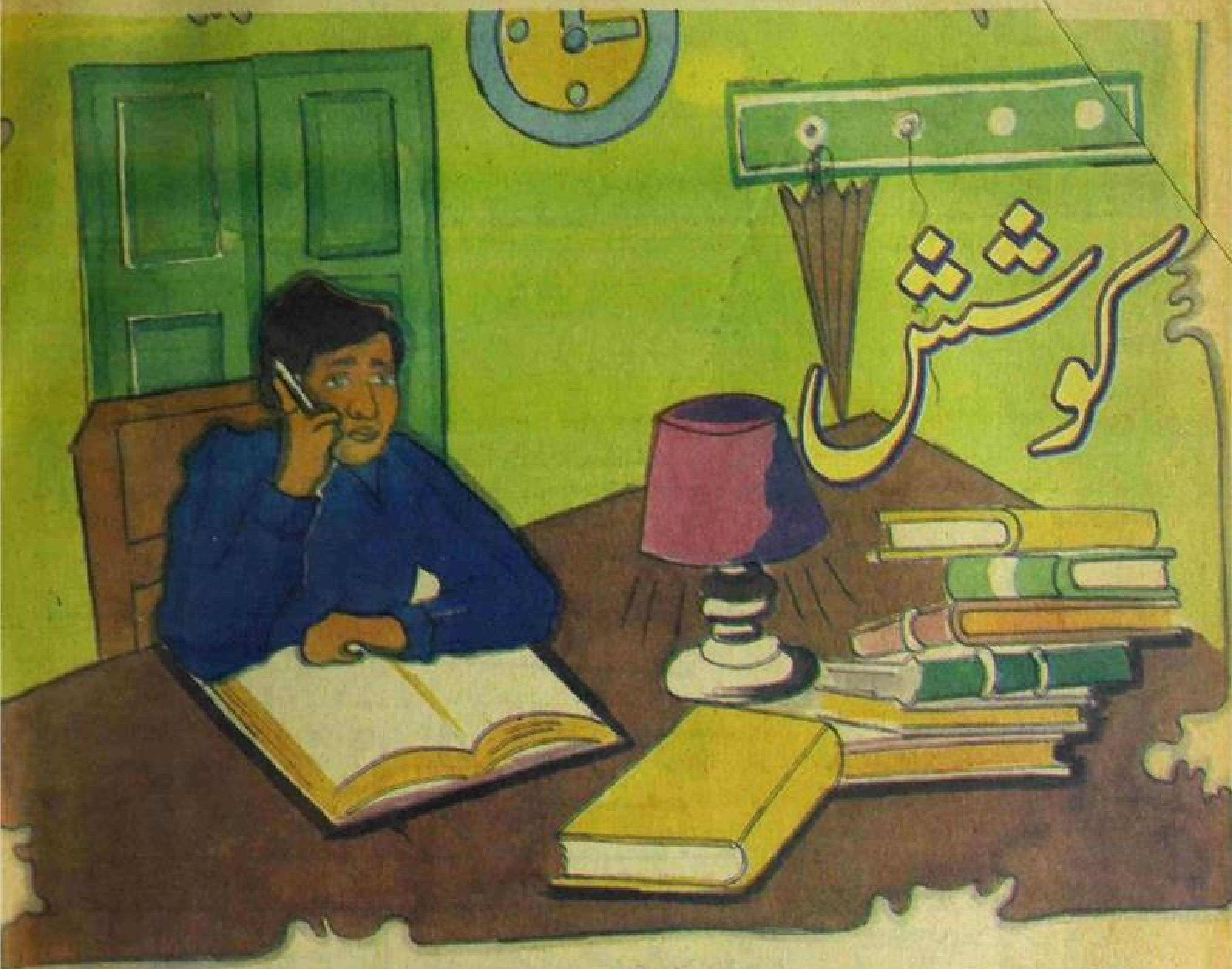

کوشش

مدیحہ انور جدہ

ہمدردی میری سرشت میں ہے۔ لوگوں کے مسائل سننا اور انہیں حل کرنا مجھے بچپن سے ہی پسند تھا۔ شاید اسی لئے میں ماہر نفسیات بن گیا۔ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ بگڑے ہوئے حالات سنواروں۔ میرے والد کہا کرتے تھے کہ اچھائی اجالے کی طرح ہے۔ آپ اچھائی کا دیا جلانے کی کوشش کریں تو اسکی روشنی ضرور پھیلے گی۔ میں نے بھی آج سے تقریباً بیس برس قبل ایک بجھتے ہوئے دیئے کو پھر سے روشن کرنے کی سعی کی تھی اور آج اتنے سالوں بعد مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہوا ہے۔

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں صبح نو بجے سے شام چار بجے تک اپنا کلینک چلاتا تھا۔ اسکے علاوہ ایک مقبول اخبار میں ''نفسیاتی الجھنیں'' کے نام سے ہفتہ وار کالم لکھتا تھا۔ جس میں زیادہ تر گھریلو مسائل بھیجے جاتے تھے۔ وہی ہمارے معاشرے کے ہر گھر میں بکھری کہانیاں کہیں ساس بہو سے نالاں ہے تو کہیں بیوی شوہر سے ناخوش ہے کہیں نند بھاوج کا جھگڑا ہے تو کہیں نوجوان لڑکے لڑکیوں کے مسائل ہیں۔ یوں لگتا تھا کہ گویا دنیا الجھنوں سے بھری پڑی ہے۔ یا شاید میں ہی کچھ زیادہ محسوس کرتا تھا کہ مجھے بہت سے لوگوں کے مسائل سن کر انہیں حوصلے' صبر اور مشورے سے نوازنا پڑتا تھا۔ بہرحال یہ میرے پیشے کا تقاضا تھا! اس دن کلینک سے واپسی پر بیگم نے بتایا کہ اخبار کی ڈاک کا ڈھیر میز پر دھرا ہے۔ میں نے شام کی چائے پی کر میز کا رخ کیا اور ڈاک میں گم ہو گیا کیونکہ مجھے اگلے دن وہ کالم اخبار کے دفتر میں دینا تھا۔ خط کھولے تو وہی پرانے مسائل اور وہی پرانے جوابات اور تسلیاں۔ مگر ایک خط پڑھ کر میں حیران رہ گیا جو نہ تو کسی ناراض بیوی کا تھا اور نہ ہی کسی ڈکٹیٹر ساس کا بلکہ وہ تو ایک چھوٹے سے معصوم سے لڑکے کا تھا۔ میں نے وہ خط اپنی دراز میں رکھ دیا اور کالم مکمل کیا۔ اس کام میں مجھے تقریباً ساڑھے تین گھنٹے لگ گئے۔ بیگم نے کھانے کیلئے بلایا تو وقت گزرنے کا احساس ہوا۔ میں نے کاغذات سمیٹے اور کھانے کیلئے چلا آیا۔ مگر نہ جانے کیوں اس بچے کی تحریر میرے ذہن سے چپٹ گئی تھی۔ جلدی جلدی کھانا کھا کر میں واپس میز پر آ بیٹھا۔ ایک دفعہ پھر وہ خط پڑھا۔ جو راولپنڈی سے بھیجا گیا تھا۔

''محترم معروف نقوی صاحب' میں نہم جماعت کا طالب علم ہوں۔ عام لوگوں کی طرح آپکا کالم شوق سے نہیں پڑھتا۔ اسکے باوجود آپکو خط لکھنے پر مجبور ہوں۔ اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ میں واقعی ایک سنگین مسئلے کا شکار ہوں۔

میرے ابو مجھ سے بالکل پیار نہیں کرتے۔ ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں۔ بتایئے میں کیا کروں؟؟ آپکے مشورے کا طالب۔ زوہیب خان'' کاغذ کے نیچے کونے پر اس لڑکے کا پتہ لکھا تھا اور تاکید کی گئی تھی کہ اس خط کا جواب اخبار کی بجائے گھر کے پتے پر ہی دیا جائے۔ مجھے اس کی صاف گوئی نے متاثر کیا۔ اس ان دیکھے بچے پر مجھے بیک وقت پیار اور ترس آ رہا تھا۔ میں نے کاغذ قلم سنبھالا ''پیارے بیٹے زوہیب' تمہارا خط ملا۔ تمہارا

مسئلہ کچھ زیادہ الجھا ہوا نہیں ہے۔ ذرا سی کوشش سے حالات کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ چونکہ تمہارا خط مختصر تھا۔ اس لئے بات واضح نہیں ہوسکی۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنے اگلے خط میں تمام بات تفصیلاً لکھو گے۔ تمہارا خیر اندیش۔ معروف نقوی۔ اگلے دن کلینک جاتے ہوئے میں نے خط پوسٹ کر دیا۔ زندگی کے اپنے اتنے بکھیڑے ہیں کہ انسان ہر بات کو جلد فراموش کر دیتا ہے۔ میں بھی اس بات کو تقریباً بھول چکا تھا۔ جب اچانک دو ماہ بعد اسکا مکتوب ملا۔ "محترم معروف صاحب' آپکا خط مجھے ڈیڑھ ماہ قبل ملا تھا۔ جواب میں تاخیر کا سبب میرے فائنل ایگزامز تھے۔ اب میں دہم میں آ گیا ہوں"۔

میرے ابو کسی زمانے میں مجھ سے پیار کیا کرتے تھے۔ جب میں چھوٹا سا تھا۔ اب تو مجھے یوں لگتا ہے کہ انکی ساری محبت نفرت کا روپ دھار چکی ہے۔ حالانکہ میں اپنی والدین کی اکلوتی اولاد ہوں اور ہر گھر میں اکلوتے بچے کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا جاتا ہے۔ میری زندگی میرے کلاس فیلوز کی نسبت بہت مختلف ہے۔ شام کو گھر سے باہر نکلنے پر پابندی ہے۔ میرے سارے دوست کرکٹ کھیلتے ہیں' پکنک مناتے ہیں۔ جبکہ میرا تمام وقت کسی لڑکی کی طرح گھر میں گزرتا ہے۔ میرے ابو مجھے ہر وقت کتابوں میں غرق دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہاں یہ بات واضح کرتا چلوں کہ میں کلاس کے درمیانے درجے کے طالب علموں میں شمار کیا جاتا ہوں۔ حالانکہ شہر کے بہترین سکول میں پڑھتا ہوں۔ اسکے علاوہ شام کو ٹیوٹر بھی آتا ہے۔ میرے ابو بھی مجھے اس بات کا بخوبی احساس دلاتے رہتے ہیں کہ مجھ پر بہت پیسے خرچ کئے جا رہے ہیں۔ مگر معروف انکل میں اپنے ابو کو یہ بات کیسے سمجھاؤں کہ اولاد والدین سے صرف پیسے کی طلب گار نہیں ہوتی۔ مجھے ادب سے خاصا شغف ہے۔ میں شاعری پڑھنا چاہتا ہوں۔ مگر میرے ابو کا خیال ہے کہ میری بک شیلف صرف فزکس اور کیمسٹری کی کتابوں سے سجی ہونی چاہئے۔

فون پر زیادہ دیر کسی سے بات کروں تو بھی ڈانٹتے ہیں۔ میں اس گھٹن زدہ ماحول سے بالکل عاجز آ چکا ہوں۔ آپ ہی بتایئے اس ماحول میں کون پڑھ سکتا ہے؟ کم از کم میں تو نہیں پڑھ پاتا۔ اب تو میرا دل چاہتا ہے کہ گھر سے ہی بھاگ جاؤں۔ کروں تو کیا کروں؟ آپکے جواب کا منتظر۔ زوہیب خان۔ یہ اسکا پہلا تفصیلی خط تھا۔ بچے کی عزت نفس مجروح ہو چکی تھی۔ اور وہ باغی ہو رہا تھا۔ مجھے کچھ نہیں آ رہا تھا کہ اسے کس طرح تسلی دوں؟

"پیارے بیٹے سب سے پہلے تو دہم میں آنے پر مبارکباد قبول کرو' بعض اوقات ہم بہت سی باتیں سمجھتے ہیں غلطی کر دیتے ہیں اور بعد میں صرف پچھتاوے ہمارا مقدر بنتے ہیں۔ ذرا سوچو یہ بھی تو تمہارے ابو کے پیار کا ایک انداز ہے کہ وہ تمہیں اچھی تعلیم دلا کر معاشرے کا ایک اہم فرد بنانا چاہتے ہیں۔ مگر تم اسے دوسری نگاہ سے دیکھتے ہو۔ یاد رکھو زندگی میں سب سے انمول' خالص اور بے غرض پیار صرف والدین سے ہی ملتا ہے۔ آج تم گھر چھوڑنے کی باتیں کرتے ہو۔ مگر کہاں جاؤ گے؟ کوئی سگا رشتہ دار بھی تمہیں ماہ دو ماہ سے زیادہ برداشت نہیں کرے گا کہ یہی اصول دنیا ہے۔ اللہ کا شکر کرو کہ تمہیں ایک مضبوط سائبان میسر ہے۔ ذرا ان یتیم بچوں پر بھی نگاہ ڈالو جنکی زندگی فٹ پاتھ سے شروع ہو کر کسی یتیم خانے پر ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھنے کو تو دنیا میں کوئی بھی نہیں۔ محبت سب کے دلوں میں ہوتی ہے۔ بعض اوقات اس پر گرد کی تہیں جم جاتی ہیں۔ بس اسکو صاف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم بھی اس گرد کو صاف کرنے کا تہیہ کر لو۔ پڑھائی میں جی لگاؤ۔ اس معاشرے میں ان پڑھ لوگوں کی کوئی قدر نہیں۔ تم خوش نصیب ہو کہ پڑھنے کا موقع ملا ہے۔ ورنہ بہت سے بچے پڑھنے کو ترستے رہتے ہیں مگر کتابوں اور فیس کیلئے پیسے نہ ہونے کے سبب انہیں مجبوراً اپنی خواہش کا گلا دبانا پڑتا ہے۔

حالات بدلنے کیلئے تمہیں خود کو بدلنا ہوگا۔ تبدیلیاں فوراً نہیں آتیں۔ بلکہ اسکے کیلئے تو صبر اور ہمت سے کام لینا پڑتا ہے۔ اپنی سوچ کو مثبت رکھو اور پڑھائی پر توجہ دو۔ کچھ ہی عرصے میں تم اپنے والد کے رویئے میں تبدیلی نوٹ کرو گے۔ تمہاری کامیابی کیلئے دعا گو تمہارا دوست اور انکل معروف نقوی۔

اس کے بعد بھی ہم دونوں خط و کتابت کے ذریعے رابطے میں رہے۔ ایک دفعہ جب وہ لاہور آیا تو اس نے بطور خاص مجھ سے ملاقات کی۔ چوڑی پیشانی اور گہری سبز آنکھوں والا وہ لڑکا مجھے پہلے سے بھی زیادہ اچھا لگا۔ اسکے چہرے پر بلا کی معصومیت تھی اور وہ فطرتاً بھی معصوم اور نیک تھا۔ اسکی باتوں سے ذہانت جھلک رہی تھی۔ اس دن ہم نے بہت سے موضوعات پر گفتگو کی مثلاً شاعری' ادب' سیاست' حالات حاضرہ' کھیل وغیرہ وہ نشست یقیناً یادگار رہے۔ زوہیب خان پڑھائی میں دلچسپی لینے لگا تھا جسکا ثبوت اسکے رزلٹ کارڈز کی فوٹو کاپیاں تھیں جو وہ مجھے بھیجنا نہیں بھولتا تھا۔ اس دن تو وہ بہت خوش تھا جب پہلی دفعہ اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ کرکٹ میچ کھیلا تھا۔ اسکے والد کا رویہ تھوڑا نرم ہوا تھا۔

ایف ایس سی کے بعد وہ مزید پڑھائی کیلئے امریکہ چلا گیا۔ آہستہ آہستہ اسکے خطوط میں کمی آنے لگی اور پھر یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ میں جب بھی اپنی ڈاک چھانٹی کرتا تو اسکے خط پڑھ کر مجھے بے اختیار ہی اسکی یاد آ جاتی جس سے میرا کوئی رشتہ نہیں تھا۔ سوائے انسانیت کے۔ پھر بھی وہ بچہ میرے دل کے بہت قریب تھا۔ اور بلاشبہ مجھے میری اولاد کی طرح ہی عزیز تھا۔ آج جبکہ بالوں میں چاندی اتر چکی ہے اور میں بڑھاپے کی دہلیز پر کھڑا ہوں۔ مجھے اسکا خط ملا ہے اور میں بہت خوش ہوں۔ اس نے لکھا ہے "پیارے انکل' السلام علیکم' امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے آپکو وہ باغی اور سرکش لڑکا تو یاد ہوگا جو کبھی گھر سے بھاگ جانے کی باتیں کیا کرتا تھا۔ جسکی زندگی میں صرف مایوسی کا ہی لفظ رہ گیا تھا۔ پھر ایک مبہم سی امید پر اس نے ایک خط لکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس خط کا جواب آئے گا اور اسکی زندگی کے ایک نئے دور کی ابتدا ہوگی۔ اس مہربان شخص نے اسے زندگی کا مطلب سمجھایا' اسے جینے کا قرینہ سکھایا اور اسکی منتشر سوچوں کو لگام دی۔ آج وہ لڑکا سوچتا ہے کہ اگر صحیح وقت پر صحیح رہنمائی نہ ملتی تو وہ یقیناً زندگی کے اس گھنے جنگل میں بھٹک چکا ہوتا۔ مگر اس مہربان شخص کی بدولت آج وہ لڑکا ایک کامیاب انسان ہے۔ الیکٹریکل انجینئر ہے اور اپنے شعبے میں مہارت رکھتا ہے۔ اس لڑکے کو اپنے والدین سے بہت شکوے' شکایات اور گلے تھے۔ مگر آج وہ فخر سے کہتا ہے کہ وہ اور اسکے بچے دوستی' اعتماد اور پیار کے مضبوط رشتے میں بندھے ہیں اور وہ لڑکا خوشیوں سے بھرپور زندگی گزار رہا ہے کیونکہ وہ دوسروں میں خوشی بانٹنے کا ہنر سیکھ چکا ہے۔

آج اتنے سالوں بعد وہ لڑکا پھر اس مہربان شخص سے مخاطب ہے اور اسکی عظمت کو سلام کرنے ۔۔۔۔۔۔ تمہارا اسکا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے کہ اس شخص نے ایک زندگی کو تباہ ہونے سے بچا لیا۔ ایک بار پھر بہت شکریہ۔ آپکا ۔۔۔۔۔۔ زوہیب خان"۔

کمرہ

دیہاتی پہلی بار شہر آیا تو بیرے سے ہوٹل میں بحث کرنے لگا "میں نے تمہیں صاف کہہ دیا ہے کہ میں اس کمرے میں نہیں رہوں گا۔ نہ چارپائی نہ بستر اور پھر اتنا چھوٹا کمرہ کہ بمشکل انسان کھڑا ہی ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے مجھے جانور سمجھ رکھا ہے۔ اس کبوترخانے میں صرف ایک سٹول پڑا ہے' وہاں کوئی آدمی رہ سکتا ہے تم یہ سمجھتے ہو کہ میں پہلی بار گاؤں سے شہر آیا ہوں اسلئے مجھے الو بنا رہے ہو؟" بیرا جھنجھلا کر بولا "ارے چل کر دیکھو تو سہی وہ تمہارا کمرہ نہیں لفٹ ہے۔" (راؤ ساجد کلیم - پانولی محلہ ماتلی)

ظلم

بہن میرا خاوند تو بہت ظالم ہے۔ ذرا سی بات پر بگڑ جاتا ہے۔ کل میں نے پہلی بار کھانا پکایا شاید نمک زیادہ تھا اسلئے کتے کو ڈال دیا۔ واقعی ظلم ہے۔ ایک بے زبان کے ساتھ اتنا ظلم نہیں کرنا چاہئے۔

(اسماء اکرام الحق - سرگودھا)

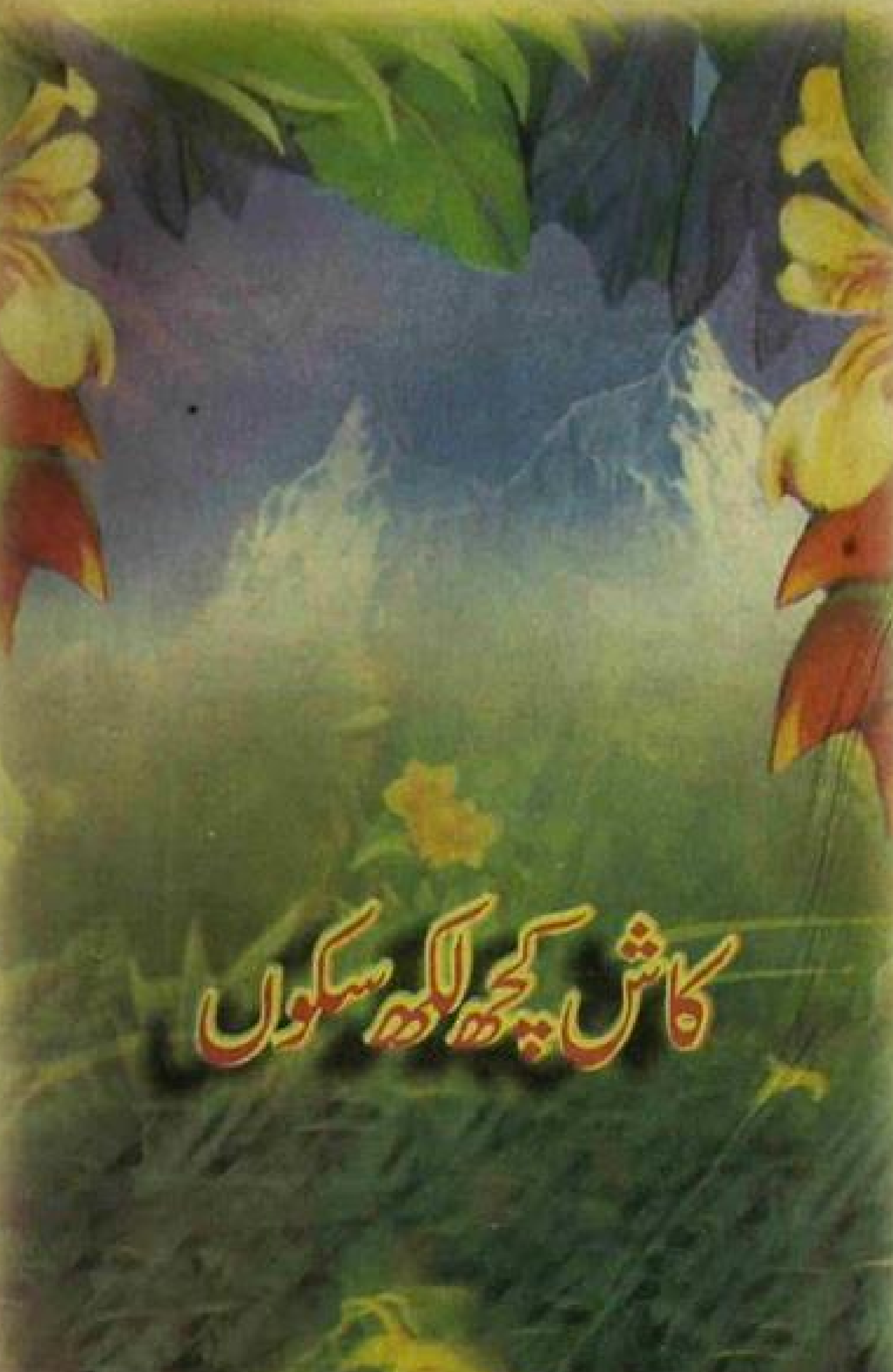

اپنے رب کے لئے اپنے شماروں میں رکھے خیال اور سوچیں جو محبت سے بھری ہیں

سائرہ نذیر ..... جڑانوالہ

کاش میں کچھ لکھ سکوں لیکن جو کچھ میں لکھنا چاہتی ہوں وہ میں لکھ نہیں پا رہی۔ کاش میرے جذبات کو الفاظ کی زباں مل جائے لیکن شائد فی الحال ایسا بھی نہیں ہوگا۔ میرے مولا تو ہی ہمارے حال پر رحم کھا۔ میں کیا کچھ کرنا چاہتی ہوں۔ میرے کیسے اونچے خواب ہیں ارمان ہیں جو کہ تیری عنایتوں اور رحمت کے بغیر بھی اپنی منزل نہ پاسکیں گے نہ تو میرے خوابوں کی تعبیر مل سکے گی اور نہ ہی میرے ارمان اطمینان وسکون کے ساتھ پورے ہوسکیں گے۔ بس ضرورت ہے تو تیری محبتوں' نوازشوں اور رحمتوں کی۔ کاش ایسا ہو جائے کہ میں تیرے کرم کی بدولت وہ سب کچھ کر گزروں جو میں کرنا چاہتی ہوں لیکن اب تک ان کے مدھم آثار بھی نمایاں نہیں ہیں یا میرے مولا میں کوشش بھی کرتی ہوں لیکن پھر بھی کچھ کمی رہ جاتی ہے لیکن اگر تیری قبولیت شامل حال رہے تو سب کچھ پورا ہوسکتا ہے وہ سارے دیئے روشن ہوسکتے ہیں جذبات کو زبان مل سکتی ہے۔ خیالات الفاظ کا اور الفاظ قلم کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ اگر تو چاہے تو میرے پروردگار تو کس قدر عظیم ہے تیری بخشش کی کوئی انتہا نہیں۔ پاک پروردگار تو سب کی سن اور میری بھی سن لے تیری عظمت وبزرگی کی نشانیاں ہر طرف دکھائی دیتی ہیں لیکن آنکھوں کو خیرہ کردینے والی تیری قدرت کی نشانیاں بے نور آنکھیں کیسے دیکھ سکتی ہیں۔ عقل کو مزید وسعت دینے والی تیری کائنات کی رنگینیاں کم عقل ذہنوں میں کیا رعنائیاں پیدا کرسکتی ہیں۔ دل کو دہلا دینے والی نوازشیں جو اردگرد موجود ہیں لیکن اندر سے کھوکھلے اور کم ظرف دل ان حسین نوازشوں کا کیا احساس رکھتے ہوں گے۔ ان تمام لوگوں نے تو بس تجھ سے یہی آس لگا رکھی ہے کہ ان کے غم دور کر اور خوشیاں ان کی جھولی میں ڈال دے لیکن تیری عنایتوں اور نوازشوں پر شکر ادا کرنے کا خیال کبھی نہیں آیا اور کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ بے غرض بلاوجہ' بغیر کسی مطلب کے صرف تیری خوشنودی کے لئے تیری طرف بڑھیں صرف اور صرف تیری چاہتیں' محبتیں اور رحمتیں سمیٹنے کے لئے ان خودغرض لوگوں نے یہ گوارہ نہیں کیا کیونکہ سہل پسندی کی عادت جو ہوگئی ہے کہ تیرے حضور گڑگڑائے بغیر ہی امید رکھتے ہیں کہ سب کچھ حاصل ہو جائے کیا وہ اس رحیم وکریم کے جلال سے ناواقف ہیں کہ جس کی محبتوں' آزمائشوں اور رحمتوں کے بھی دو پرت ہیں کہ جسے دیتا ہے حد کر دیتا ہے لیکن کوئی سمجھ نہ سکے اور اس کی خوشنودی کا خیال نہ رکھے تو اسے اپنے قہر وغضب سے بھی واقف کر دیتا ہے وہ رحم کرنے والا خدا جو بہت دیر تک معاف کرتا رہتا ہے رسی دراز کر چھوڑتا ہے کہ آنا تو میرے پاس ہی ہے کچھ خود ہی اپنے آپ سدھر جا اور پھر ایسا پکڑتا ہے کہ تمام زندگی وہ پکڑ نہیں بھولتی لیکن وہ پھر بھی توبہ کا دروازہ کھلا رکھتا ہے۔ کس قدر بلند ظرف ہے وہ اللہ کے ایک منکر کو اسکی غلطیوں اور نادانیوں کا احساس دلا کر بخش دیتا ہے لیکن کوشش تو کی جا سکتی ہے لیکن خالی دماغ نے کبھی نہیں سوچا کیا کسی نے کبھی یہ سوچا ہے کہ وہ اپنی نوازشوں کے پھول ہم پر ایسے ہی نچھاور کرتا رہے گا اور ہماری کوتاہیوں کو نظرانداز کرتا رہے گا۔ نہیں اس مولا کی پکڑ بھی شدید ہے لیکن کبھی کسی نے خوف نہیں کھایا لیکن وہ عظیم رب تو یہی کہتا ہے کہ اب بھی کچھ نہیں بگڑا سدھرنے والے اب بھی سدھر سکتے ہیں۔ اب بھی توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔ روشنی کے ہالے ہمارے منتظر ہیں۔ ایک کوشش ہی تو کرنی ہے۔ اس عظیم رستے کی طرف چلنے کی بڑھنے کی صرف ایک کوشش ہمت اور حوصلہ وہ رحمٰن کوٹ کوٹ کر بھر دے گا۔ وہی رحمٰن جس کی رحمتیں بے پایاں اور عنایتیں بے شمار ہیں۔ جو صرف نوازتا ہی نوازتا ہے اپنا کرم اور فضل کرتا ہے ہم پر اپنی رحمتوں کے پھولوں کی برسات کر دیتا ہے اور ہمارے گھروں کو چاندنی کی طرح خوشیوں سے روشن کر دیتا ہے لیکن کوئی ہے جو اس کا شکر ادا کرتا ہو اب تک میں جو کچھ لکھ سکی ہوں وہ بھی اس رب کریم کی تعریف کے لحاظ سے کچھ نہیں ہے۔ سمندر کے ایک قطرے سے بھی چھوٹا قطرہ محسوس ہو رہا ہے کیونکہ اس کی تعریف وعظمت اور بڑائی میں جس قدر وسعت اور گہرائی ہے۔ شاید اس سے کوئی آشنا نہ ہو تو میری کیا بساط ہے کہ میں اس بزرگ وبرتر کے بارے میں کچھ ایسے تعریفی کلمات لکھ سکوں۔ جو اس کے شایان شان ہوں لیکن میری خواہش تھی کہ میں اس عظیم پروردگار کے بارے میں کچھ لکھ سکوں۔ اب بھی سوچ رہی ہوں کہ کہاں سے وہ ہیروں سے جڑے ہوئے روشنی کے میناروں کی مانند قیمتی اور بے مثال الفاظ تراشوں جو کہ اس کی عظمت وکبریائی کو بہتر طور پر بیان کرسکیں اور اس کے بارے میں میرے اندر موجود جذبات کی عکاسی کرسکیں۔

> وہ تو منکروں کی نادانیوں کو بھی معاف کر دیتا ہے
>
> میں کوشش کرتی ہوں پھر بھی کمی رہ جاتی ہے

سمندر کی آگ

ناممکن کو ممکن بنانے والے ایک سرفروش کی کہانی اس نے سمندر میں آگ لگا کر ملک میں لگنے والی آگ بجھائی تھی ایک کہانی ذرا مختلف سی......

محمد ریاست

ہوٹل میں اکا دکا لوگ آ جا رہے تھے۔ آنے جانے والوں کی زیادہ تعداد بلوچیوں کی تھی۔ ایک ادھیڑ عمر کا بلوچی اس ہوٹل کا مالک تھا۔ اس نے بلوچیوں کا روایتی لباس پہن رکھا تھا۔ کھلے پائنچوں والی سفید شلوار اور بغیر کالر کے کڑھائی والی قمیض اس کی شخصیت کے ساتھ کافی جچ رہی تھی۔ کراچی کے ساحلی علاقے پاک ٹاؤن کا یہ ایک عام سا ہوٹل تھا۔ جہاں پر آنے والے زیادہ تر گاہک مچھیرے تھے یا پھر وہ مزدور جو ساحل سمندر پر واقع مچھلیاں فریز کرنے والے کارخانے میں کام کرتے تھے۔ ان سب میں ایک بات مشترک تھی اور وہ ان کے جسموں سے آنے والی مچھلی کی بو تھی۔ یہاں کی ہوا میں بھی مچھلی کی بو رچی بسی تھی جس کی وجہ وہ مچھلیاں تھیں جو گل سڑ جانے کے بعد کھلے عام پھینک دی جاتی تھیں۔ ہوٹل میں موجود کرسیوں میزوں پر زیادہ تر مکھیوں کا قبضہ تھا۔ ٹیپ ریکارڈ پر عابدہ پروین بلھے شاہ کی ایک کافی گا رہی تھی جس پر ہوٹل کا بلوچی مالک وجد کی سی کیفیت میں سر ہلائے جا رہا تھا۔ اسی ہوٹل کی ایک میز پر نیول انٹیلی جنس کا ہونہار اہلکار زاہد بیٹھا تھا۔ وہ چائے کی چسکیاں لے رہا تھا اور شام ڈھلنے کا منتظر تھا۔ وہ مناسب قد و قامت کا ایک سمارٹ نوجوان تھا جس کی آنکھوں کی چمک اس کی ذہانت اور حاضر دماغی کا ثبوت دے رہی تھی۔ وہ گزشتہ تین گھنٹوں سے پاک ٹاؤن میں گھوم پھر رہا تھا۔ کراچی کا یہ ساحلی علاقہ اس نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس سے قبل وہ گوادر اور پسنی کی بندرگاہوں پر اپنی ڈیوٹی سرانجام دے چکا تھا۔ گزشتہ روز اچانک اسے حکم ملا تھا کہ وہ فوراً کراچی پہنچے اور ہیڈ کوارٹر رپورٹ کرے۔ ہیڈ کوارٹر سے اسے کچھ خاص ہدایات کے ساتھ پاک ٹاؤن بھجوا دیا گیا تھا۔ وہ ابھی ابھی ستانے اور ایک کپ چائے پینے کی غرض سے اس ہوٹل میں گھسا تھا۔

زاہد کے والدین پاکستان بننے کے بعد انڈیا کی ریاست جودھ پور سے ہجرت کر کے پاکستان آ گئے تھے۔ پاکستان سے محبت اور وفاداری اسے ورثے میں ملی تھی۔ اس کے باپ دادا تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن تھے اور ہجرت کے وقت سکھوں کی کرپانوں کا شکار ہو کر وطن کی ناموس پر قربان ہو چکے تھے لہٰذا زاہد وطن کی حفاظت کے لئے نیول انٹیلی جنس میں شامل ہو گیا اور آج اس کا ہونہار ایجنٹ تھا۔ جب شام مکمل طور پر ڈھل چکی اور رات کے اژدھے نے اپنا منہ کھول کر اجالے کو مکمل طور پر نگل لیا تو زاہد نے ہوٹل کی کرسی چھوڑ دی۔ اس نے کاؤنٹر پر بوڑھے بلوچی مالک کو چائے کا بل ادا کیا اور ہوٹل سے باہر آ گیا۔ سمندر کی طرف سے چلنے والی ہوا میں ابھی تک تپش تھی اور ساتھ ہی مچھلی کی بو بھی مگر دن کے مقابلے میں یہ ہوا کافی حد تک خوشگوار ہو چکی تھی۔ زاہد ایک نیم پختہ سڑک پر چلنے لگا۔ جوں جوں وہ سمندر کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ چھوٹی چھوٹی دکانوں کی روشنیاں پیچھے رہتی جا رہی تھیں اور مچھلیوں کی بو تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر ناک پر رکھا اور بو کو شکست دینے کی کوشش میں مصروف ساحل پر پہنچ گیا۔ گیلی ریت میں دھنستے پاؤں، ہوا اور سمندر کی آواز اور رات کی تنہائی وہ مخمور سا ایک ٹوٹی پھوٹی کشتی کے قریب پہنچا اور جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر اردگرد کا جائزہ لیا۔ اس کشتی

سے تھوڑے فاصلے پر مچھیروں کی دوسری پرانی اور نئی ٹوٹی پھوٹی اور سالم کشتیاں اور لانچیں موجود تھیں مگر کوئی ذی حس موجود نہیں تھا۔ اس نے ٹارچ کا رخ سمندر کی طرف کیا تو تھوڑی دور آگے اسے ذی حس بھی نظر آ گئے۔ چند آوارہ کتے گلی سڑی مچھلیوں سے پیٹ کی آگ بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھے۔ زاہد نے ٹارچ بند کی اور اچھل کر کشتی میں سوار ہو گیا۔ اس نے تاریکی میں دیکھنے والی ٹیلی سکوپ نکال کر آنکھوں سے لگا لی۔ ٹیلی سکوپ کے لینزز میں سمندر کا منظر دور دور تک دکھائی دینے لگا۔ سمندر کی موجیں کہیں کہیں مچھیروں کی لانچیں اور سمندر میں پھینکے جانے والے جال اور پھینکنے والے مچھیرے، کہیں جالوں کو کھینچ کر لانچ میں ڈالنے کا منظر ٹیلی سکوپ کے طاقتور لینزز نے اس کے قریب کر دیا۔ یہاں مچھیروں کی بھی کیا زندگی ہے۔ رات کو مچھلیاں پکڑو اور دن کو انہیں صاف کرو اس نے سوچا اور اپنے کام میں مصروف رہا۔ انڈین انٹیلی جنس کا کرنل شرما اپنے دفتر میں بیٹھا کچھ فائلیں دیکھنے میں مصروف تھا۔ اس کے سامنے ٹیبل پر مختلف فائلوں کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ وہ پورے انہماک سے فائلیں دیکھنے میں مصروف تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے فائلوں سے نظریں اٹھا کر دروازے کی جانب دیکھا اور گویا ہوا "یس! کم آن" ایک نوجوان کیپٹن اندر داخل ہوا۔ اس نے ایڑیاں جوڑ کر کرنل کو سیلوٹ کیا اور خاموش کھڑا ہو گیا۔ "کیا رپورٹ ہے کیپٹن وجے کمار......" کرنل نے نوجوان کیپٹن سے پوچھا۔ "! کراچی کی ایک لسانی تنظیم کو کراچی میں دہشت گردی کے لئے جو اسلحہ بھجوایا جا رہا تھا۔ پورٹ قاسم پر سخت حفاظتی انتظامات کی وجہ سے وہ اسلحہ اب کراچی کے ایک اور ساحلی علاقے پاک ٹاؤن پر اتارا جائے گا۔ کراچی میں میں نے اپنے خریداروں کو بتا دیا ہے وہ پاک ٹاؤن پر وصولی کریں گے۔ ریڈیو کے ذریعے رابطہ کر کے اسلحہ لیجانے والے بحری جہاز کو بھی جگہ کی تبدیلی کا کہہ دیا ہے۔" کیپٹن وجے نے کہا۔

"گڈ! بھگوان کی کرپا سے ہم کراچی میں وہ آگ لگائیں گے کہ جس میں سارا پاکستان جل جائے گا۔ پاکستان نیول انٹیلی جنس اور آئی ایس آئی پورٹ قاسم پر جھک مارتی رہیں گی اور ہم پاک ٹاؤن کے راستے سارا اسلحہ حفاظت سے اتار لیں گے گڈ کیپٹن گڈ"۔ ایک بہت بڑے ہال نما کمرے میں بہت سی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ مختلف سکرینوں پر کئی قسم کے مناظر نظر آ رہے تھے اور کی بورڈز پر ٹیکنیشنز جھکے ہوئے تھے۔ کمرے کے درمیان میں ایک میز پر پاکستان نیوی کے چند افسران جھکے ہوئے آپس میں باتوں میں مصروف تھے۔ اسی وقت کمرے کا دروازہ کھلا اور نیوی کا ایک چاق و چوبند سپاہی اندر آیا۔ "سر! ایک نئی اطلاع آئی ہے"۔ اس نے کہا "کیا! کونسی اطلاع؟ ایک افسر فوراً گھوم گیا۔

"سر! اسلحہ لے کر آنے والا دشمن کا جہاز پورٹ قاسم کی بجائے پاک ٹاؤن کے ساحل پر اترے گا اور وہاں سپلائی وصول کی جائے گی۔" ہمارے مخبر نے ابھی ابھی ریڈیائی رابطہ کر کے یہ اطلاع فراہم کی ہے۔" افسر پریشان ہو گیا "اتنی جلدی پورٹ قاسم کی بجائے پاک ٹاؤن پر حفاظتی اقدامات کیسے ممکن ہیں؟ اس نے پریشان ہو کر کہا دوسرے افسران کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔" مگر ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا ہو گا ورنہ کراچی......؟" ایک اور افسر نے پریشانی سے کہا۔

"سر! پاک ٹاؤن میں زاہد اکیلا ہے مگر اس کی ذہانت قابل اعتبار ہے۔ وہ کچھ نہ کچھ ضرور کرے گا" ایک سپاہی نے کہا۔ "زاہد......؟ ہاں زاہد............ He con do............ اس سے فوری رابطہ کر کے اسے صورت حال سے آگاہ کرو۔ فوراً...... اللہ اس کی مدد کرے" افسر نے کہا اس کے ساتھ ہی ٹیکنیشن ایک مشین کی طرف متوجہ ہو کر اس کی مختلف نابیں گھمانے لگا۔ زاہد کافی دیر سے سمندر کی طرف نگاہیں جمائے تاریکی میں دیکھنے کی صلاحیت رکھنے والی ٹیلی سکوپ سے کسی بھی غیر معمولی حرکت کو نوٹ کرنے کی کوششوں میں مصروف تھا کہ اچانک اسے ایک بحری جہاز ساحل کی طرف آتا دکھائی دیا۔ زاہد کے لئے یہ ایک حیرت ناک بات تھی کیوں کہ اسے تو محض احتیاط کی نیت سے یہاں بھجوایا گیا تھا ورنہ اس جہاز کو تو پورٹ قاسم کی طرف جانا چاہیے تھا۔ وہ تمام نشانیاں جو اسے ہیڈ کوارٹر کی طرف سے بتائی گئی تھیں اس جہاز میں موجود تھیں۔ اسی وقت زاہد کو اپنے سے کچھ فاصلے پر گاڑیوں کے رکنے کی آواز آئی۔ اس نے ٹیلی سکوپ کا رخ اس طرف موڑ دیا۔ وہاں کئی افراد مختلف قسم کی گاڑیوں سے کود کود کر مختلف پوزیشنیں سنبھال رہے تھے۔ زاہد کو صورت حال کی سنگینی کا احساس ہو گیا۔ وہ فوراً اٹھا اور کشتی سے گیلی ریت پر کود گیا۔ وہ مختلف کشتیوں اور لانچوں کی اوٹ لیتا ہوا وہاں سے دور نکل گیا۔ ایک کشتی کے قریب چھپ کر وہ اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کے متعلق سوچنے لگا۔ اسے فوری فیصلہ کرنا تھا۔ اس نے اپنی تمام صلاحیتیں جمع کر کے ایک فیصلہ کیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر سمندر کی طرف دوڑ لگا دی۔ اس نے اس امکان کو بھی مدنظر رکھا کہ دشمن کے پاس اگر تاریکی میں کام کرنے والی ٹیلی سکوپ وغیرہ ہوئی تو وہ آسانی سے چیک کیا جا سکتا ہے۔ وہ دوڑتے دوڑتے یک دم رک گیا کیوں کہ اس کے قریب ہی ایک بلوچی مچھیرا گیلی ریت پر پڑا دنیا و مافیہا سے بے خبر میٹھی نیند کی مزے لے رہا تھا۔ زاہد نے فوری فیصلہ کیا اور اس مچھیرے کے قریب بیٹھ کر اسے جگانے لگا۔ مچھیرا بدحواسی سے اٹھا مگر زاہد نے فوراً اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تاکہ اس کے منہ سے بدحواسی میں نکلنے والی کوئی آواز مصیبت نہ بن جائے۔ مچھیرے کے مکمل حواس میں آنے سے پہلے ہی زاہد نے اسے تمام صورت حال سے آگاہ کیا اور اس کی مدد طلب کی۔ پاکستان کے نام پر تو وہ جان دینے کو بھی تیار تھا وہ فوراً اٹھا اور زاہد کے ساتھ ایک کھڑی لانچ

انعام

ایک نئی نویلی دلہن نے اٹھلا کر اپنے شوہر سے کہا اجی سنئے۔ اگر میں باورچی کو ہٹا کر ایک مہینے تک کھانا خود پکاؤں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟

شوہر نے جواب دیا: میری بیمہ پالیسی کی رقم۔

(ارم آنچل - سوہاوہ)

کے قریب گیا۔ اس نے لانچ کے اندر سوئے ایک دوسرے مچھیرے کو اٹھایا۔ زاہد کو اسے دیکھ کر یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ اس کے ساتھ آمادہ ہونے والا دوسرا مچھیرا سندھی ہے۔ تینوں کے درمیان رابطے کا واحد ذریعہ اردو تھی۔ یہاں مادری زبانیں ایک دوسرے کو سمجھنے میں ناکام تھیں۔ قومی زبان نے یہ مسئلہ حل کر دیا تھا۔ تینوں نے مل کر ایک لانچ کو دھکا لگایا اور اسے کھینچتے کھینچتے سمندر تک پہنچا دیا۔ لانچ سمندر کی موجوں کے ساتھ ہچکولے کھانے لگی۔ بلوچی مچھیرے نے انجن کو سٹارٹ کیا اور لانچ کو کھلے سمندر کی طرف موڑ دیا۔ عین اسی لمحے زاہد کے پاکٹ فون پر بزر ہوئی زاہد نے پاکٹ فون نکال کر ایک بٹن دبایا تو آواز آنے لگی۔ "ہیلو! ہیلو! چیف کالنگ ٹو نمبر 1 اوور" "یس سر! نمبر 1 اٹینڈنگ یو اوور" زاہد نے جواب دیا۔ "نمبر 1 تم اکیلے ہو اور دشمن تمہاری طرف آنے والا ہے۔ کیا پوزیشن ہے؟ اوور"

"دشمن سامنے آ چکا ہے سر اور ہم دشمن کو نیست و نابود کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ ہماری مدد کرے گا سر اوور" "ہم سے تمہاری کیا مراد ہے؟ اوور" "سر! یہاں کے دو مچھیرے ملک کی عظمت اور سلامتی کے لئے میرے ساتھ ہیں اوور" "اللہ تمہاری مدد کرے بیٹا! یہ ملک کی بقا کا سوال ہے اوور" چیف اپنے عہدے کو بھول کر ایک مشفق باپ کی طرح دعا گو تھا۔ "تھینک یو سر! اوور اینڈ آن" زاہد نے پاکٹ فون بند کر دیا۔ رات کا پچھلا پہر تھا۔ اس لئے زیادہ تر مچھیرے اپنا کام ختم کر کے ساحل سمندر پر آرام میں مصروف تھے۔ لانچ تیزی سے آنے والے بحری جہاز کے قریب ہوتی جا رہی تھی۔ زاہد نے اپنے جسم کے ساتھ ڈائنا میٹ باندھا اس پر پولی تھین کا ایک تھیلا چڑھایا۔ سندھی مچھیرے کے ہاتھ میں ایک شارٹ گن جوڑ کر تھمائی۔ یہ شارٹ گن جدید نوعیت کی تھی جو کہ منٹوں میں کھل کر پرزہ پرزہ ہو جاتی تھی اور جیب میں آسانی سے آ جاتی تھی۔ ضرورت کے وقت فوراً جوڑ بھی لی جاتی تھی۔ جڑنے کے بعد بھی اس کی لمبائی ایک ہاتھ سے زیادہ نہیں ہوتی تھی اسی

لئے اسے شارٹ گن کہا جاتا تھا۔ سندھی مچھیرے کو گن کے متعلق تفصیل سے سمجھانے کے بعد زاہد نے دونوں کو خدا حافظ کہا باقی پلان سمجھایا اور سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ بحری جہاز سے لانچ کو آتے دیکھ لیا گیا تھا۔ لانچ پر فائرنگ شروع ہو گئی۔ بلوچی مچھیرا زاہد کو خدا حافظ کہنے کے بعد نمناک آنکھوں کے ساتھ لانچ کے سٹیئرنگ کو سیدھا جہاز کی طرف چھوڑ کر خود نیچے بیٹھ کر اپنے جسم کے ساتھ وہ ڈائنامیٹ باندھنے لگا جو زاہد اسے دے گیا تھا اور سمجھا بھی گیا تھا۔ پولی تھین کا تھیلا ڈائنامیٹ پر چڑھانے کے بعد بلوچی مچھیرے نے بھی سمندر میں چھلانگ لگا دی۔ سندھی مچھیرا خود کو بچا کر شارٹ گن سے جوابی فائرنگ میں مصروف تھا۔ زاہد تیزی سے تیرتے ہوئے بحری جہاز کے قریب پہنچا۔ اس نے ایک محفوظ عرشے پر پہنچنے کے بعد اس نے ڈائنامیٹ سے پولی تھین کا تھیلا اتارا اور اس طرح جانے لگا جہاں اس کے خیال کے مطابق اسلحہ سٹور ہونا چاہیے تھا۔ وہ ابھی تھوڑی ہی دور تھا کہ اسے دیکھ لیا گیا۔

"اے...... کون ہے......؟ رکو......" اسے ایک تیز آواز نے پکارا۔ زاہد نے تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا۔ اسی لمحے بلوچی مچھیرا بھی جہاز کے عرشے پر پہنچ آیا تھا۔ اس نے زاہد کو دیکھا تو وہ بھی اس سمت بھاگنے لگا جس طرف زاہد بھاگ رہا تھا۔ زاہد نے اسلحہ سٹور دیکھا تو ہوا میں اچھل کر سٹور میں چھلانگ لگا دی۔ بلوچی مچھیرے نے بھی یہی حرکت کی۔ عین اسی لمحے انہیں پکارنے والے نے گولی چلا دی۔ زاہد کے جسم پر بندھے ڈائنامیٹ پر گولی لگنے کے ساتھ ہی اس کا جسم ایک دھماکے سے اڑ گیا۔ بلوچی مچھیرے کو لگنے والی گولی بھی اس کو اڑا کر لے گئی۔ دونوں کے جسموں کے ساتھ پھٹنے والا ڈائنامیٹ اسلحہ سٹور کو بھی بھک سے اڑا لے گیا۔ پورے جہاز کو آگ نے گھیر لیا۔ راکٹ لانچر دائیں بائیں چلنے لگے۔ پٹرول بم اور ڈائنامیٹ بھی جل رہے تھے...... پھٹ رہے تھے۔ تاریک رات روشن ہو چکی تھی۔ سمندر میں لگنے والی آگ نے ہر طرف روشنی ہی روشنی بکھیر دی تھی۔ ساحل پر کھڑے دشمن صورت حال کی سنگینی کا اندازہ کر کے بھاگنے ہی لگے تھے کہ نیول پولیس ضلعی انتظامیہ اور خفیہ ایجنسیوں کے اہلکار موقع پر پہنچ گئے۔ ایک ہلکی سی جھڑپ کے بعد سب کو قابو کر لیا گیا۔ نیول انٹیلی جنس کے چیف نے موقع پر پہنچ کر سمندر میں لگنے والی آگ دیکھ لی تھی۔ اسے زاہد کے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ زاہد اور سندھی مچھیرا وطن کے ناموس پر قربان ہو چکے تھے۔ انہوں نے سمندر میں آگ لگا کر کراچی میں لگنے والی آگ بجھائی تھی۔ دہشت گردی کا ایک پورا جال تین شہیدوں کے لہو نے ناکام بنا دیا تھا۔ سمندر میں لگی آگ میں وطن کی ناموس پر قربان ہونے والوں میں تین اور نام شامل ہو گئے تھے۔

انعامات کی برسات

انچارج: بریز سید غضنفر علی

پھول ساتھیو آپ کو انعامات مبارک ہوں۔ اس بار آپ کی قسمت نے یاوری کی اور آپ انعام کے مستحق ٹھہرے جہاں آپ انعام ملنے کی خوشیاں منائیں وہاں اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کریں کیونکہ شکر ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ زیادہ دیتے ہیں۔ اپنے اندر عاجزی پیدا کریں اور دوسروں کے لئے آسانیاں فراہم کریں۔ جن ساتھیوں کے انعامات نکلے ہیں وہ 10 فروری 2001 بروز ہفتہ دن گیارہ بجے پھول فورم میں پھول آفس لاہور تشریف لائیں اور کسی اچھی سی مہمان شخصیت کے ہاتھوں اپنا انعام لے جائیں انعامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کوئز کی دنیا

1- فروا کنول ۔۔ علی بہادر روڈ کوئٹہ 2- فیضان حیات ارسلان منزل وارڈ نمبر 4 ٹنڈو غلام علی روڈ میرپور خاص سندھ۔
3- فاطمہ مہدی ۔۔ دین بہار کالونی چارسدہ روڈ پشاور
4- عاصمہ اسحاق ۔۔ بدری تراڑ کھل سدھنوتی آزاد کشمیر
5- ثناء اللہ ۔۔ محلہ سوریا خیل مانکی شریف نوشہرہ

صفحہ بتائیے

1- فاطمہ احمد ۔۔ C/O رشید احمد، ریاض ریفائنری، ریاض سعودی عرب ۔۔ 2- صبا احتشام ۔۔ بلبل پیرک ریلوے کالونی کراچی
3- علی عابد ۔۔ غلام رسول کالونی عقب محمد علی پارک جڑانوالہ
4- راشدہ بانو ۔۔ جی نائن ون اسلام آباد
5- عمر حسن ۔۔ C-386 لالہ رخ واہ کینٹ 47040

پھول کوئز کی قرعہ اندازی محمد قاسم سرویا نے کی آپ ILM MCS کے طالبعلم ہیں۔

خصوصی انعام

اس بار خصوصی انعام وسیم یوسف کھوکھر صدیقی نے حاصل کیا ہے آپ کا تعلق ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ سے ہے۔

حدیث کوئز

اس بار حدیث کوئز کا انعام عفیفہ بزدار نے حاصل کیا ہے آپ کا تعلق ڈی جی خان سے ہے۔

حدیث کوئز کی قرعہ اندازی سید رضا حسن کاظمی نے کی آپ بحریہ سکول اسلام آباد کے طالب علم ہیں۔

یہ ہے سائنس کی دنیا

1- پرنس سرفراز احمد ۔۔ گل گشت کالونی ملتان
2- حسیب حسن ۔۔ اولڈ سول لائن سرگودھا
3- محمد جمشید جگنو ۔۔ خان گڑھ
4- حافظ طاہرہ فاطمہ ۔۔ باغبانپورہ لاہور ۔۔ 5- صہیب انوار 18 اے بلاک جوہر ٹاؤن لاہور

یہ انعام آپ کا ہوا

کچھ ذکر انعام کے دانے دانے پر مہر ہونے کا

یہ انعام آپ کا ہوا کے ڈھیروں حل موصول ہوئے تو ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا پہلے سوال کا جواب ہے۔ الگ نگری ممتاز مفتی کی لکھی ہوئی کتاب ہے۔ دوسرے سوال کا جواب شہاب نامہ قدرت اللہ شہاب کی خود نوشت ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ تیسرے سوال کا جواب یعنی احمد ندیم قاسمی کی کوئی مزاحیہ کتاب ہے ہی نہیں۔ اکثر جواب نہیں میں آئے کچھ نے لکھا انہوں نے کوئی مزاحیہ کتاب نہیں لکھی۔ ایک نے لکھا انہوں نے تو کوئی مشہور کتاب ہی نہیں لکھی۔ کچھ نے عطاء الحق قاسمی کی کتابیں ان کے نام لگا دیں کچھ نے "حماقتیں اور بگولے" ان کے کھاتے میں ڈال دیئے۔ مسئلہ فون پر ڈاکٹر انور سدید کے حضور پیش کرنا پڑا تو انہوں نے مسئلہ سنتے ہی کہا ان کی مزاحیہ کتاب کا نام ہے "کیسر کیاری"۔ یہ بہت سالوں بعد اب دوبارہ چھپ کر آئی ہے۔ اس وضاحت کے بعد سارے نتائج بدلنے پڑے۔ واقعی انعام کے بھی دانے دانے پر مہر ہوتی ہے۔ انعامی کتابیں حاصل کرنے والے ساتھیوں کے نام مبارکباد کے ساتھ یہ ہیں۔

1- سارہ سعید ۔۔ فورٹ عباس بہاولنگر ۔۔ 2- ثمرہ افضل مسلم ٹریڈرز فورٹ عباس بہاولنگر ۔۔ 3- سنبل مشتاق او پی ایف پبلک ہائی سکول ہنگو سرحد ۔۔ 4- صائمہ ناز آفریدی او پی پبلک ہائی سکول ہنگو سرحد ۔۔ 5- شگفتہ اسحاق او پی ایف پبلک ہائی سکول ہنگو سرحد ۔۔ 6- عزیز الرحمن قاری شرقپور روڈ شیخوپورہ ۔۔ 7- عطاء الرحمن ۔۔ جامعہ فاروقیہ شرقپور روڈ شیخوپورہ ۔۔ 8- انیلہ طارق ۔۔ طارق میڈیکل سٹور نواب شاہ سندھ ۔۔ 9- زین مجیب انوار حمیدی سٹیل ٹاؤن بن قاسم کراچی

انتخاب اور پسند آپ کی ۔۔۔ انعام ہمارا

5 بہترین کہانیوں پہ ہزار روپے کے نقد انعامات
1- آمنہ احتجاب: لاہور ...... (رسائی نارسائی)
2- ماریہ مجید: اعظم گارڈنز ...... (ادھورے لوگ)
3- آسیہ کنول: ملتان ...... (اتنی سی بات)
4- سعدیہ فیض: خانیوال ...... (سچائی)
5- فائقہ رابعہ: گوجرہ ...... (سرپرائز)

مستقل سلسلوں پہ 2 ہزار روپے کے مزید انعامات
1- نعیم احسن: لاہور ...... (کمپیوٹر کو ذرا ڈھنگ سے جانیں)
2- سید نظر زیدی ...... (الحدیث)
3- پروفیسر تنویر حسین ...... مزاحیہ مضامین
4- عادل منہاج: اسلام آباد ...... (نارگٹ)
5- ڈاکٹر اظہر اے انور: چشتیاں ...... (شان شہید شہی)
6- آمنہ اعظم ...... (پھول فورم)
7- عثمان خادم ...... (صفحہ بتایئے انعام پایئے)
8- منصور فائز ...... (اپنی برتھ ڈے)

مجھے اب پتہ چلا ہے

رابعہ ارم شاہ

11.01.2000 ...... پیاری ڈائری! تمہارے پہلے پانچ صفحے تو میں نے نئے سال کے وعدوں، ارادوں اور فیصلوں میں سیاہ کر دیے۔ جن میں میرا اہم ترین فیصلہ یہ ہے کہ اس سال میں بہت اچھے اچھے کام کروں گی۔ ایسی عادتیں اپناؤں گی جو سلجھی ہوئی اور سب کو پسند ہوں گی۔ Teenage (ٹین ایج) ختم ہونے کے ساتھ وہ تمام باتیں چھوڑ دوں گی جو دوسرے ناپسند کرتے ہیں اور ...... اور ...... کچھ ایسا کروں گی کہ سب مجھ سے خوش رہیں گے۔ اس Decision کے بعد میں نے تمہیں مختصراً اپنی زندگی کے مختلف ادوار سے آگاہ کیا ......

بھئی آخر تمہارا اور میرا سال بھر کا ساتھ ہے۔ تمہارے ساتھ میں نے بہت اہم فیصلے کرنے ہیں۔ ابھی تو تم نے میری مدد کرنی ہے ...... کوئی نشان راہ کوئی منزل تلاش کرنے میں۔ حالانکہ کبھی میں کہا کرتی تھی "یہ سب کتابی باتیں ہیں" لیکن اب کتابیں پڑھ پڑھ کر ہی مجھے سمجھ آیا ہے کہ بھلا مقصد اور منزل کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے ...... زندگی صرف کھانے پینے، سونے اور انجوائے کرنے کا نام تو نہیں ہے۔ افسوس میں نے اپنی زندگی کے قیمتی 19 سال ابھی بیکار کاموں میں گزار دیے لیکن اب ...... انشاء اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہو گا ...... یاد آیا میں تو تم سے اپنا تعارف کروا رہی تھی جو ابھی ادھورا ہے ...... جان پہچان کا سلسلہ ساری عمر بھی چلتا رہے تو شاید ختم نہ ہو کیونکہ انسان ہر پل، ہر لمحہ بدلتا رہتا ہے۔ کل میں تمہیں اپنی دلچسپیوں اور Hobbies کے متعلق بتاؤں گی۔

12.01.2000 ...... کہنے کو میرے بہت سے شوق ہیں، جیسے ٹکٹ، سکے، پر اور پھول جمع کرنا، پینٹنگ کرنا، کھانے کی نت نئی ڈشز بنانا وغیرہ وغیرہ۔ مگر میری دو ہوبیز ایسی ہیں جو مجھے بہت پسند ہیں۔ یعنی "لکھنا" اور "پڑھنا"۔ مگر یہ جان لو کہ میری ان دونوں Hobbies کا نصابی کتب سے دور دور کا واسطہ نہیں۔ میرے مطالعے میں ہر وہ کتاب شامل ہوتی ہے جو غیر نصابی ہو۔ جانے کیوں نصابی کتب سے متعلق ایک بات میرے دماغ کے پیندے سے یوں جڑی ہوئی ہے جیسے قمیض سے بٹن ٹانکا ہوتا ہے کہ نصابی کتب کا مقصد صرف امتحان میں اچھے نمبرز حاصل کرنا اور ڈگری لینا ہوتا ہے۔ ویسے جب میں نے پڑھنا

سیکھا تھا تو پہلی سے لے کر ایف اے تک کی تمام اردو کی کتابیں، سکول میں داخل ہونے سے پہلے ہی ختم کر ڈالی تھیں اور لکھنا ...... لکھنا سیکھا تو میں تختی پر تھا مگر مجھے تختی کی نسبت دیواروں پر لکھنے میں زیادہ مزا آتا تھا ...... چونا پھری سفید سفید دیواریں دیکھ کر میرے ہاتھوں میں کھجلی شروع ہو جاتی لیکن اپنا پہلا شعر میں نے لکڑی کے نیلے روغن والے دروازے پر سفید چاک سے لکھا تھا

پاکستان بنائیں گے
پھولوں سے سجائیں گے

اس وقت مجھے اتنی عقل نہ تھی کہ پاکستان تو کب کا بن چکا ہے۔ مہینہ بھر وہ شعر دروازے پر لکھا رہا۔ میں نے کسی کو مٹانے نہ دیا پھر بڑی بہن نے مجھے سمجھایا کہ تمہارا یہ شعر تو 36 سال پرانا ہو چکا ہے۔ کوئی اپ ٹو ڈیٹ شعر لکھو۔ یہ سن کر میں نے اپنی سلیٹ کا تنچ گیلا کیا اور شکستہ دل سے خود ہی اسے مٹا دیا پھر ترمیم کے بعد جو شعر ترتیب دیا وہ کچھ یوں تھا

"پاکستان بن گیا
پھولوں سے سج گیا"

اب میں نے سوچا اس ترمیم شدہ شعر کیلئے دروازے کے سامنے والی دیوار زیادہ مناسب رہے گی۔ جس پر نئی نئی سفیدی پھیری گئی تھی لیکن بہن کا بڑا ہونا پھر آڑے آ گیا۔ اس نے سمجھایا کہ "دیواریں گندی کرنا بری بات ہے، کاغذ پر لکھو" مگر کاغذ پر لکھنے میں وہ مزا کہاں جو انڈے جیسی سفید سفید چونا پھری ہوئی دیواروں پر لکھنے میں آتا ہے۔ بھلا بڑے یہ بات کیا سمجھیں پھر آہستہ آہستہ میں نے دیواروں پر لکھنے کی عادت چھوڑ دی لیکن اب بھی کبھی رات کو دیوار کی طرف منہ کر کے لیٹی ہوں اور سرہانے کتابوں کے ڈھیر کے ساتھ پنسل بھی پڑی ہو تو رہا نہیں جاتا۔ لکھنے کے علاوہ میرے اندر کی آرٹسٹک روح بھی پھڑکنے لگتی ہے۔ ابھی سات مہینے پہلے ہی تو میرے کمرے میں نیا ڈسٹمپر ہوا ہے اور ابھی سے میرے سرہانے کی طرف بستر کے ساتھ ساتھ چند شاہکار دکھنے لگے ہیں۔ "دو مربع انچ کی ایک سینری جس کے پس منظر میں پہاڑ ہیں، سامنے جھیل ہے اور جھیل میں ایک ننھی سی بطخ پانی میں منہ ڈال کر مچھلی پکڑ رہی ہے۔" اس منظر سے ذرا بائیں "ایک جلتی ہوئی موم بتی" ہے۔ موم بتی سے کچھ فاصلے پر اوپر کر کے چند بادل اور اڑتے ہوئے پرندے ہیں پھر ایک تجریدی آرٹ کا نمونہ ہے جس کی مجھے خود کبھی سمجھ نہیں آئی۔ نیچے انگلش میں Congratulations لکھا ہوا ہے اور پھر اس

سے آگے انگریزی کے حروف G,F,Q,Y کو مختلف سٹائل سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ساتھ ہی ایک کاؤبوائے کی ٹوپی ہے اور ...... اوہ ...... تو ...... رات کے ڈیڑھ بج گئے ہیں۔ ایک تو میں ڈائری لکھنا شروع کرتی ہوں تو لکھتی چلی جاتی ہوں پھر کسی بات کی خبر ہی نہیں رہتی ...... اوکے ڈیئر ڈائری ...... کل اسی موضوع کو پھر سے Continue کریں گے ...... اب میں سونے کی تیاری کرتی ہوں۔

14.01.2000 ...... کل میں انسان کے رویوں پر ایک دلچسپ کتاب پڑھ رہی تھی۔ پڑھتے پڑھتے کب سوئی پتا ہی نہ چلا اسی لئے کل ڈائری بھی نہ لکھ سکی۔ پیاری ڈائری میں تمہیں اپنے شوق کے متعلق بتا رہی تھی۔ پڑھنا لکھنا میرا اوڑھنا بچھونا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے میوزک سے بھی کوئی دلچسپی نہیں۔ رات کو سوتی ہوں تو تین چار کتابیں سرہانے ضرور پڑی ہوتی ہیں۔ اس ضمن میں ایک بات بتاتی چلوں کہ میں نے کبھی کتابوں پر اپنا نام نہیں لکھا ...... کیوں؟ ...... کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ جب انسان کسی چیز پر اپنا نام لکھتا ہے تو وہ ایک طرح سے اس پر اپنی ملکیت جتانے کا اعلان کرتا ہے۔ "جملہ حقوق محفوظ ہیں" لیکن میں کم از کم کتابوں کے معاملے میں ملکیت کی قائل نہیں ہوں ...... کیوں ...... یہ میں تمہیں کل بتاؤں گی۔ ابھی مجھے اس کتاب کا مطالعہ کرنا ہے جو میں نے کل شروع کی تھی۔

15.01.2000 ...... ہاں تو میں تمہیں بتا رہی تھی کہ میں کتابوں پر نام لکھ کر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنا پسند نہیں کرتی کیونکہ میرے خیال میں کتابیں باغ میں لگے پھولوں کی طرح ہوتی ہیں۔ جن کی خوشبو سب کیلئے ہوتی ہے اور پھول توڑنا بری بات سمجھی جاتی ہے۔ پھول توڑ کر چاہے کالر میں لگایا جائے یا گلدان میں سجایا جائے دوسرے تو اس کی خوشبو سے محروم ہو گئے نا۔ اسی لئے میں چاہتی ہوں کہ اچھی کتابیں اور اچھی باتیں ہر ایک کیلئے ہونی چاہئیں کیونکہ اچھی کتابیں اور اچھی باتیں، اچھی سوچ کی ضامن ہوتی ہیں۔ جس طرح پھولوں کی خوشبو انسان کو اندر تک مہکا دیتی ہے اسی طرح یہ دونوں بھی انسان کی سوچوں کو مانجھ کر چمکا دیتی ہیں۔

17.01.2000 ...... مجھے یاد پڑتا ہے کہ جب میں چھوٹی تھی تو ہمارے گھر میں بیشمار کہانیاں، کتابیں اور رسالے ہوتے تھے۔ گرمیوں کی پوری چھٹیاں رات تین تین بجے تک میں جاگتی رہتی اور پڑھتی رہتی۔ مطالعہ کرتے وقت مجھے ادھر ادھر کا مطلق ہوش نہ رہتا۔ کبھی گھر

والے میری اس عادت سے تنگ تھے۔ اب بھی میرا زیادہ وقت کتابیں پڑھتے یا نظمیں، کہانیاں لکھتے گزرتا ہے۔ کل میں نے انسان کے رویوں والی کتاب میں ایک عجیب بات پڑھی کہ "جو لوگ انسانوں کو پڑھتے ہیں انہیں کتابیں پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی"۔ اور یہ بھی کہ "انسان کتابوں سے زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں۔"

یہ کیا بات ہوئی بھلا ...... انسانوں کو کیسے پڑھا جا سکتا ہے ...... اور ہاں ...... یاد آیا ...... میں جب اشفاق بابا سے پہلی بار ملی تھی تو میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ اتنی گہری کہانیاں کیسے لکھ لیتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا تھا کہ "میں کتابوں سے زیادہ انسانوں کا مطالعہ کرتا ہوں" ...... کیا انسانوں کے مطالعے سے مراد ...... ان کے حالات زندگی معلوم کرنا ہیں ...... ان کے دکھ سکھ سننا ہیں ...... انہیں جاننا ...... پرکھنا ہے ...... یا شاید ...... شاید ...... کچھ اور......

21.01.2000 ...... پچھلے چار دن سے میں اس الجھن میں ہوں کہ انسان کا مطالعہ کیونکہ کیا جاتا ہے۔ میں نے وہ کتاب پوری پڑھ ڈالی ہے بلکہ اور بھی کتنی کتابیں چھان ماری ہیں۔ انسانی نفسیات کی کتابیں کہتی ہیں کہ "انسان کو اس کی گفتگو کے علاوہ چہرے کے اتار چڑھاؤ، رویوں اور کردار کی حرکات و سکنات سے جانا جاتا ہے" بات اب بھی کچھ پلے نہیں پڑی ...... آخر کیسے سلجھے گا میری سوچ کے دھاگوں کا یہ گولا......

26.01.2000 ...... اور آج اتنے دن کی جدوجہد کے بعد میری سوچ کے دھاگے کچھ سلجھ سے گئے ہیں۔ میں نے سوچا ...... کتابی باتوں کو ٹرائی کر کے دیکھتے ہیں۔ آخر اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ بس اتنا ہو گا کہ مجھے اپنے گرد قائم کردہ خودساختہ خول سے باہر نکلنا پڑے گا جو، میں نے اپنی دنیا میں مگن رہنے کیلئے اپنے اوپر چڑھایا ہوا ہے۔

اور ...... جنابہ ڈائری ...... ہوا یوں کہ 22 تاریخ کو میری دوست سدرہ کچھ چپ چپ سی تھی (کالج کی بات کر رہی ہوں......) اب میری عادت ہے کہ میں دوسروں کے ذاتی معاملات میں دخل نہیں دیتی مگر جب میں نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے نظر آئے۔ وہ میڈم صالحہ کے لیکچر پر دھیان دینے کے بجائے اپنے فائل کور پر آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ اس کا پاؤں بھی تیزی سے ہل رہا تھا۔ اس کتاب کے مطابق یہ تمام حرکتیں ذہنی اضطراب کی علامات تھیں۔ کلاس آف ہوئی تو میں خلاف معمول سدرہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے لان میں لے آئی اور اس سے پوچھنے لگی کہ وہ کیوں اداس ہے۔ پہلے تو وہ میرے اس رویے اور انداز پر حیران ہوئی مگر پھر میری ہمدردی پا کر رو پڑی اور اپنی ڈپریشن کے متعلق بتانے لگی۔ ڈپریشن کیا تھی۔ وہی روزمرہ کی معمولی معمولی پرابلمز جو مجھے بھی پیش آتی رہتی تھیں۔ بہن بھائیوں کے جھگڑے، والدین کی ڈانٹ ڈپٹ، ناراضگی وغیرہ۔ سدرہ بولتی رہی اور میں خاموشی سے سنتی رہی ...... اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتی رہی۔ جب اس نے اپنے اندر کی بھڑاس نکال لی اور خاموش ہو گئی تو میں نے پہلے اس کی دلجوئی کی، جہاں اسے غلط سمجھا آرام سے سمجھایا ...... کتابی باتوں کے دلائل دیئے۔ اپنوں کی اہمیت سے آگاہ کیا پھر اپنے مطالعے کی روشنی میں جو مشورے دے سکتی تھی دیئے۔ آخر اتنی کتابیں پڑھنے کا کوئی فائدہ تو ہونا چاہئے تھا اور میں تب حیران رہ گئی جب سدرہ نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں پر پلکیں جھپکا جھپکا کر مسکراتے ہوئے میرا شکریہ ادا کیا کہ میں نے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کر دیا ہے اور بہت اچھے مشورے دیئے ہیں۔ اب وہ ان پر عمل کرے گی۔ چھٹی کے وقت اس نے گرمجوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے دوبارہ میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی "آج میں نے پہلی بار محسوس کیا ہے کہ تم واقعی بہت اچھی دوست ہو۔"

جاتے سے اس کے چہرے پر طمانیت اور سکون کے رنگ واضح طور پر جھلک رہے تھے۔ میرے لئے یہ سب کچھ نیا اور ایمزنگ Amazing تھا۔ تبھی میں نے سوچا کہ جو مشورے میں نے اسے دیئے ہیں ان پر مجھے خود بھی تو عمل کرنا چاہئے ...... پھر میں نے بھی ایک فیصلہ کر لیا......اور پیاری ڈائری! پرسوں کی بات ہے جب سب رات کا کھانا کھا کر اٹھے تو امی نے مجھے کہا برتن دھو دو۔ اس وقت میرے ذہن میں کہانی کیلئے ایک نیا آئیڈیا کلبلا رہا تھا۔ میں نے معذرت کیلئے کسلمندی سے امی کی جانب دیکھا تو ان کی آنکھوں میں حکم کے بجائے التجائیہ سا تاثر پایا۔ چہرے پہ گویا ڈھیروں تھکن شام کے دھندلکے کی طرح اتری ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر مجھے امی پر ترس نہیں بلکہ پیار آنے لگا۔ میری امی سب کا کتنا خیال رکھتی ہیں۔ سارا دن کام کر کے رات کو سونے لیٹتی ہیں تو تھکن سے چور ہو چکی ہوتی ہیں۔ ہمیں ...... کم از کم مجھے ان کی قدر کرنی چاہئے۔ ان کے آرام کا خیال رکھنا چاہئے ...... کمال ہے نا ...... یہ خیال مجھے پہلے تو کبھی نہیں آیا تھا۔ یہ شاید اسی فیصلے کا اثر تھا اور میں نے نہ صرف برتن دھوئے بلکہ کچن صاف کیا، امی کو چائے بنا کر دی اور صبح کیلئے آٹا گوندھ کر رکھا۔ رات کو میں عشاء کی نماز پڑھ کر سونے لیٹی تو ایک نئی خوشی محسوس کر رہی تھی۔ اگلی صبح ناشتے سے قبل میں نے سب کی رضائیاں تہہ کر کے رکھیں۔ اپنے کپڑے سمیٹے پھر ناشتہ بنانے میں امی کی مدد کی۔ امی کیلئے "یہ سب" کچھ نیا تھا تو میرے لئے امی کی خوشی اور حیرانی نئی تھی۔ پھر فارس نے جب میرے بیگ سے بتائے بغیر میرا پین نکال لیا کیونکہ اس کا پین ٹوٹ گیا تھا اور آج اس کا ٹیسٹ تھا۔ اسے علم تھا کہ وہ مجھ سے پین مانگے گا تو میں نہیں دوں گی مگر میں وہ پہلے والی سائرہ کب رہی تھی۔ میں تو ایک نئی سائرہ بن چکی تھی۔ کتابوں کی دنیا سے نکل کر انسانوں کی دنیا میں رہنے کا ارادہ کر چکی تھی۔ مجھے پتا چلا تو میں اپنا پنسل باکس لے کر فارس کے پاس گئی اور اس سے پوچھا کیا اسے کسی اور چیز کی ضرورت ہے؟ فارس یہ سن کر شرمندہ ہو گیا اور سوری کر کے پین مجھے لوٹانے لگا۔ میرا مقصد اسے شرمندہ کرنا نہ تھا میں بولی ...... بیوقوف بہن بھائیوں میں یہ سب تو چلتا ہے مگر سوری اور تھینکس نہیں۔ فارس بھی میرے اس طرزعمل پر حیران رہ گیا مگر مجھے پتا ہے کہ شروع میں سب حیران ہوں گے پھر عادی ہو جائیں گے اور مجھ سے خوش رہنے لگیں گے۔ میرا کل اور آج کا باقی دن بھی دوسرے کی مدد کرتے اور چھوٹی چھوٹی خوشیاں چنتے گزرا۔ جتنی خوشی مجھے ان چند دنوں میں ملی ہے۔ پہلے بھلا کب ملی تھی۔ جیون انہی چھوٹی چھوٹی خوشیوں سے مل کر ہی تو بنتا ہے۔ ایسی خوشیاں قد میں چھوٹی ضرور ہوتی ہیں مگر طویل العمر اور پائیدار ہوتی ہیں۔ عمر بھر اپنے جیون کا رشتہ دوسروں کے ساتھ مضبوطی سے جوڑے رکھتی ہیں۔ پہلے پہل یہ خوشیاں محرک کا کام کرتی ہیں۔ پھر عادت بن جاتی ہیں اور اس کے بعد یوں فطرت کا حصہ بنتی ہیں کہ ان کے بغیر جینا بھی دشوار لگتا ہے۔ اب مجھے پتا چلا ہے کہ انسانوں کو پڑھنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ اب میرے مشاغل میں ایکدم سے دو کا اضافہ ہو گیا ہے۔ انسانوں کو پڑھنا اور ان کے کام آنا ان میں سے اول الذکر میرے لئے نشان راہ ہے اور اواخرالذکر میری منزل......

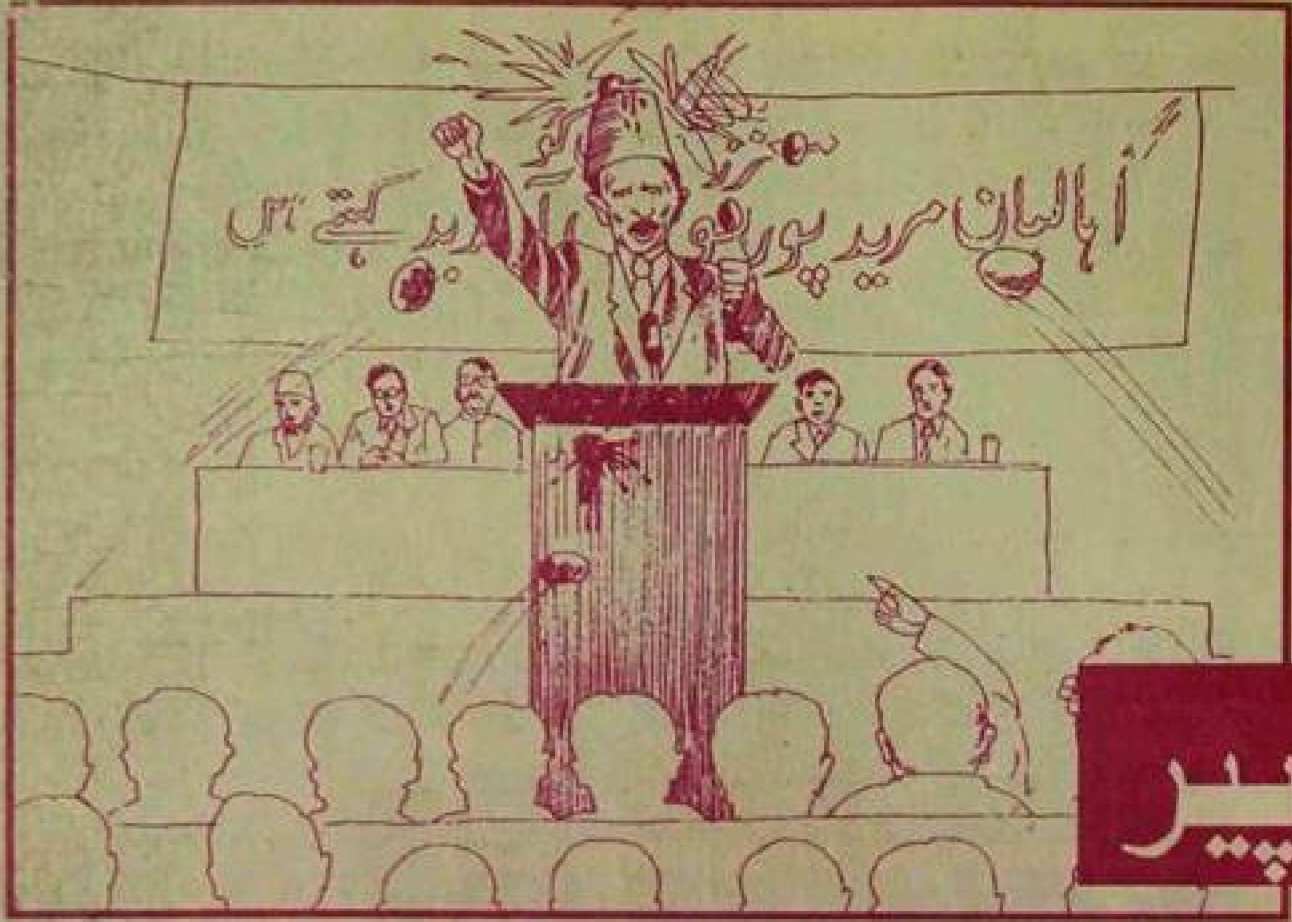

پطرس بخاری
انتخاب: حمیرا فاروق ۔سیالکوٹ

مرید پور کا پیر

ایک مقرر کا قصہ دل پذیر ایک روز اس کی دنیا اندھیر ہو گئی تھی

''حضرات! ہندوستان کے جس نامی اور بلند پایہ لیڈر کو آج کے جلسے میں تقریر کرنے کیلئے بلایا گیا ہے......''تقریر کا لفظ سن کر میں نے اپنی تقریر کے تمہیدی فقروں کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن اس وقت ذہن اس قدر مختلف تاثرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا کہ نوٹ دیکھنے کی ضرورت پڑی۔ جیب میں ہاتھ ڈالا تو نوٹ ندارد۔ ہاتھ پاؤں میں یکلخت ایک خفیف سی خنکی محسوس ہوئی' دل کو سنبھالا کہ ٹھہرو ابھی اور کئی جیبیں ہیں' گھبراؤ نہیں۔ رعشے کے عالم میں سب جیبیں دیکھ ڈالیں لیکن وہ کاغذ کہیں نہ ملا۔ تمام ہال آنکھوں کے سامنے چکرانے لگا۔ دل نے زور زور سے دھڑکنا شروع کیا۔ ہونٹ خشک ہوتے محسوس ہوئے۔ دس بارہ دفعہ تمام جیبوں کو ٹٹولا لیکن کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ جی چاہا کہ زور زور سے رونا شروع کر دوں۔ بے بسی کے عالم میں ہونٹ کاٹنے لگا۔ صدر جلسہ اپنی تقریر برابر کر رہے تھے۔''مرید پور کا شہر ان پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے ہر صدی اور ہر ملک میں صرف چند ہی آدمی ایسے پیدا ہوئے ہیں جن کی ذات نوع انسان کیلئے......''خدایا! اب میں کیا کروں گا؟ ایک تو ہندوستان کی حالت کا نقشہ کھینچنا ہے۔ نہیں اس سے پہلے یہ بتانا ہے کہ ہم کتنے نالائق ہیں۔ نالائق کا لفظ تو غیر موزوں ہو گا۔ جاہل کہنا چاہئے۔ یہ بھی ٹھیک نہیں۔ غیر مہذب۔

''ان کی اعلیٰ سیاست دانی۔ ان کا قومی جوش اور مخلصانہ ہمدردی سے کون واقف نہیں۔ یہ سب باتیں تو خیر آپ جانتے ہیں لیکن تقریر کرنے میں جو ملکہ ان کو حاصل ہے......''ہاں وہ تقریر کاہے سے شروع ہوتی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد پر تقریر۔ چند نصیحتیں ضرور کرنی ہیں لیکن وہ تو آخر میں ہیں۔ وہ بیچ میں مسکرانا کہاں تھا؟میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کے دل دہلا دیں گے اور آپ کو خون کے آنسو رلائیں گے۔

صدر جلسہ کی آواز نعروں میں ڈوب گئی۔ دنیا میری آنکھوں کے سامنے تاریک ہو رہی تھی۔ اتنے میں صدر نے مجھ سے کچھ کہا۔ مجھے الفاظ بالکل سنائی نہ دیئے۔ اتنا محسوس ہوا کہ تقریر کا وقت سر پر آن پہنچا ہے اور مجھے اپنی نشست سے اٹھنا ہے۔ چنانچہ ایک نامعلوم طاقت کے زیراثر اٹھا۔ کچھ لڑکھڑایا۔ لیکن پھر سنبھل گیا۔ میرا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ ہال میں ایک شور تھا۔ میں بیہوشی سے ذرا ہی ورے تھا اور نعروں کی گونج نہروں کے شور کی طرح سنائی دے رہی تھی جو ڈوبتے ہوئے انسان کے سر پر سے گزر رہی ہوں۔ تقریر شروع کہاں سے ہوتی ہے؟ لیڈروں کی خودغرضی بھی ضرور بیان کرنی ہے اور کیا کہنا ہے؟ ایک کہانی بھی تھی۔ بگلے اور لومڑی کی کہانی۔ نہیں ٹھیک ہے دو بیل۔اتنے میں ہال میں سناٹا چھا گیا۔ لوگ سب میری طرف دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سہارے کیلئے میز کو پکڑ لیا۔ میرا دوسرا ہاتھ بھی کانپ رہا تھا۔ وہ بھی میں نے میز پر رکھ دیا۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے میز بھاگنے کو ہے اور میں اسے روکے کھڑا ہوں۔ میں نے آنکھیں کھولیں اور مسکرانے کی کوشش کی۔ بصد مشکل میں نے یہ کہا کہ:''پیارے ہم وطنو!''

آواز خلاف توقع بہت ہی باریک اور منحنی سے نکلی۔ ایک دو شخص ہنس دیئے۔ میں نے گلے کو صاف کیا اور کچھ لوگ ہنس پڑے۔ میں نے جی کڑا کر کے زور زور سے بولنا شروع کیا۔ پھیپھڑوں پر یکلخت یوں زور ڈالا تو آواز بہت ہی بلند نکل آئی۔ اس پر بہت سے لوگ کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ ہنسی تھمی تو میں نے کہا۔

''پیارے ہم وطنو!''اس کے بعد ذرا دم لیا اور پھر کہا۔''پیارے ہم وطنو!''کچھ یاد نہ آیا کہ اس کے بعد کیا کہنا ہے۔ بیسیوں باتیں دماغ میں چکر لگا رہی تھیں لیکن زبان تک ایک نہ آتی تھی۔

''پیارے ہم وطنو!''اب کے لوگوں کی ہنسی سے میں بھنا گیا۔ اپنی توہین پر بڑا غصہ آیا۔ ارادہ کیا کہ اس دفعہ جو منہ میں آیا کہہ دوں گا۔ ایک دفعہ تقریر شروع کر دوں تو پھر کوئی مشکل نہ رہے گی۔''پیارے ہم وطنو! بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان کی آب و ہوا خراب یعنی ایسی ہے کہ ہندوستان میں بہت سے نقص ہیں۔ سمجھے آپ۔ (وقفہ ......) نقص ہیں۔ لیکن یہ بات یعنی امر جس کی طرف میں نے اشارہ کیا گویا چنداں سمجھ نہیں۔'' (قہقہہ)حواس معطل ہو رہے تھے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آخر تقریر کا سلسلہ کیا تھا۔ یکلخت بیلوں کی کہانی یاد آگئی اور راستہ کچھ صاف ہوتا دکھائی دیا۔''ہاں بات دراصل یہ ہے کہ ایک جگہ دو بیل اکٹھے رہتے تھے۔ جو باوجود آب و ہوا اور غیرملکی حکومت کے (زور کا قہقہہ)''

یہاں تک پہنچ کر محسوس کیا کہ کلام کچھ بے ربط سا ہو رہا ہے۔ میں نے کہا چلو وہ لکڑی کے گٹھے کی کہانی شروع کر دیں۔''مثلاً اب

لکڑیوں کے ایک گٹھے کو لیجئے۔ لکڑیاں اکثر مہنگی ملتی ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں افلاس بہت ہے۔ گویا چونکہ اکثر لوگ غریب ہیں۔ اسلئے گویا لکڑیوں کا گٹھا یعنی آپ دیکھئے نا کہ اگر......"

(بلند اور طویل قہقہہ) "حضرات! اگر آپ نے عقل سے کام نہ لیا تو آپ کی قوم فنا ہو جائے گی۔ نحوست منڈلا رہی ہے۔" (قہقہے اور شوروغوغا...... اسے باہر نکالو ہم نہیں سنتے)

"شیخ سعدی نے کہا ہے کہ

چواز قومی یکی بے دانش کرد

آواز آئی "کیا بکتا ہے؟" خیر اس بات کو جانے دیجئے۔ بہرحال اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

اس شعر نے دوران خون تیز کر دیا۔ ساتھ ہی لوگوں کا شور بھی بہت زیادہ ہو گیا۔ چنانچہ میں بڑے جوش سے بولنے لگا۔

"جو قومیں اس وقت بیداری کے آسمان پر چڑھی ہوئی ہیں، ان کی زندگیاں لوگوں کیلئے شاہراہیں اور ان کی حکومتیں چار دانگ عالم کی بنیادیں ہلا رہی ہیں۔ (لوگوں کا شور اور ہنسی اور بھی بڑھتی گئی) آپ کے لیڈروں کے کانوں پر خودغرضی کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔ دنیا کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ زندگی کے وہ تمام شعبے......" لیکن لوگوں کا غوغا اور قہقہے اتنے بلند ہو گئے کہ میں اپنی آواز بھی نہ سن سکتا تھا۔ اکثر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے اور گلا پھاڑ پھاڑ کر کچھ کہہ رہے تھے۔ میں سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ ہجوم میں سے کسی شخص نے بارش کے پہلے قطرے کی طرح ہمت کر کے سگریٹ کی ایک خالی ڈبیا مجھ پر پھینک دی۔ اس کے بعد چار پانچ کاغذ کی گولیاں میرے ارد گرد سٹیج پر آ گریں لیکن میں نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھا۔ "حضرات! تم یاد رکھو۔ تم تباہ ہو جاؤ گے۔" "تم دو بیل ہو......" لیکن جب بوچھاڑ بڑھتی ہی گئی تو میں نے اس نامعقول مجمعے سے کنارہ کشی سے مناسب سمجھی۔ سٹیج سے پھلانگا اور زقند بھر کے دروازے میں سے باہر رخ کیا۔ ہجوم بھی میرے پیچھے لپکا۔ میں نے مڑ کر پیچھے نہ دیکھا بلکہ سیدھا بھاگتا گیا۔ وقتاً وقتاً بعض نامناسب کلمے کانوں تک پہنچے۔ ان کو سن کر میں نے اپنی رفتار اور بھی تیز کر دی اور سیدھا سٹیشن کا رخ کیا۔ ایک ٹرین پلیٹ فارم پر کھڑی تھی۔ میں بے تحاشہ اس میں گھس گیا۔ ایک لمحے کے بعد وہ ٹرین وہاں سے چل دی۔ اس دن کے بعد آج تک نہ مریدپور نے مجھے مدعو کیا ہے نہ مجھے خود وہاں جانے کی کبھی خواہش پیدا ہوئی ہے۔

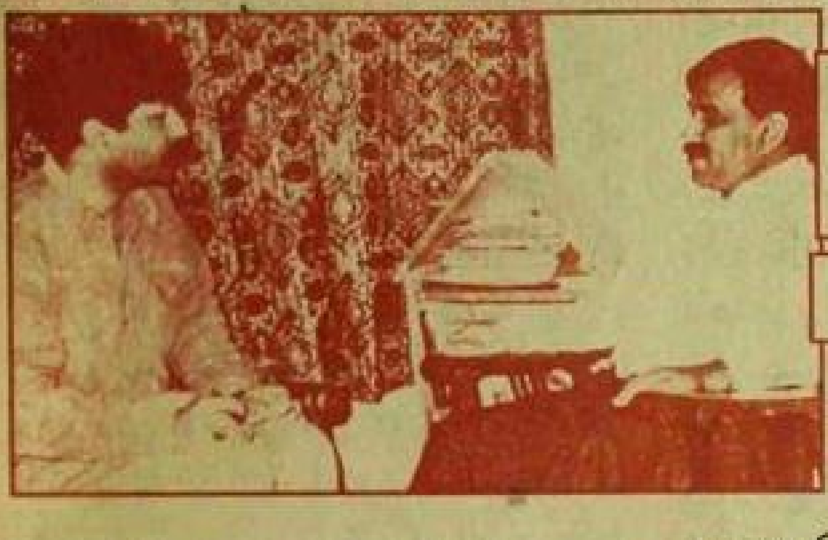

ایک گھنٹے کیلئے ادھر آجائیں آپ نے میرا "فیس ٹو فیس" کرنا ہے

جنرل سیکرٹری پھول کلب پاکستان ڈاکٹر اکرام الحق کی باتیں

ڈاکٹر غلام شبیر اعوان: منارہ

ٹیلیفون کی گھنٹی بجی، ریسیور اٹھایا، دوسری طرف ڈاکٹر اکرام تھے۔ رورل ہیلتھ سنٹر بوچھال کلاں کے سینئر میڈیکل آفیسر اور پھول کلب پاکستان کے جنرل سیکرٹری "شبیر صاحب! آپ نے میرا "فیس ٹو فیس" کرنا ہے آپ ایک گھنٹے کے لئے ذرا ادھر ہی آ جائیں۔ یہ اکرام صاحب کہہ رہے تھے۔ "فیس ٹو فیس"؟ کیا مطلب! بات میری سمجھ سے باہر تھی۔ تب اکرام صاحب نے پوری تفصیل سے بتلایا کہ "فیس ٹو فیس" پھول کا مقبول سلسلہ ہے اور اس سلسلے میں صرف وہی لوگ شریک ہو سکتے ہیں جن کی پھول کیلئے خدمات ہوں۔ پھول سے میرا تعارف صرف چند ماہ پہلے ہوا تھا۔ یہ تعارف بھی ڈاکٹر اکرام نے کروایا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ صرف آپ ایک بار پھول پڑھ لیں۔ پھر آپ ہر ماہ پھول کا انتظار کریں گے اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ اب مجھے ہر ماہ پھول کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ اتنے اچھے خوبصورت اور معیاری رسالے کے لئے ڈاکٹر اکرام کا انٹرویو کرنا میرے لئے بے حد فخر کی بات تھی۔ چنانچہ میں اگلے ہی گھنٹے ڈاکٹر اکرام صاحب کے پاس بیٹھا ان کا "فیس ٹو فیس" کر رہا تھا۔

☆......ڈاکٹر صاحب! آپ کا تعلق پھول سے کس طرح قائم ہوا؟ یہ میرا پہلا سوال تھا۔

دراصل میں اپنی بچیوں کیلئے معیاری رسالوں کی تلاش میں رہتا تھا۔ میں نے ہر رسالے کی ایک ایک سطر کا مطالعہ کیا۔ لیکن مجھے کوئی بھی رسالہ پسند نہ آیا۔ آخر ایک دن میری نظر پھول پر پڑی۔ میں نے پھول کا ورق پلٹا تو اداریہ سامنے تھا۔ شبیر صاحب یقین کریں۔ صرف اداریہ پڑھ کر میں نے اپنی بچیوں کیلئے پھول خریدنے کا فیصلہ کر لیا۔ میں پھول خود بھی پڑھتا تھا۔ مجھے پھول پڑھ کر اندازہ ہوا کہ پھول والے بچوں کی بھلائی کیلئے بہت کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی دوران میرے ایک غریب ملازم کے بیٹے شہباز مسیح کو بلڈ کینسر ہو گیا۔ آپ پھول پر میرے اعتماد کا اندازہ کریں کہ میں نے ننھے شہباز کی جان بچانے کیلئے نہ وزیراعظم سے درخواست کی اور نہ ہی صدر یا گورنر کو کوئی خط لکھا۔ میں نے صرف اور صرف پھول کو آواز دی اور ننھے شہباز کو موت کے پنجوں سے نکالنے میں پھول نے جو میرا ساتھ دیا وہ میں ساری زندگی فراموش نہیں کر سکتا۔ مجھے پھول پر مان تھا اور میرا مان پھول نے رکھ لیا۔

اکرام صاحب میں 1987ء سے آپ کو دیکھ رہا ہوں۔ کبھی آپ جشن آزادی کا پروگرام کروا رہے ہوتے ہیں اور کبھی پھول شو کبھی پولیو واک تو کبھی پھول پیرنٹس کونسل کی سالگرہ کا پروگرام آخر آپ یہ سب کچھ اکیلے کیسے کر لیتے ہیں۔ سمجھتے نہیں۔ شبیر صاحب! پہلے میں آپ کی تصحیح کر دوں کہ میں یہ پروگرام اکیلے بالکل نہیں کرواتا۔ میرے علاقے کے لوگ مثلاً حاجی اشرف، پروفیسر اظہاز، حاجی عبدالخالق، حاجی صادق، ملک عبدالغالب، ملک حاکم بھلیال، سعید، شاہد ناصر، ماسٹر فاروق، ملک افسر، حاجی صابر حاجی نواز عبدالقیوم اور اختر شہباز یہ سب لوگ اور پھر میرے محلے کے تمام لوگ میرے ساتھ ہوتے ہیں اور پھر سب سے بڑھ کر سعدیہ میری بہت زیادہ مدد کرتی ہے۔ بلکہ میرا آدھے سے زیادہ کام سعدیہ کرتی ہے۔ پھول کا کوئی بھی فنکشن ہو اگر سعدیہ بیمار بھی ہو تو پھر بھی پھول شو کا ہر کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مجھے شروع سے بچوں کیلئے کچھ کرنے کا شوق ہے اور یوں بچوں کیلئے جب بھی کوئی پروگرام کرواتا ہوں۔ مجھے بے حد سکون ملتا ہے۔

☆......آپ کو پھول میں کیا اچھا لگتا ہے؟ میرا اگلا سوال ذرا مشکل تھا۔

مجھے پھول کے سرورق سے لے کر آخری صفحے تک پھول کی ایک ایک سطر نقطہ اچھا لگتا ہے۔ البتہ بھیا کا اداریہ اور بیڈ ٹائم سٹوری رسالے کی جان ہوتی ہے اور میں سب سے پہلے یہی پڑھتا ہوں۔ پھول کے سلسلوں میں مجھے "ایڈیٹر ایک دن کی" والا سلسلہ بے حد پسند ہے۔ ایک یادگار دن گزارنے کا موقع مل جاتا ہے۔ بلکہ یہ ایک دن ان کی تربیت میں بے حد معاون ثابت ہوتا ہے یہ دن ان میں اعتماد پیدا کرتا ہے۔

پھول کے ساتھیوں میں سے آپ کو کس نے زیادہ متاثر کیا۔

شاید حلیم نے ایک بار ذکر کیا تھا کہ جس شخص کا مزاج پھول کے مزاج سے مختلف ہو وہ پھول کے ساتھ چل ہی نہیں سکتا اور پھول کے مزاج والے ہر پھول ساتھی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ پھول پیرنٹس کونسل کا ہر ممبر مجھے بہت یاد آتا ہے۔ پروفیسر نذیر صاحب اور ان کی بیگم مسز آمنہ صدیقی، عبدالخالق، اکرم زبیر صاحب عظمت شیخ صاحب، پروفیسر تنویر صاحب، نسیم اختر صاحب، یہ تمام لوگ بہترین انسان ہیں۔

ٹارگٹ

محمد عادل منہاج ۔۔ قسط نمبر 5

یہ...... یہ کیا کردیا تم نے ۔۔ شیرازی غصے سے بولا

مم...... میں سمجھا تھا کہ کوئی اندر آرہا ہے' ظفر گھبرا کر بولا

ہوا سے دروازہ ہلا اور تمہارے ہوش اڑ گئے' انتہائی ڈرپوک ہو تم' شیرازی بدستور غصے میں تھا

اچھا بس اب یہاں سے نکل چلو' کہیں واقعی کوئی نہ آ جائے' ظفر تیزی سے بولا' صبر کرو اب' شیرازی جھکا اور بوتل کے ڈھکن کی مدد سے گرا ہوا تیزاب تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی شیشی میں ڈالا اور شیشی بند کر کے جیب میں رکھ لی پھر دونوں تیزی سے لیب سے نکل گئے عمران سیٹھ جمال کی کوٹھی سے باہر نکلا' ساتھ ہی ایک کار بھی نکلی عمران سڑک پر چلا جا رہا تھا کہ اس کے قریب آ کر رک گئی

'بیٹھو عمران میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں' کار کا ڈرائیور بولا

ارے بہادر انکل آپ! عمران چونکا'' 'ہاں میں سیٹھ جمال کا ڈرائیور ہوں' بہادر خان بولا اور عمران اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔ 'گھر ہی جا رہے تھے نا؟ بہادر خان نے پوچھا' جی ہاں' عمران نے جواب دیا۔

ایک بات کہوں اگر برا مت مانو تو' بہادر خان بولا آپ ابا جان کے دوست ہیں' بھلا میں آپ کی بات کا برا کیوں ماننے لگا' عمران نے کہا۔ تم...... تم نے غلط فیصلہ کیا ہے' بہادر خان نے کہا۔ 'غلط فیصلہ...... کیا مطلب؟ عمران چونکا'

'سیٹھ جمال اچھا آدمی نہیں اور تم ایک شریف باپ کے بیٹے ہو۔ بہادر خان بولا اوہ! سمجھا...... بہادر انکل میں گزشتہ کئی عرصے سے اس شرافت ہی کی سزا بھگت رہا تھا۔ شرافت نے میرے باپ کو کیا دیا مجھے کیا دیا؟ عمران تلخ لہجے میں بولا۔

ایسا مت کہو...... مشکلات سے گھبرا کر ہتھیار ڈالنا بہادروں کا شیوہ نہیں دنیا میں سب آزمائے جاتے ہیں اور آزمائش میں پورا اترنا ہی اصل کامیابی ہے' بہادر خان بولا ہماری آزمائش بہت طویل ہوگئی تھی بہادر انکل اور پھر آپ خود بھی تو...... عمران کہتے کہتے رک گیا۔ میری بات مت کرو عمران میرا تو کوئی آگے ہے نا پیچھے اور پھر میں صرف ڈرائیوری کر رہا ہوں' تم ایک بھرے پرے گھر کے فرد ہو اللہ نہ کرے سیٹھ جمال کی وجہ سے تم لوگ کسی مشکل میں پڑ جاؤ' بہادر خان نے کہا۔ 'غربت سے بڑی کون سی مشکل ہوگی' عمران پھیکے انداز میں مسکرایا۔

'بہرحال میرا کام ہے سمجھانا اگر کبھی کسی مشکل میں گرفتار ہو تو اپنے انکل کو ضرور یاد کرلینا۔' بہادر خان اداس انداز میں بولا۔ عمران نے مسکرا کر سر ہلایا۔ اس کا گھر آ گیا تھا وہ نیچے اتر گیا۔ پی بی کیمیکلز کے مین گیٹ سے ایک ٹرک باہر نکلا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ دور کھڑے موٹر سائیکل سوار نے یہ منظر دیکھا اور وہ ٹرک کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔ فیکٹری سے خاصی دور اب ٹرک ایک ایسی سڑک سے گزر رہا تھا جس کے دونوں طرف درختوں کی قطاریں تھیں۔ موٹر سائیکل سوار نے وائرلیس پر کسی سے بات کی اور پھر ایک کلومیٹر کا فاصلہ مزید طے کرنے کے بعد ٹرک کے بریک لگے۔ سڑک کے بیچوں بیچ ایک جیپ کھڑی تھی ٹرک کے رکتے ہی جیپ سے چند سادہ لباس والے اترے اور ٹرک کی طرف بڑھے۔

'کیا بات ہے کون لوگ ہو تم ؟ ٹرک ڈرائیور نے

بیہوشی کی وجہ

امریکہ کے سائنسدانوں نے ایک خصوصی دھات سے ایسی باریک سلاخ تیار کی جو صرف خوردبین کی مدد سے نظر آتی تھی۔ انہوں نے اپنا رعب جمانے کیلئے اس سلاخ کو ترقی یافتہ ملکوں کے نمائندے کے طور پر جاپان بھیجا کہ دیکھیں ان کی کیا رائے ہے۔ جاپان میں دو ماہ تک یہ سلاخ رہی اور جب واپس آئی تو امریکن یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ جاپانیوں نے اس میں سوراخ بھی کر دیا تھا۔ اب وہ سلاخ ترقی پذیر ملکوں کے نمائندے کے طور پر پاکستان بھیجی گئی کہ دیکھیں وہ کیا کہتے ہیں۔ پاکستان سے وہ سلاخ دوسرے دن واپس بھیجی گئی۔ ایک سائنسدان نے سلاخ کا معائنہ کیا تو وہ کچھ نہ بتا سکا کیونکہ وہ بیہوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد دوسرے اور پھر تیسرے کے ساتھ بھی ہوا' بڑی مشکلوں کے ساتھ انہیں ہوش میں لایا گیا اور پوچھا "کیا وجہ ہے وہ سلاخ کو دیکھ کر بیہوش کیوں ہو گئے تھے۔ پہلا سائنسدان یہ کہہ کر دوبارہ بیہوش ہو گیا کہ پاکستان والوں نے اس پر "MADE IN PAKISTAN" لکھ دیا ہے۔

(طاہرہ جبین سموٹ چودھریاں)

پوچھا۔ ایک سادہ لباس والے نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ 'پولیس ہمیں ٹرک کی تلاشی لینی ہے۔' وہ بولا۔ 'پیر بخش کے ٹرک کی تلاشی! لگتا ہے آپ کو نوکری کرنے کا کوئی شوق نہیں۔' ڈرائیور کے برابر بیٹھا شخص بولا۔ 'بکومت اور نیچے اتر آؤ تم لوگ سامان چیک کرو۔' سادہ لباس والا نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا وہ ٹرک پر چڑھ گئے اور پیٹیاں کھولنے لگے۔ 'ہر پیٹی سے چار پانچ سیمپل نکال لو۔' اس نے ہدایت کی ان کی کارروائی آدھا گھنٹہ جاری رہی۔ انھوں نے ہر پیٹی سے دواؤں کی شیشیاں نکال کر جمع کرلیں۔ 'اس پر اپنے دستخط کرو۔' سادہ لباس والے نے نکالی جانے والی دواؤں کے نام اور ان کی تعداد کاغذ پر لکھ کر ڈرائیور اور اس کے ساتھی سے دستخط کروائے اور پھر وہ دوائیں لے کر اپنی جیپ میں روانہ ہو گئے.........

'یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟' کرنل مراد حیرت سے بولے ان کے سامنے میز پر ایک فائل پڑی تھی۔

'رپورٹ بالکل درست ہے سر پیر بخش کے ٹرک سے حاصل کی گئی ساری دوائیں بالکل ٹھیک ہیں۔ ان میں کوئی ملاوٹ نہیں' جلال خان نے کہا۔ 'مجھے یقین نہیں آ رہا پھر وہ ٹیلی فون......' کرنل مراد اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولے۔ 'مجھے تو یہ خود پیر بخش کی چال لگتی ہے۔ اس نے ہماری ریپوٹیشن خراب کرنے کی کوشش کی ہے۔' جلال خان بولا۔ 'مجھے نہیں لگتا ضرور کوئی گڑبڑ ہوئی ہے فون پر اطلاع دینے والے کا لب ولہجہ بتاتا تھا کہ وہ درست کہہ رہا ہے۔' کرنل مراد بولے۔ 'تو پھر ضرور مخبری ہوئی ہے' جلال خان نے کہا 'مخبری! مگر کس طرح فون مجھے ملا تھا اور میں نے تمہیں بتایا تھا اور تو کسی کو کچھ معلوم نہ تھا مخبر کون ہے میں یا تم؟' کرنل مراد نے اسے گھورا۔

'سر...... میں اس وطن سے غداری کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔' جلال خان سنجیدہ لہجے میں بولا۔ 'میں جانتا ہوں جلال خان......' کرنل مراد کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی 'ہیلو...... یس سر کرنل مراد بول رہا ہوں...... جی...... جی سر وہ میری ہی کارروائی تھی...... سر وہ کسی نے غلط اطلاع دی تھی آئی ایم سوری...... جی...... جی میں جانتا ہوں پیر بخش بہت مقبول شخص ہے' مگر سر...... مگر...... میری بات تو......' کرنل مراد تیزی سے بولے اور پھر تھکے تھکے انداز میں ریسیور رکھ دیا۔ 'خیر تو ہے سر؟' جلال خان پریشان ہو کر بولا۔ 'میری ٹرانسفر ہیڈ کوارٹر کردی گئی ہے...... ایس ایم درانی یہاں کا چارج لینے آئے ہیں' کرنل مراد نے سر کرسی کی پشت سے لگا دیا' 'یہ۔ یہ تو برا ہوا...... ہمارے سارے معاملات ادھورے رہ جائیں گے' جلال خان فکر مند ہو گیا' 'ہاں' کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے وقتی طور پر اگر باطل کو کوئی کامیابی مل جائے تو یہ اس کی فتح نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے فی الحال پیر بخش اور سیٹھ جمال کی رسی دراز ہو رہی ہے مگر ایک دن ایسا ضرور آئے گا وہ رسی ایسے کھنچے گی کہ دونوں کی گردنیں اس میں پھنس کر رہ جائیں گی...... میں واپس ضرور آؤں گا جلال خان' آج نہیں تو کل' کرنل مراد پر عزم لہجے میں بولے۔

کندھے پر کلاشنکوف لٹکائے ہوئے وہ لمبا تڑنگا شخص ایک اور دبلے پتلے شخص کو لئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ سامنے صوفے پر ایک موٹا تازہ شخص بیٹھا تھا چہرے پر گھنی داڑھی اور مونچھیں تھیں سر پر بڑا سا پگڑ تھا' 'پیر صاحب یہ ہے نعمان اسی نے اطلاع دی تھی' لمبا تڑنگا شخص بولا۔ 'ہوں' پیر بخش نے اسے گھورا' اور کہا 'تمہیں کیسے پتہ چلا کہ آج ٹرک پر چھاپہ پڑنے والا ہے؟' پیر بخش نے پوچھا۔ 'پیر صاحب دراصل سیٹھ جمال کے آدمی سکندر سے میری جان پہچان ہے اس نے حیلوں بہانوں سے مجھ سے پتہ چلانے کی کوشش کی تھی کہ جعلی دواؤں کا ٹرک کس روز نکلے گا میں سمجھ گیا کہ وہ کیا چاہتا ہے لہذا میں نے اسے غلط دن بتا دیا' نعمان نے تفصیل بتائی۔

'ہوں' اور تم نے سکندر سے اس کام کے کتنے پیسے لئے تھے؟' پیر بخش نے پوچھا' 'پیسے جی پیسے تو......' نعمان گھبرا کر کہتے کہتے رک گیا۔ 'بکواس مت کرو اور سچ بتاؤ' پیر بخش گرجا

'جی...... وہ پچاس ہزار روپے مگر جناب میں نے اسے ساری اطلاعات غلط دی ہیں میں بھلا آپ سے بے وفائی کر سکتا ہوں' نعمان جلدی سے بولا۔ 'ہوں' ٹامی اسے خاص انعام سے نوازو اس نے بہت بڑا کارنامہ کیا ہے اسے خاص انعام ملنا چاہئے' پیر بخش معنی خیز لہجے میں بولا۔ 'جو حکم پیر صاحب' لمبا تڑنگا شخص ٹامی بولا اور نعمان کو اشارہ کیا دونوں کمرے سے نکل گئے جلدی ایک فائر کی آواز گونجی' 'آج تم نے پچاس ہزار میں غلط اطلاع دی ہے تو کل پچاس لاکھ میں درست اطلاع بھی دے سکتے تھے...... ہنہ......' پیر بخش نے منہ بنایا'

'تم بھی لگتا ہے تھکے ہوتے جا رہے ہو سکندر' سیٹھ جمال منہ بنا کر بولا' 'میں مانتا ہوں سر کہ سکندر سے تھوڑی سی غلطی ہو گئی اور غلط آدمی پر اعتبار کر بیٹھا' پیر بخش کے آدمی نے مجھے غلط اطلاع دی مگر اس غلط اطلاع نے ہمیں صحیح اطلاع سے زیادہ فائدہ پہنچایا ہے' سکندر بولا 'کیا مطلب!' سیٹھ جمال چونکا' 'مطلب یہ کہ غلط چھاپے کی وجہ سے اس انٹیلی جنس آفیسر کا تبادلہ ہو گیا ہے جو ہمارے پیچھے پڑا ہوا تھا' سکندر نے بتایا' 'اوہ! ویری گڈ' یہ تو بہت اچھا ہوا' سیٹھ جمال خوش ہو کر بولا 'یقیناً اس سے ہمیں خاصا سکون ملے گا' سکندر بولا'

'چلو خس کم جہاں پاک ہاں یہ بتاؤ وہ لڑکا عمران کیسا چل رہا ہے؟' سیٹھ جمال نے پوچھا' 'ٹھیک جا رہا ہے' دو پھیرے لگا چکا ہے' تھوڑا اور ٹرائی کر لوں تو پھر اسے دوسرے کام بھی سونپے جا سکتے ہیں' سکندر بولا اور سیٹھ جمال سر ہلانے لگا'

سیٹھ جمال کی لمبی سی کار اس کے بنگلے سے باہر نکلی بہادر خان کار ڈرائیو کر رہا تھا اور برابر میں سکندر بیٹھا تھا' 'تو آج سیٹھ جمال کا چھوٹا بھائی واپس آ رہا ہے' بہادر خان بولا 'ہاں باہر سے بزنس کی ڈگری لے کر' سکندر بولا 'اگرچہ اس کو ڈگری کی کوئی خاص ضرورت نہیں' بہادر خان ہنسا 'ظاہر ہے یہ سب تو بس دکھاوے کے لئے ہوتا ہے ورنہ یہ لوگ کونسا خود کام کرتے ہیں' سکندر بولا' 'تمہاری بہن کیسی ہے' کیا نام ہے اس کا...... طاہرہ' بہادر خان نے پوچھا' 'ٹھیک ہے بس اس کی شادی ہو جائے تو پھر میں یکسو ہو کر اپنے مشن پر کام کروں' سکندر بولا 'کوئی رشتہ ملا؟' بہادر خان نے پوچھا 'نہیں تم بھی ذرا کوشش کرو' سکندر نے کہا' 'ایک بات کہوں اگر برا نہ مانو' بہادر خان بولا۔ 'میں نے تمہاری بات کا کبھی برا مانا ہے' 'ایک تم ہی ہو جو میرے بارے میں سب کچھ جانتے ہو' سکندر بولا' 'عمران کو اس دلدل سے نکال دو وہ اچھا لڑکا ہے' بہادر خان بولا' 'وہ سیٹھ جمال کے بھتیجے شاہد کے ذریعے آیا ہے اور ابھی میں سیٹھ جمال کو کوئی شک نہیں ہونے دینا چاہتا' بہرحال میں کوشش کروں گا کہ اسے زیادہ لمبے چکر میں نہ الجھاؤں' سکندر بولا اسی وقت کار پر تڑا تڑ فائرنگ ہو گئی گولیاں کھڑکی کے شیشے توڑتی ہوئی سکندر کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ (باقی آئندہ)

شانِ شہید

ڈاکٹر اظہر اے انور

"نمستے مہاراج" کے الفاظ نے بشیر کے نیم خوابیدہ ذہن کیلئے تازیانہ کا کام کیا۔ اس کی چھٹی حس جس خلش کی طرف اشارہ کر رہی تھی وہ آخر اس کے ذہن نے پا لی تھی۔ مسلمان کے روپ میں جس بزرگ شخص نے انہیں چھوہارے اور دودھ پلایا تھا وہ تو ایک ہندو تھا۔ اسی لئے ملاقات پر اس کی آنکھوں اور چہرے پر گرمجوشی اور محبت مفقود تھی جو اداکاری کے باوجود وہ پیدا نہیں کر پایا تھا۔

بے دھیانی میں بشیرا اور اس کا ساتھی فریب کا شکار ہو کے اس ہندو کی قید میں تھے۔ بشیر کے ذہن میں بس یہ الجھن مسلسل تیر رہی تھی کہ یہ ہندو ایسا سب کچھ کر کے آخر ان سے چاہتا کیا تھا۔ ذرا سے لمحوں میں یہ سب باتیں بھی ناتوانی کے شکار بشیر کو مکمل ہوشمند کرنے میں کامیاب نہیں ہو پائی تھیں۔ دفعتاً بشیر کو لگا کر اس بزرگ کی جھکی کمر بھی اب تنی ہوئی تھی یعنی یہ ہندو کوئی بزرگ شخص نہیں تھا۔ بس اس کا روپ اپنائے ہوئے تھا۔ اس سے آگے بشیر سے کچھ بھی سوچا نہ جاسکا' اس کے منہ سے ایک دلخراش چیخ ابل پڑی تھی۔ مکار ہندو نے اپنے نوکدار جوتے سے نیم جاں بشیر کے ایک پہلو پہ زوردار ضرب لگائی تھی۔ پہلی ضرب کے بعد پے در پے پڑنے والی ضربوں کے درد کی شدت میں دوبارہ بیہوش ہوتے سے بشیر کے کانوں نے غراتے ہندو کے پھولے ہوئے سانسوں میں ادا ہونے والے یہ جملے ضرور سنے تھے کہ مسلے چلے تھے ہمیں شکار کرنے ہم اگر اتنے ہوشیار نہ ہوں تو تم لوگ تو ہمیں کچا ہی چبا جاؤ' کیا سمجھتے ہو' بھانہ کو مار کے تم نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ اس سے بھی بڑا کارنامہ تمہیں تلاش کرنا ہے۔ بھانہ کے قاتل کو کیفرکردار تک پہنچانا ہی میرا مشن تھا' بڑا آئے تھے نئے مجاہد تلاش کرنے۔ درد کی شدت سے بیہوشی کی وادی میں اترتے بشیر کو ان جملوں نے ہلا کے رکھ دیا تھا۔ بشیر کو کئی گھنٹوں کے بعد دوبارہ ہوش آیا تو اس کا سارا جسم کچے پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ نیم تاریکی میں ہاتھ پاؤں چلاتے بشیر کو اچانک اپنے ہاتھوں پر کسی چپچپاہٹ کا احساس ہوا اور ایک نامانوس سی بو نتھنوں سے ٹکرائی' وہ بے اختیار اٹھ بیٹھا' اس کا جسم کسی گوند جیسی چیز سے لت پت ہو رہا تھا۔ پیر کی بندش کی پروا نہ کرتے ہوئے وہ اٹھ کر ادھر ادھر لپکا تو جیسے کسی چیز سے ٹھوکر کھا کے نیچے گر پڑا۔ اس نے ہاتھوں سے ٹٹولا تو ایک ٹھنڈا اکڑا ہوا انسانی جسم پایا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور نیلی آنکھوں والا وہ شخص دو افراد کی ہمراہی میں اندر داخل ہوا' شام کی ہلکی روشنی میں بشیر نے اکڑے ہوئے انسانی جسم کو ڈرتے ڈرتے دیکھا تو اپنے ہمراہی کو مکمل ذبح شدہ حالت میں پایا۔ اسی کا خون ہی چاروں اور پھیلا ہوا تھا۔ دہشت اور خطرے کے گہرے احساس نے بشیر کی خوابیدہ ساری حسیات کو کسی جنگلی درندے کی طرح بیدار کر دیا۔ اپنی ساری تکالیف بھول کر وہ اپنی آنکھوں میں پھیلنے والی نمی کو ضبط کرنے میں لگ گیا۔

عیار ہندو نے اپنے ساتھیوں سے کہا' رات پھیلتے ہی اسے یہاں سے شفٹ کرتا ہے۔ بھانہ چوراسیہ کے اس قاتل سے وہ سلوک کیا جائے گا کہ اس کی آنے والی نسلیں بھی دہشت سے کانپ کانپ جائیں گی۔ اگر اس کا ایک ساتھی ہم سے تعاون نہ کرتا تو یہ خطرناک بچھو کبھی بھی پکڑا نہ جا سکتا۔ مغلظات کے طوفان نے بشیر کو یہ تو بتا دیا کہ اب کے بار وہ بھی اپنے کسی غدار ساتھی کی مخبری کا نشانہ بنا ہے اور نتیجے میں برپا ہونے والی قیامت کا وہ ابھی سے ہی ادراک کر سکتا تھا۔ کسی مردہ بکرے کی طرح شہید مجاہد کو گھسیٹ کر ایک طرف پھینکا گیا' بشیر کے دونوں ہاتھ کس کر پیچھے باندھ دیئے گئے' دونوں ٹانگوں کو بھی باندھ دیا گیا اور ڈنڈا ڈولی کرتے ہوئے باہر لا کر ایک خچر کی پشت پرلاد دیا گیا۔ بشیر نے دیکھا کہ مقامی آبادی کے آخری کنارے پر بنا یہ ٹوٹا پھوٹا گھر ایک لحاظ سے آبادی سے علیحدہ ہی تھا۔ رات کے اس اندھیرے میں رب کے سوا کون بشیر کی مدد پرقادر ہو سکتا تھا۔ خچر پر بشیر کو اوندھے منہ اس طرح لادا گیا تھا کہ دور سے وہ کسی بوری کی مانند ہی لگتا تھا اس کے اوپر ایک موٹا سا کپڑا ڈال کے ایک سوار بھی بیٹھ گیا تھا۔ خچر کے ہر قدم کے ساتھ اذیت اور

تکلیف کا احساس بشیر کو ہلاک کر رہا تھا۔ دو ایک بار اس نے شور مچایا تو سوار نے اس کا منہ بھی مضبوط کپڑے سے باندھ دیا۔ جلد ہی بشیر مکاں اور لامکاں کے مسئلے سے نجات پا گیا۔ اسے نہیں پتہ کہ اس کا سفر کتنے گھنٹوں یا رات کے کتنے پہروں تک محیط تھا۔

ہوش آنے پر رات کے کسی پہر بشیر کو شدید سردی کا احساس ہوا۔ اس کے اوپر ڈالا گیا موٹا کپڑا بھی موسم کی برفانی ہوا کو روکنے میں ناکام تھا۔ پھر اچانک بادل گرجا اور موٹی موٹی بوندوں نے بشیر کی بے بسی کو آخر تک پہنچا دیا۔ اس کے دانت بجنے لگے۔ ہاتھ پاؤں سن سے ہو گئے۔ اس کے صیادوں نے آپس میں کوئی گفتگو کی اور اپنا راستہ چھوڑ دیا۔ موسلادھار بارش میں تینوں خچر کسی پناہ کی تلاش میں تھے۔ پھر کسی لمحے بشیر کے کانوں نے کتوں کی خوفناک آوازیں سنیں۔ بھونکتے کتوں نے کہیں دور سے ان اجنبی سواروں کی بو پالی تھی اور اب ان کی آوازیں ہر ساعت قریب سے قریب تر ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ سواروں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ پیشتر اس کے کہ وہ اپنا کوئی لائحہ عمل اختیار کرتے۔ چار پانچ گرانڈیل کتے ان پر پل پڑے۔ ایک کتے نے بشیر والے خچر کی دم کو زور سے کاٹا اور دوسرا بشیر کے لٹکتے پاؤں سے نبردآزما ہو گیا۔ موٹے کپڑے نے بشیر کی ٹانگوں کو تو اس عفریت سے محفوظ رکھا لیکن خچر تکلیف اور دہشت سے بے قابو ہو چکا تھا۔ وہ دولتیاں جھاڑتا ہوا بگٹٹ بھاگ کھڑا ہوا۔ ایسے کسی لمحے سوار بری طرح نیچے گرا' بوری کی طرح لٹکے بشیر کا سارا توازن خراب ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں کیسے وہ گرنے سے محفوظ رہا تھا۔ اس کے دونوں پاؤں بار بار پتھریلی زمین سے چھو رہے تھے اور اپنی پوری بساط کے مطابق بشیر انہیں اوپر اٹھانے پر مجبور تھا۔ اس کا ایک شانہ خچر کی زین سے کسی طرح الجھ گیا تھا اور یہی رکاوٹ اسے زمین پر گرنے سے روک رہی تھی۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی چیخیں نکل رہی تھیں۔ موت کی آہٹ اسے اپنے کانوں کے پاس ہی محسوس ہو رہی تھی۔ اندھیرے میں بدحواس تینوں ہندو چیخ و پکار کرتے ہوئے اپنے آخری حربے فائرنگ میں مصروف تھے اور مجبوراً اس ویرانے میں اپنی موجودگی بالآخر آشکار کر بیٹھے تھے۔ فائرنگ سے کتے بھی دبک سے گئے تھے۔ ان کے حملے کی تیزی ختم ہو گئی تھی اور وہ اب دور دور سے غرا رہے تھے لیکن ان سب باتوں سے بے نیاز بشیر والا خچر اندھا دھند بھاگ رہا تھا' پھر کسی پتھریلی چٹان کے پھسلواں رستے سے خچر بری طرح رپٹا' سنبھلنے کی کوشش میں وہ بری طرح الٹا اور بشیر سمیت کئی قلابازیاں کھاتا ہوا' گھسٹتا' رگڑیں کھاتا ڈھلواں پر پھسلتا چلا گیا۔ ہاتھ پاؤں بندھے والا بشیر کسی بوری کی طرح پتھروں سے ٹکراتا کسی کھائی میں اس طرح گرا کہ اس کے اوپر خچر کا دھڑ گر کے ساکت ہو گیا تھا۔ خچر بے حس و حرکت تھا۔ گرتے لمحے کسی پتھر کی مہلک چوٹ نے اس نے زندگی سے بیگانہ کر دیا تھا۔ نوکیلے پتھروں نے بشیر کے سارے جسم کو چھید کے رکھ دیا تھا۔ اس کی پشت اور رانوں سے کئی جگہ سے گوشت اڑ سا گیا تھا۔ اس کا ایک بازو کئی جگہ سے ٹوٹ گیا تھا۔ خچر کے بوجھ نے بشیر کی رہی سہی جان نکال دی تھی۔ ہاتھوں کی بندشیں کسی طرح اپنے آپ ڈھیلی سی ہو گئی تھی لیکن ٹوٹے بازو کو بشیر ہلانے پر بھی تیار نہ تھا۔ اسی نئی افتاد میں آخری بار جو آوازیں بشیر کے کانوں تک پھر پہنچیں وہ پھر بھونکتے کتوں کی تھیں۔ اپنی اس عجیب بے بسی والی موت پر بشیر کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں' وہ اپنی ساری اذیتیں بھول بھال کر مولا سے رحم اور رحمت کی دعا میں یکسو ہو گیا۔ لحہ بہ لحہ کتوں کی آوازیں قریب تر ہوتی چلی گئیں۔ ان کے بھاگنے کی آوازیں بھی اب صاف سنائی دینا شروع ہو گئی تھیں۔ بشیر آنکھیں بند کئے' خچر کے بوجھ تلے دبا کراہ رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ گرانڈیل کتے کسی بھی ساعت اسے بھنبھوڑ سکتے ہیں۔ پھر اسے یوں لگا کہ جیسے اس پر سے بوجھ سرک رہا ہو' اب اسے سپیدہ سحری نظر آیا تو اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ہانپتے غراتے کتوں کے ساتھ کئی اجنبی ہمدرد چہروں کو اپنے ارد گرد کھڑا پایا۔

بشیر کو بندشوں میں جکڑا پا کر وہ سب حیران ہو گئے۔ اب تک بشیر پتہ نہیں کیسے اتنی چوٹیں اور اذیتیں ضبط کئے ہوئے تھا۔ ہمدرد ہاتھوں میں آتے ہی وہ نیم جاں سا ہو گیا۔ گذشتہ کئی گھنٹوں سے وہ مسلسل موت سے نبردآزما رہا تھا۔

کتے اس راستہ سے ملحق ایک چھوٹی سی بستی کے تھے' سدھائے ہوئے تینوں خچر تاریکی میں بھی سفر کرنے میں ٹرینڈ تھے' بس کتوں کا سامنا کرنے میں ٹرینڈ نہیں تھے۔ اجنبی بو پاتے ہی کتے لپکے چلے آئے۔ تاریکی میں اس علاقے میں سفر کوئی شدید ضرورت کے بغیر نہیں کر پاتا تھا۔ کتوں کو اجنبیوں کی بہت اچھی پہچان تھی۔ اپنے علاقے لوگوں سے تو وہ کبھی بھی تعرض نہیں کرتے تھے۔ کتوں کے بے چین ہونے اور پھر بھاگ اٹھنے نے ان کشمیریوں کو بھی مشکوک کر دیا۔ وہ بھی ڈنڈے سوٹوں سے لیس ہو کر کتوں کے پیچھے ہو لئے مگر ان کے پہنچنے تک معرکہ مکمل ہو چکا تھا۔ جنگلی درندوں جیسے یہ کتے مشکوک لوگوں کا راستہ کاٹنے میں کامیاب رہے تھے۔ وہاں سوائے ایک زخمی خچر کے اور دو مردہ کتوں کے کچھ بھی نہ تھا۔ فائرنگ سن کر مقامی کشمیری بھی چونک اٹھے تھے۔ مگر ان کے پہنچنے تک کتے اپنا کام دکھا چکے تھے۔ دونوں کتے فائرنگ کا نشانہ بنے تھے۔ کچھ دور بشیر کے خچر کا سوار بھی مردہ حالت میں مل گیا۔ کسی نوکیلے پتھر نے گرتے سے اس کا بھیجا باہر نکال دیا تھا۔ تیسرا خچر بھی لنگڑاتا ہوا خوفزدہ حالت میں ایک کھڈ سے برآمد ہو گیا لیکن دو سوار غائب تھے۔ پھر کتے زخمی بشیر تک مقامی کشمیریوں کو لے آئے اور اسے دیکھتے ہی انہیں اس کے مظلوم ہونے کا پختہ یقین ہو گیا تھا۔ دو دنوں کے مجوزہ ریکی پروگرام کے بعد جب بشیر اور اس کا ہمراہی واپس نہ پہنچے تو امیر کی ہدایت پر تین مجاہد معاملات جانچنے پہلی بستی پہنچے مگر وہاں پہنچ کر بھی ڈور کا کوئی سرا ہاتھ میں نہ آیا۔ دونوں تو سرے سے وہاں پہنچے ہی نہیں تھے ہاں ان کا بے صبری سے انتظار ضرور کیا جاتا رہا تھا۔

پھر باتوں ہی باتوں میں کسی نے انہیں بتایا کہ گاؤں کے آخری حصہ کا ایک مکان کچھ دنوں سے خالی ہے اور کچھ دنوں سے ایک پراسرار سی بھینی بھینی خوشبو اس مکان کے چاروں اور پھیلی رہتی ہے۔ یہ مکاں کا مالک اک روز چند دنوں کا کہہ کر قریبی شہر چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے واپس نہیں آیا۔ مجاہد اس مکاں تک پہنچے' خوشبو کا منبع جاننے کیلئے وہ بے چین ہو گئے' دل ہی دل میں ایک بے کلی سی ہو رہی تھی۔ متفقہ فیصلے کے بعد مکان کھولا گیا تو وہاں سامان نام کی کوئی چیز بھی نہ تھی ہاں اک کمرے میں شہید مجاہد کی تر و تازہ میت ضرور مل گئی۔ خوشبو اسی میت سے پھوٹ رہی تھی اور کھلے تنگ سے روشندان کے ذریعے ساری قریبی فضا تک پھیلی ہوئی تھی۔ جو کام اپنے جیتے جی شہید نہ کر پایا تھا کہ شہادت کے بعد اس کی میت نے سرانجام دیا۔ وہ نوجوان جو تذبذب کے عالم میں تھے اس معجزے کو دیکھ کر آنکھیں بند کر کے جہاد کے راستے کے مسافر ہو گئے۔ بشیر کے اغوا کا سراغ پاتے ہی قریبی ساری آبادیوں میں ڈھنڈیا پٹ گئی مگر کچھ خبر نہ مل سکی' پھر اگلے روز کسی نے کتوں کے معرکوں اور ایک زخمی مظلوم کی بازیابی کی خبر دی تو مجاہد بے اختیار اس بستی کی جانب روانہ ہو گئے۔ زخمی بشیر اور اس کے محب ساتھیوں کی ملاقات اور محبت نے وہاں موجود بھی کو آب دیدہ کر دیا تھا۔

آپ کے چہرے کی رونق بڑھے گی

پسند

ڈاکٹر مریض سے تمہاری بیماری کا علاج یہی ہے کہ تم پھل کھانے سے پہلے اس کے چھلکے بھی کھاؤ۔ ویسے تمہارا فیورٹ پھل کون سا ہے۔

مریض اطمینان سے: ''ناریل''

(نورین فاضل - عیدگاہ ضلع لیہ)

ایک کام ایسا

لڑکا (اپنے دوست سے) ''ایک کام ایسا ہے جسے میرے سوا کلاس کا کوئی لڑکا نہیں کر سکتا حتیٰ کہ میرے اساتذہ بھی نہیں کر سکتے۔''

''وہ کیا؟'' دوست نے حیرت سے پوچھا۔

''میری لکھائی کو پڑھنا'' جواب ملا۔

(عاصمہ مبارک - فیصل آباد)

ملیریا

ایک شخص کافی عرصے سے نیم حکیموں سے علاج کراتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا۔ آخرکار وہ ایک سندیافتہ ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس کی ملاقات سب سے پہلے ڈاکٹر کے کمپاؤنڈر سے ہوئی۔ مریض نے کمپاؤنڈر سے کہا ڈاکٹر صاحب سے میری سفارش کر دینا میں کافی عرصے سے علاج کرواتا رہا ہوں۔ میرا واسطہ ایسے اناڑی ڈاکٹروں سے پڑا ہے جن کے پاس جانے والے مریضوں کی تشخیص ملیریا کی گئی اور وہ بیچارے نمونیا سے فوت ہوئے۔ کمپاؤنڈر نے مریض کو تسلی دیتے ہوئے کہا آپ فکر نہ کریں ہمارے ڈاکٹر صاحب ایسے نہیں ہیں۔ ان کے پاس جو ملیریا کے مریض آتے ہیں وہ ملیریا سے ہی مرتے ہیں۔

(اسماء خان - فیصل آباد)

دکان

پہلا دوست: تمہارا بھائی کیا کر رہا ہے آج کل۔

دوسرا دوست: میرے بھائی نے دکان کھولی تھی۔

پہلا: کیسی چل رہی ہے۔

دوسرا: معلوم نہیں۔

دوسرا: کیوں بھائی سے ملاقات نہیں ہوتی کیا؟

پہلا: ہوتی ہے وہ چھ ماہ سے جیل میں ہے۔

دوسرا (حیرانی سے) وہ کیوں؟

پہلا: اس نے ہتھوڑے سے دکان کھولی تھی۔

معصومیت

ایک ماں اپنے بچے کو بے تحاشا دعائیں دے رہی تھی تو بچے نے بڑی معصومیت سے کہا ماں اتنی دعائیں نہ دو میں کہ جنت سے بھی آگے نکل جاؤں۔ (محمد اکمل شاد مہر - P/O عالوگوٹھ بستی کوٹ کمال خان مہر)

لڑائی کا شوق

گاڑی میں مسافر سفر کر رہے تھے ایک کہہ رہا تھا کہ کھڑکی کھول دو اور ایک کہہ رہا تھا کہ کھڑکی بند کرو سردی ہے آخر ایک اور مسافر اٹھ کے آیا کہ لڑتے کس بات پر ہو کھڑکی میں تو شیشہ ہی نہیں ہے۔

(فرخندہ بتول - کندیاں ضلع میانوالی)

''حاضر جوابی''

ایک صاحب ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ان سے اگلی سیٹ پر ایک خاتون بیٹھی تھی۔ انہوں نے نہایت عمدہ اور نفیس پرفیوم لگائی ہوئی تھی۔ وہ صاحب کافی دیر تک اس خوشبو سے محظوظ ہوتے رہے۔ ایک سٹیشن پر جب وہ خاتون اترنے لگیں تو ان صاحب نے قریب جا کر پوچھا۔ محترمہ کیا آپ مجھے اس پرفیوم کا نام بتا سکتی ہیں جو آپ نے استعمال کیا ہوا ہے؟ میں اپنی بیگم کیلئے خریدنا چاہتا ہوں۔ اس خاتون نے حاضر جوابی سے جواب دیا اگر میں آپ کی جگہ ہوتی تو کبھی بھی یہ سوال نہ کرتی کیونکہ پھر میری بیوی سے بھی ہر آدمی یہی سوال پوچھتا ''آپ کونسا پرفیوم استعمال کرتی ہیں۔''

(عدنان حسن عابدی - کراچی)

اتنی مہریں

ایک دیہاتی اس خیال میں تھا کہ خود کوئٹہ جائے یا خط بھیجے۔ اس نے سوچا کہ خط بھیجنے میں چالیس پیسے لگتے ہیں اور اگر خود جاتا ہوں تو پچاس روپے کرایہ خرچ ہو گا۔ سوچتے سوچتے اس نے ایک ترکیب نکالی۔ کیوں نہ خود ڈاک کے ذریعے کوئٹہ پہنچ جاؤں۔ چنانچہ وہ تیار ہو کر ڈاکخانے گیا اور چالیس پیسے کا ٹکٹ ماتھے پر لگا کر اس نے اپنا سر لیٹربکس میں ڈال دیا۔ ڈاکیہ آیا تو اس نے دیکھا کہ ایک شخص لیٹربکس میں منہ ڈالے ہوئے ہے۔ ڈاکیہ سمجھا وہ ڈاک چرانا چاہتا ہے۔ اس نے جوتا اتار کر اس شخص کو مارنا شروع کر دیا۔ جب وہ پانچ چھ جوتے لگا چکا تب دیہاتی بولا۔ ٹکٹ تو میں نے ایک لگایا ہے اور آپ مہریں اتنی لگائے جا رہے ہیں۔

(احسان محمود نیچو - ناروال)

چار بیویاں

ایک شخص نے اپنے دوست سے کہا ''میں دیکھ رہا ہوں تم آج کل گھر سے زیادہ باہر رہتے ہو''

آخر وجہ......؟

''اور تو کچھ نہیں، گھر پر چار بیویاں ناک میں دم کر دیتی ہیں۔''

دوست نے کہا: ہوں۔ تو تمہاری چار بیویاں ہیں؟ نہیں بھئی۔ میری تو ایک بھی نہیں، سب دوسروں کی ہیں۔ ایک میرے باپ کی، ایک میرے بھائی کی، ایک میرے دادا کی اور ایک میرے نانا کی۔

(سبطین احمد شاہد سیال - خانیوال)

قابل دید

نئی نویلی دلہن نے اپنے شوہر سے کہا ''آج رات جب میں کھانا کھانے کی میز پر رکھوں تو کیا کہوں کہ کھانا نکال دیا ہے یا یہ کہوں کہ کھانا اتار دیا ہے؟ شوہر نے جواب دیا اگر کل جیسا کھانا ہو تو صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ کھانا گرا دیا ہے۔

توہین

قصاب نے آج میری بڑی توہین کی۔

''وہ کس طرح؟''

میں نے اس سے کہا کہ آٹھ آنے کے چھیچھڑے دے دو، وہ کہنے لگا 'کاغذ میں لپیٹ دوں یا تم یہیں کھاؤ گے۔

(سبطین احمد شاہد - سیال)

چھوٹا تحفہ

ننھی عائشہ (اپنی امی سے): امی! میں اپنی دوست کو اس کی سالگرہ پر کیا تحفہ دوں؟

امی: رومال دے دو۔

عائشہ: وہ بہت چھوٹا ہو گا۔

امی (جل کر): تو پھر بوری دے دو۔

(محمد اعظم شہزاد - حاصل پور)

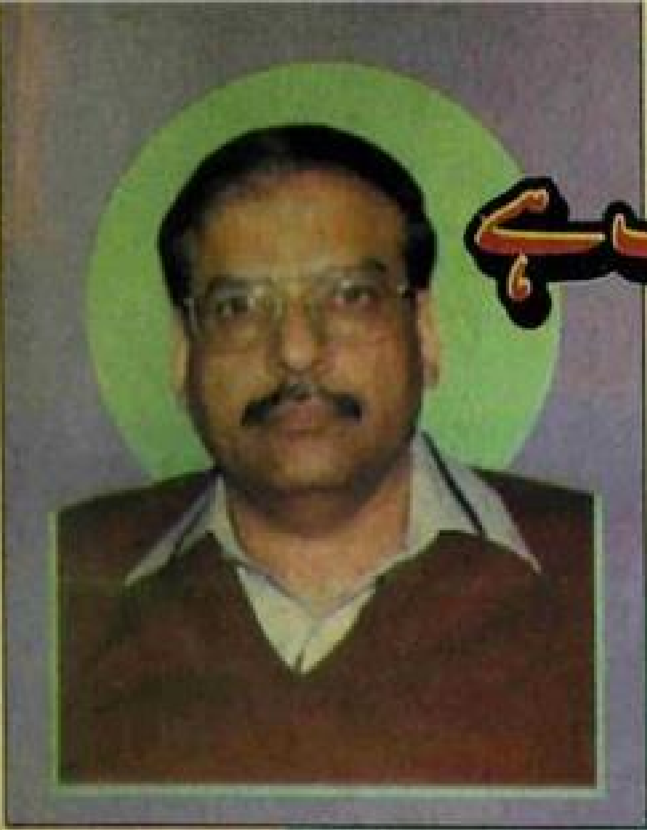

آج کا بچہ ماضی کے بچے سے بالکل مختلف ہے

بیٹا باپ سے جدا ہو کر اپنے مستقبل کی تعمیر کا خواہاں ہے

مکتبہ تعمیر انسانیت کے سربراہ سعید اللہ صدیق کی فکر انگیز باتیں

قدرت اللہ

''ہمیں بڑے لوگوں کی اندھا دھند پیروی کرنے کی بجائے یہ دیکھنا چاہئے کہ ان میں ایسی کونسی خوبیاں تھیں جنہوں نے انہیں عوام سے اٹھا کر خواص میں بٹھا دیا۔ پھر ان خوبیوں کو اپنے اندر جذب کرنا چاہئے۔'' انہی الفاظ کے ساتھ آمنہ اعظم نے پھول فورم کا آغاز کیا اور فورم میں مدعو معزز مہمان سعید اللہ صدیق کو دعوت دی کہ وہ اپنی بات کا آغاز کریں۔ سعید اللہ صدیق مکتبہ تعمیر انسانیت کے سربراہ ہیں۔ انہوں نے بچپن ہی میں یتیمی کا صدمہ سہنے کے بعد اپنی محنت لگن اور دیانتداری سے اتنے بڑے ادارے کی تعمیر کی۔ ان کے کردار کی سادگی نہایت دل آویز تھی۔ انہوں نے کہا کہ اخلاقی اقدار بدل چکی ہیں۔ پرانی روایات کی جگہ نئی روایات نے لی ہے۔ بلکہ ایک نیا کلچر جنم لے چکا ہے۔ پہلے بچوں کو جو دیا جاتا تھا وہ قبول کر لیتے تھے۔ جو لائن دی جاتی تھی اس پر گامزن ہو جاتے تھے اور والدین کی خدمت کو اپنا شعار سمجھتے تھے۔ اقدار (value) کی ان کے نزدیک بہت اہمیت تھی لیکن آج کا بچہ ماضی کے بچے سے بالکل مختلف ہے۔ سائنسی دور نے اسے منطقی انداز میں سوچنے کا ڈھنگ سکھایا ہے۔ سائنس نے اسے تجسس دیا ہے اور اب وہ ہر بات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ لہٰذا وہ ہر بات پر سوال کرتا ہے وہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے بیسیوں سوالات پوچھتا ہے۔ انہوں نے کہا سائنسی تعلیم کے باعث وہ مادیت پرستی کی طرف مائل ہو گیا ہے۔ اس کے آئیڈیل بدل گئے ہیں۔ اب وہ راتوں رات کامیاب ہونے کے لئے کسی شارٹ کٹ کی تلاش میں ہے۔ وہ محنت سے جی چرانے لگا ہے۔ اور دوسرے ذرائع سے جلد از جلد کامیابی کے مراحل طے کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس نئی سوچ نے اخلاقی اقدار سے دوری پیدا کر دی ہے۔ سعید اللہ صدیق نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے کہا کہ پھول نے جس جاں فشانی اور بصیرت سے بچوں کی تربیت کا محاذ سنبھالا ہے ہم اس کی بے حد قدر کرتے ہیں اس لئے گزشتہ دس سالوں سے ہر ماہ بچوں کو پھول کوئز کے انعامات سپانسر کر رہے ہیں۔ انہوں نے ایک فرانسیسی کہاوت سنائی کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے سے ایک بھاری پتھر اٹھانے کے لئے کہا۔ بیٹے نے زور لگایا پتھر اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ اس کے باپ نے کہا کہ بیٹا اپنی ساری طاقت لگا دو بیٹے نے دوبارہ زور آزمائی کی۔ لیکن بے سود باپ نے اس سے کہا کہ بیٹا میں بھی تمہاری طاقت کا ایک حصہ ہوں۔ مجھے اپنے ساتھ شامل کرو۔ لہٰذا ان دونوں نے مل کر پتھر اٹھا لیا۔ اب وہ روایت باقی نہیں رہی۔ بیٹا باپ سے بالکل جدا ہو کر اپنے مستقبل کی تعمیر کا خواہاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں علم کے حصول پر زور دینے کی ضرورت ہے۔ لیکن ہم رٹنے اور سمجھنے کے فرق کو ہی واضح نہیں کر پائے۔ پیارے بچو! اشفاق احمد نے کہا تھا کہ جو بات دل و دماغ سے ہوتی ہوئی عمل میں ڈھل جائے وہی علم ہے۔ اس کے علاوہ سب معلومات ہیں۔ سعید اللہ صدیق نے بھی اسی علم کے حصول کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ ہم علم سے کیوں دور ہوتے جا رہے ہیں؟ اس لئے کہ ہمیں دولت اور اقتدار کی ہوس ہے۔ مادیت پرستی ہمارے رگ و پے میں بس چکی ہے۔

آمنہ نے پوچھا کہ ایسی کونسی کتابیں ہیں جنہوں نے انہیں متاثر کیا۔ اصرار پر انہوں نے بتایا کہ ممتاز مفتی کی 'لبیک' صدیق سالک کی 'ہمہ یاراں دوزخ' اور مختار مسعود کی 'آواز دوست' نے ان پر اثر چھوڑا ہے۔

سامعین میں سے ندیم نے یہ سوال اٹھایا کہ ایک مغربی مفکر کہتا ہے ''انسان ایک حریص جانور ہے'' کیا یہ بات درست ہے۔ سعید اللہ صدیق نے کہا کہ وہ سمجھتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ دوسرے مہمان ڈاکٹر امتیاز نے جو ابھی تک بالکل خاموش بیٹھے تھے نے اپنی بات کا آغاز کرتے ہوئے

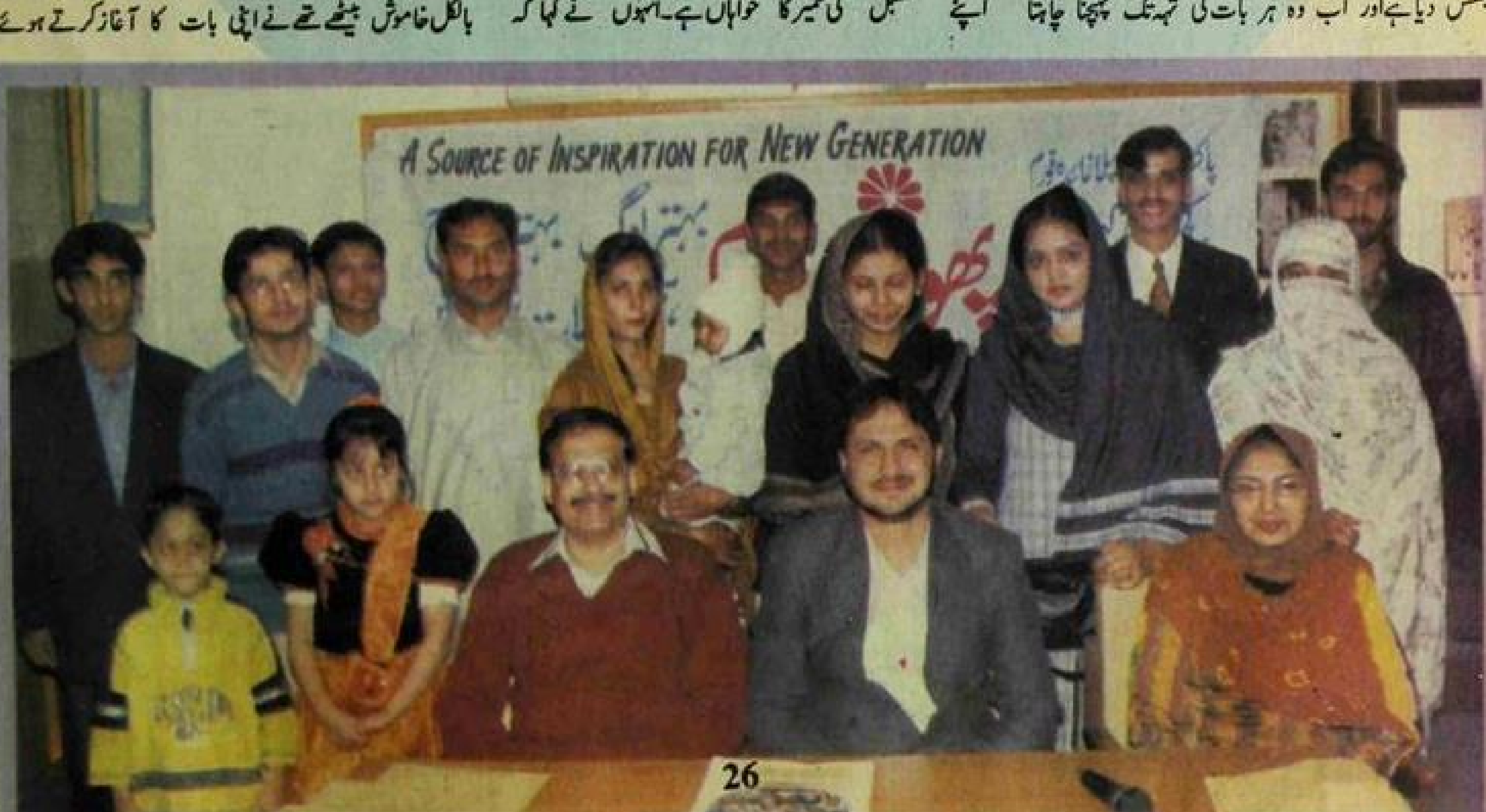

کہا کہ انسان میں دونوں طرح کی خوبیاں موجود ہیں اگر وہ اپنے اچھے پہلو کو پروان چڑھائے تو وہ فرشتوں پر سبقت لے سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ انسانیت کی دشمنی پر اتر آئے تو وہ اسفل السافلین میں شامل ہو جاتا ہے۔

کسی دوسرے کی خدمت میں جو خوشی ہے وہ کہیں اور نہیں۔ ڈاکٹر امتیاز ثریا عظیم ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ہیں۔ بیرون بین (Extrovert) ہونے کے باوجود ان کی شخصیت میں ایک کشش تھی۔ شاید دکھی انسانیت کی خدمت کے جذبہ کے باعث ایسا ہو۔ گزشتہ برس انہوں نے ڈاکٹروں کے ایک وفد کے ساتھ کسوو کا دورہ کیا۔ انہوں نے بتایا کہ نہتے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑے گئے۔ یوگوسلاویہ کے سابق صدر ملاسووچ کے مظالم کو دیکھ کر ہلاکو خان جیسے سفاک اور دشمن انسانیت کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد یوگوسلاویہ کی ریاست آزاد ہوئی جس میں تقریباً بیس لاکھ کی آبادی پر مشتمل مسلمانوں کا ایک خطہ تھا جسے کسووا کہتے ہیں۔ مسلمانوں نے جب محدود آزادی کا اعلان کیا تو ان پر باعزت زندگی گزارنے کے تمام راستے بند کر دیے گئے۔ آٹھ سے دس لاکھ مسلمان البانیہ میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ انہوں نے کہا قبل ازیں ایک صدی تک روسی مسلمانوں کو اسلام کا نام لینے تک کی پابندی تھی۔ مساجد ویران کر دی گئیں۔ علما کو سمندر برد کر دیا گیا لیکن ان لوگوں کی مذہب کے ساتھ وابستگی اتنی مضبوط تھی کہ انہوں نے اپنے مذہب کو نہیں چھوڑا اور چوری چھپے اپنے اللہ کے ساتھ رابطہ قائم رکھا۔ انہوں نے کہا کہ بہت سی دینی تنظیمیں بھی تبلیغ کا کام کرنے کے لئے ان کے ساتھ گئیں۔ سعودی عرب کے باشندوں نے وہاں پر بہت سی مساجد تعمیر کروائیں۔ ڈاکٹر امتیاز نے کہا کہ کسی کی خدمت کرنے میں جو خوشی ہے وہ کسی اور بات میں نہیں۔ مظلوم کے کام آنے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں۔ کسووا میں جا کر یہی احساس ہوا۔ عبدالصمد مظفر نے پوچھا کہ مسلمان ہی زوال پذیر کیوں ہیں؟ جس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ کسی یہودی یا عیسائی کا انفرادی مسئلہ ساری یہودی اور عیسائی برادری کا مشترکہ مسئلہ بن جاتا ہے۔ ایک عیسائی کو تکلیف پہنچے تو سارے عیسائی بلبلا اٹھتے ہیں۔ لیکن مسلمان متحد نہیں ہیں جو جہاں ہے وہ اکیلا اور بے یار و مددگار ہے۔ اس وقت 40 سے زیادہ مسلم ممالک ہیں لیکن ان میں وہ الائنس نہیں وہ تڑپ نہیں۔ مسلمانوں کی اسلامی کانفرنس تنظیم ضرور موجود ہے۔ لیکن وہ فعال نہیں۔ انہوں نے کہا کہ کسوو میں 20 مسلم ریلیف ایجنسیاں کام کر رہی تھیں جبکہ اس کے متوازی 50 غیر مسلم ایجنسیاں تھیں۔ انہوں نے کہا اگر اسلامی بلاک متحد ہو جائے تو کشمیر کا مسئلہ کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ بغیر جنگ کے بہت آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر امتیاز نے کہا کہ ہم آئی ایم ایف اور عالمی بینک کے مقروض ہیں اور مقروض کسی سے اپنی بات نہیں منوا سکتا۔ لہٰذا ہمیں معاشی خود انحصاری کی ضرورت ہے۔ ورنہ ہم پر ظلم ہوتا رہے گا اور ہم اسے سہنے پر مجبور ہوں گے۔

سمیعہ خلیل نے پوچھا کیا ڈاکٹر ادویات ساز کمپنیوں سے کمیشن وصول کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو اس کی روک تھام کیسے ممکن ہے؟ انہوں نے کہا کہ سبھی ڈاکٹر تو کمیشن نہیں کھاتے۔ البتہ ہر شعبے کی طرح کچھ کالی بھیڑیں ایسا ضرور کرتی ہیں۔ جہاں تک اس کی روک تھام کا تعلق ہے تو جب تک بیوروکریسی ٹھیک نہیں ہو جاتی اس مکروہ رسم کو نہیں روکا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ زیادہ منافع بخش کمپنیاں اعلیٰ سرکاری حکام کو کمیشن دے کر لائسنس وصول کرتی ہیں اور اس طرح یہ سلسلہ اوپر سے نیچے کی طرف چلتا ہے۔ اسی کمیشن کی وجہ سے ہمارے ہاں دوائیں بہت زیادہ مہنگی ہو گئی ہیں۔ اگر ہم بھارت سے موازنہ کریں تو ہمارے ہاں دوائیں بہت مہنگی ہیں کیونکہ وہاں پر شاید کمیشن نہیں چلتا۔ بعض ادویات ایسی ہیں کہ انڈیا میں وہی چند روپے کی ہے اور ہمارے ہاں دو ڈھائی ہزار روپے کی۔

ایک سوال کے جواب میں ڈاکٹر امتیاز نے کہا پاکستانی ڈگریاں مغربی ممالک میں تسلیم نہیں کی جاتیں اور دکھ کی بات تو یہ ہے کہ مسلم ممالک بھی دوسرے ممالک کے پڑھے لکھے افراد کو پاکستانی افراد پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے باوجود پاکستانی پروفیشنلز وہاں پر ٹیسٹ پاس کرنے کے بعد اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔ اور اپنی اہمیت منوا رہے ہیں۔

کسی دوسرے کی خدمت میں جو خوشی ہے وہ کہیں اور نہیں

کسووو کے مظلوم مسلمانوں کے کام آکر بہت اچھا لگا

ثریا عظیم ہسپتال کے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر امتیاز پھول فورم میں

سرکاری افسروں کی بدعنوانی اور کمشن کے باعث ادویات ظالمانہ حد تک مہنگی ہو گئی ہیں

دوا اور دعا

میجر ہارڈی کی کہانی

انتخاب: شمن میو۔ جوہر آباد

یہ 1944ء کا ذکر ہے۔ جنگ عظیم دوم فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہوگئی تھی۔ میں چودھری عبدالرشید فوج میں نائب صوبیدار تھا اور کلکتہ میں تعینات تھا۔ انہی دنوں ایک نئے انگریز افسر میجر اے ہارڈی نے چارج سنبھالا۔ اسے اردو بالکل نہیں آتی تھی جبکہ میں انگریزی لکھ پڑھ سکتا تھا اس لئے وہ مجھے اپنے ساتھ ہی رکھتا تھا۔

ایک روز اس نے مجھ سے میرا مذہب پوچھا۔ میں نے بتایا کہ میں مسلمان ہوں۔ یہ سنتے ہی وہ مسکرایا اور بولا "مجھے مسلمان بہت اچھے لگتے ہیں"۔ میں نے سوچا کہ اس نے رسماً میرا دل خوش کرنے کیلئے کہا ہے اور رسماً ہی شکریہ ادا کر دیا لیکن اسکے اگلے الفاظ سن کر میں حیران رہ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ "میں ایک مسلمان فقیر کا احسان ساری زندگی نہیں بھول سکوں گا۔ وہ میرے لئے فرشتہ بنکر آیا تھا"۔

اسکی آنکھوں سے لگ رہا تھا کہ وہ مسلمان فقیر اسکی آنکھوں کے سامنے کھڑا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ فقیر کون تھا اور اس نے کیا احسان کیا تھا؟ اس پر اس نے مجھے یہ کہانی سنائی:

"جنگ عظیم کی ابتدا میں ہندوستان کو پہلی مرتبہ مارٹر گنیں دی گئیں۔ ان گنوں کے استعمال سے واقفیت کیلئے دو تین آرمی سکول کھولے گئے۔ میں صوبہ بہار کے ایک مقام کوٹہ میں انڈین آرمی کی دو پلٹنوں کو ٹریننگ دے رہا تھا۔ اس علاقے کے ایک خالی گاؤں میں مجھے ٹریننگ دینا تھی اور چیک کرنا تھا کہ مارٹر گولے کتنی تباہی پھیلا سکتے ہیں۔ گولہ باری سے ایک روز پہلے میں پوری طرح یقین کرنے کیلئے گاؤں میں گیا کہ کوئی وہاں ہے تو نہیں۔ گاؤں کے قریب بندروں کی فوج نے میرا استقبال کیا۔ کسی انسان یا مویشی کا نشان نہ پا کر میں واپس آ گیا اور دوسرے روز پنجاب رجمنٹ کی پلاٹون لیکر گاؤں کے قریب پہنچا۔ گولہ باری کیلئے 11 بجکر 55 منٹ کا وقت مقرر کیا تھا۔ میں نے اپنے انگریز پلاٹون کمانڈر سے کہا کہ "میں اپنی تسلی کیلئے ایک دفعہ اور گاؤں کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر گولہ باری ملتوی کرنی ہوئی تو میں اشارہ کر دونگا اور اگر گولہ باری کا وقت ہو گیا اور میں نہ پہنچوں تو وقت پر ہی گولہ باری شروع کر دی جائے"۔ گاؤں کی طرف جانے والی پگڈنڈی پر مجھے انسانی پاؤں کے نشانات نظر آئے۔ گولہ باری میں 15 منٹ باقی تھے۔ گاؤں کے سارے گھر خالی تھے۔ تھوڑا آگے ایک گلی سے ایک بوڑھا آدمی نمودار ہوا جس کے کپڑے پھٹے ہوئے اور پاؤں ننگے تھے۔ میں نے اس سے انگریزی میں کہا کہ یہاں گولہ باری ہونے والی ہے وہ یہاں سے نکل جائے مگر وہ آنکھیں پھاڑے مجھے دیکھتا رہا۔ پھر مجھے خیال آیا کہ وہ انگریزی نہیں جانتا۔ گولہ باری میں 4 منٹ باقی تھے۔ وہ آدمی

گاؤں کی طرف چلا گیا۔ میں نے اسے آواز دی تو وہ بھاگ اٹھا۔ میں اس کے پیچھے دوڑا اور اسے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا گاؤں سے دور لے آیا۔ فوراً ہی گولہ باری شروع ہوگئی اور ہر طرف گرد و غبار چھا گیا۔ یہ سب دیکھ کر اس بوڑھے کو سمجھ آئی کہ میں اسے گاؤں سے کیوں نکال کر لایا ہوں۔ وہ بہت خوفزدہ تھا۔ اس نے تعظیم سے جھک کر مجھ سے کچھ کہا۔ اتنے میں مارٹر پلاٹون کا کمانڈر بھی آ گیا۔ وہ اردو جانتا تھا۔ اس نے بوڑھے سے پوچھ کر بتایا کہ صاحب نے میری جان بچائی ہے' ان کا بہت بہت شکریہ۔ پھر وہ چلا گیا اور میں کیپٹن کے ساتھ گاؤں کا معائنہ کرنے چل پڑا۔ ہم ایک مکان کے سامنے سے گزرے جس کے دروازے غائب تھے۔ صحن کے وسط میں چارپائی پر پھٹا پرانا بستر پڑا تھا۔ اندر دیوار کے ساتھ ایک دیگچی اور مڑا تڑا گلاس تھا جس میں تازہ راکھ تھی۔ چولہا بھی تھا جس کے پاس دو ادھ جلی لکڑیاں پڑی تھیں۔ میں نے اس کے میلے کچیلے بستر اور تکیہ کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور سوچنے لگا کہ ہندوستان میں غربت انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ میں واپس پلٹا مگر دروازے میں کھڑے آدمی کو دیکھ کر ڈر گیا۔ اسکا چہرہ بگڑا ہوا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں آدھی آدھی تھیں اور کپڑے پھٹے ہوئے اور غلیظ تھے۔ اس نے مجھے نکلنے کا راستہ دیا تو میں نکل آیا۔ اسکے 15۔16 روز بعد مجھے اپنی انگلیوں کے سرے بے جان محسوس ہونے لگے اور ان پر بدنما سے دھبے اور ابھار نمودار ہونے لگے۔ میں ڈاکٹر کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ بے فکر رہو' تم نئے نئے آئے ہو' یہ سب کچھ آب و ہوا کی تبدیلی کی وجہ سے ہے۔ اس نے دوا بھی دی مگر اس سے کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ انگلیوں کے سرے بے ڈھب ہونے لگے مگر ان میں درد نہیں تھا۔ دوبارہ ڈاکٹر کے پاس گیا۔ اب کی دفعہ اس نے غور سے میری انگلیوں کو چیک کیا اور کہا کہ میں اپنے کمرے سے باہر نہ نکلوں اور دوسرے افسروں سے بھی نہ ملوں۔ یہ ایک جلدی بیماری ہے جو دوسروں کو بھی لگ سکتی ہے۔ چند روز بعد مجھے دہلی کے ایک خاص ہسپتال میں بھیج دیا جائے گا۔ اسی شام مجھے کمرے میں رہنے کا سرکاری حکمنامہ مل گیا۔ کھانے کیلئے ایک بیرا مقرر کر دیا گیا۔ کمرے میں بیٹھ کر میں نے ساری باتوں پر غور کیا اور یاد کیا کہ مجھے کس ہاسپٹل میں بھیجا جا رہا ہے تو سمجھ آیا کہ مجھے کوڑھ ہو گیا ہے اور اسکا سبب گاؤں کا وہ آدمی ہے جس کو کوڑھ تھا اور جس کی چیزوں کو میں نے چھوا تھا۔ پھر میری نظر کے سامنے ہندوستان کے وہ سارے کوڑھی گھوم گئے جن سے سب نفرت کرتے تھے۔ مجھے اپنے آپ سے گھن آنے لگی اور میں ہچکیاں لے کر رونے لگا۔ مجھے صرف خودکشی کا راستہ سجھائی دیا۔ اسی رات 9 بجے میرا بیرا اندر آیا اور کہا کہ ایک بوڑھا آپ سے ملنے آیا ہے۔ مجھے سارے ہندوستانیوں سے نفرت ہوگئی تھی۔ میں نے غصے سے کہا کہ اسے کہو دفع ہو جائے' میں کسی ہندوستانی کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ تھوڑی دیر بعد بیرا واپس آیا کہ وہ بوڑھا کوٹہ بیرو سے آیا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں صاحب سے ملے بغیر نہیں جاؤں گا۔

کوٹہ بیرو سے مجھے یاد آیا کہ یہ وہی گاؤں ہے جہاں میں نے گولہ باری کروائی تھی۔ میں نے اس بوڑھے کو اندر بلوا لیا۔ وہ آیا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ یہ وہی بوڑھا تھا جس کو میں نے گولہ باری سے بچایا تھا۔ اندر آتے ہی اس نے مجھے فرشی سلام کیا اور لپک کر میری کلائیاں پکڑ لیں۔ میرے ہاتھوں کو دیکھا اور بیرے سے اردو میں کچھ کہا۔ بیرے نے انگریزی میں مجھے بتایا کہ یہ بوڑھا کہہ رہا ہے کہ صاحب نے مجھے مصیبت سے بچایا تھا اس لئے میں بھی صاحب کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ میں اسی روز گاؤں میں گیا تھا۔ وہاں ایک کوڑھی رہتا ہے۔ اس کوڑھی نے مجھے بتایا تھا کہ ابھی ایک انگریز یہاں آیا تھا اس نے میری چیزوں کو ہاتھ لگایا تھا۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ وہ آپ تھے۔ اب آپ کو بھی کوڑھ ہو جائے گا۔ اس علاقے میں ایک مسلمان فقیر آتا ہے جس کے پاس کوڑھ کا علاج ہے اور وہ صرف اسی کوڑھ کا علاج کر سکتا ہے جو نیا نیا ہو۔ میں آپکے لئے اس فقیر کو اسی روز سے ڈھونڈ رہا ہوں۔ وہ جگہ جگہ گھومتا رہتا ہے۔ جہاں جہاں کوئی نیا کوڑھی نظر آ جائے تو اسکا علاج کر دیتا ہے۔ میں کسی اور گاؤں میں تھا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ فقیر کوٹہ بیرو آیا ہوا ہے۔ میں اب یہاں آیا ہوں۔ صاحب کو کوڑھ ہو چکا ہے' اسے کہو کہ وہ فقیر کے پاس چلے۔ میں نے بیرے سے کہا اسے کہو کہ اس فقیر کو یہاں ہی لے آئے۔ اس بوڑھے نے جواب دیا کہ وہ فقیر خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اسے کسی چیز کا لالچ نہیں۔ نہ اسکا کوئی گھر ہے۔ وہ یہاں سے چلا جائے گا۔ صاحب کو ہی اسکے پاس جانا ہوگا ورنہ ساری زندگی پچھتائے گا۔ میں مجبوراً بیرے کو بھی ساتھ لیکر چل پڑا اور خیال کیا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ 10 میل کا فاصلہ طے کر کے ہم گاؤں پہنچے۔ ایک درخت کے نیچے آگ جل رہی تھی۔ پاس ہی ایک فقیر بیٹھا تھا جس کے سر اور داڑھی کے بال خاصے لمبے تھے۔ اس نے سیاہ چغہ پہنا ہوا تھا۔ اس کے سامنے تین چار کوڑھی بیٹھے تھے جو کچھ دیر بعد اٹھ کر چلے گئے۔ فقیر نے ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ بوڑھے نے اسکے گھٹنے چھوئے۔ فقیر نے میری انگلیوں کا معائنہ کیا' پھر ایک تھیلی سے ڈبیہ نکالی جس میں سیاہ رنگ کا مرہم تھا۔ اس نے وہ مرہم میری انگلیوں پر ملا۔ پھر پوری کہنی تک مل دیا۔ پھر دوسرے ہاتھ پر بھی کہنی تک مرہم مل دی۔ میرے بازو اور انگلیوں پر کانٹے سے چبھنے لگے۔ فقیر نے اشارہ کیا کہ جاؤ...... تو میں نے بیرے سے کہا کہ میری جیب میں جتنے بھی روپے ہیں اس فقیر کو دیدو۔ بیرے نے کچھ روپے نکال کر فقیر کو دیئے تو غصے ہونے لگا۔ بوڑھے نے بتایا کہ یہ فقیر کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ پھر وہ فقیر آنکھیں بند کر کے کچھ پڑھتا رہا اور میرے سر سے پاؤں تک پھونک ماری۔ میں نے بوڑھے سے پوچھا کہ یہ کیا تھا تو اس نے بتایا کہ بابا نے اللہ کا کلام پڑھا ہے۔ اب آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ میرے لئے یہ سارا سلسلہ بے معنی سا تھا مگر اس فقیر نے مجھ پر ایسا تاثر چھوڑا تھا کہ مجھے لگ رہا تھا میں بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔ جانے سے پہلے میں نے بوڑھے کو بھی کچھ پیسے دینے چاہے مگر اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے آپکی نیکی کا صلہ دیدیا ہے' اسکی قیمت نہیں لونگا۔ اس نے بہت پیار سے مجھے رخصت کیا اور فقیر کے پاس بیٹھ گیا۔

ہم واپس آ گئے۔ کمرے میں آ کر میں ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہو گیا۔ وہ دوائی سوئیوں کی طرح چبھنے لگی۔ درد سے برا حال ہو گیا تو میں نے بیرے سے کہا کہ اسے دھو ڈالو۔ فقیر نے مجھے ہدایت کی تھی کہ اس دوا کو دو دن تک لگا رہنے دینا۔ میرے ذہن میں آیا کہ کہیں میرا پورا ہاتھ ہی بیکار نہ ہو جائے نہ جانے فقیر نے کیا مل دیا ہے...... مگر بیرے نے مجھے تسلی دی کہ صاحب اسکو لگا رہنے دو۔ اگلے روز بھی میں درد سے تڑپتا رہا۔ آدھی رات کے بعد درد کی شدت میں کمی ہوئی تو میری آنکھ لگ گئی۔ اگلے روز 12 بجے میری آنکھ کھلی۔ درد کا قطعاً کوئی احساس نہیں تھا اور مرہم بھی سوکھ کر اتر رہا تھا۔ شام تک سارا مرہم جھڑ گیا' صرف اسکا سیاہ رنگ رہ گیا۔ اگلے روز میں نے پانی سے ہاتھ دھوئے تو سیاہی کچھ کم ہوگئی اور چھٹے روز ہاتھوں کا اصل رنگ بحال ہو گیا اور ساتھ ہی میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ انگلیوں سے کوڑھ کے نشان بھی بالکل غائب تھے اور انگلیوں کے سروں پر دوبارہ جان پیدا ہوگئی تھی۔

اس سے اگلے روز مجھے ڈاکٹر نے دوبارہ بلایا۔ اس نے مجھے دہلی بھیجنے کے سارے انتظامات مکمل کر لئے تھے مگر وہ میرے ہاتھ دیکھ کر سخت حیران ہوا کہ کوڑھ کے نشان کہاں ہیں؟ میں نے اسے ساری تفصیل بتائی تو وہ مزید حیران ہوا اور کہنے لگا کہ فوراً اس فقیر کو ڈھونڈو' اس دوا کو سائنسی بنیادوں پر بہتر بنا کر ہر سٹیج پر کوڑھ کو ختم کیا جا سکتا ہے...... مگر بہت تلاش کے باوجود وہ فقیر نہ ملا اور پھر میرا وہاں سے ٹرانسفر ہو گیا"

یہ کہانی سنانے کے بعد میجر ہارڈی خاموش ہو گیا۔ اس واقعے کو گزرے ہوئے دو سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ میجر ہارڈی نے کچھ دیر بعد مجھ سے پوچھا کہ "وہ سب دوائی کا اثر تھا یا ان الفاظ کا جو فقیر نے مجھ پر پھونکے تھے؟" میں نے جواب دیا کہ یہ دونوں کا اثر تھا' دوا کا بھی اور دعا کا بھی۔ اس فقیر نے جو کچھ بھی پڑھا تھا وہ ہماری مقدس کتاب کی آیات تھیں"

اسکے بعد میجر ہارڈی بہت دیر تک خلا میں ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ اسکا چہرہ تشکر کے تاثرات سے بھرپور تھا۔

تاریخ

استاد: لڑکو! میں نے تم کو تاریخ یاد کرنے کو کہا تھا کیا سب نے یاد کی ہے؟ اچھا طاہر' تم سناؤ۔

طاہر: آج ...... آج جنوری کی 14 تاریخ ہے۔

(محمد عمران خالد - جواد کالونی نارووال)

قیصر صغیر

اب ہاکی کا کھیل اچھا لگنے لگا ہے

نوشین عاطف

ہاکی کے سابق کپتان ڈاکٹر عاطف بشیر کی شادی

شادیوں کا سیزن آج کل اپنے پورے عروج پر ہے۔ جدھر سے بھی گزریں شادی کی کوئی نہ کوئی تقریب نظر آ ہی جاتی ہے۔ رنگا رنگ ملبوسات میں ہنستے مسکراتے چہرے زندگی کا احساس دلاتے ہیں۔ شادی ہالوں کی انتظامیہ کی تو پانچوں انگلیاں گھی میں اور سر کڑاہی میں ہے کہ ایک دن میں کئی کئی تقریبات کی بکنگ ہو رہی ہے۔ موسم بھی زبردست ہے۔ اس موسم میں مہمانوں کو بھی شادی میں شرکت کا خوب مزہ آتا ہے کہ گرم سوٹ پہنے خوب انجوائے کرتے ہیں۔ ویسے تو ہر تقریب میں ہی خوب گہما گہمی دیکھنے میں آتی ہے لیکن اگر دلہا کوئی کھلاڑی ہو تو پھر تو گویا سارا شہر اللہ آتا ہے۔ شادیوں میں کھانے کی پابندی کے بعد مہمانوں کا رش قدرے کم ہوا ہے لیکن کھلاڑیوں کی شادی میں بن بلائے مہمان بھی کثیر تعداد میں پہنچ جاتے ہیں۔

ہاکی ہمارا قومی کھیل ہے پاکستان نے اس کھیل میں ریکارڈ ٹورنامنٹ جیتے ہیں۔ ستمبر 2000ء میں پاکستان ہاکی ٹیم نے سڈنی اولمپکس میں مقابلوں میں شرکت کی جس کے ایک رکن رائٹ ان ڈاکٹر عاطف بشیر بھی تھے۔ وہ قومی ہاکی ٹیم کے کپتان بھی رہ چکے ہیں اور انہی کی قیادت میں پاکستانی ٹیم نے اذلان شاہ ہاکی ٹورنامنٹ پہلی مرتبہ جیتنے کے علاوہ روایتی حریف بھارت کے خلاف 9 میچوں کی سیریز میں 3-6 سے کامیابی بھی حاصل کی۔ سڈنی اولمپکس 2000 میں حصہ لینے کے بعد اولمپین ڈاکٹر عاطف کے نام کا حصہ بن چکا ہے اور ان کا ایک اور اعزاز یہ ہے کہ پاکستان ہاکی کی تاریخ میں پہلے ایم بی بی ایس ڈاکٹر کھلاڑی ہیں۔ بہت عرصے سے سننے میں آ رہا تھا کہ شادی کر رہا ہوں مگر......

بہنوں بھابیوں کا بھی اصرار تھا اور بھتیجوں بھانجیوں کی ضد بھی لیکن ڈاکٹر عاطف بشیر تھے کہ کسی طور بھی قابو میں نہیں آ رہے تھے۔ البتہ اہل خانہ کی تلاش کا سلسلہ جاری تھا۔ کئی رشتے دیکھے گئے۔ ڈاکٹر عاطف کے اہل خانہ نے بھی ہار نہ مانی اور مانتے بھی کیسے بہن بھائیوں میں صرف وہی تو غیر شادی رہ گئے تھے اولمپکس میں شرکت کے بعد واپس آئے تو بھانجوں بھانجیوں نے ممانی اور بھتیجے بھتیجیوں نے چچی کی رٹ لگا دی۔ کھلاڑی نے کوشش تو کافی کی کہ کسی طرح ڈاج دے کر بچ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں مگر نوجوانوں کو چکر دینا بہت مشکل ہوتا ہے سو ہاں کرنی ہی پڑی اور عیدالفطر کے فوراً بعد 31 دسمبر 2000ء کی تاریخ طے پا گئی۔ مقررہ دن ملتان پہنچے تو صبح سے بارش کے آثار دکھائی دیتے تھے۔ ہلکی پھلکی بوندا باندی تو شروع بھی ہو چکی تھی۔ بارات کا استقبال بھی تیز بارش نے کیا اور دلہن کو اس حوالے سے خاصی صفائیاں بھی پیش کرنی پڑیں کہ میں نے آج ہانڈی نہیں چاٹی تھی۔ سابق اولمپین سمیع اللہ خان بھی آ موجود ہوئے اور خاصی دیر تک مہمانوں سے گپ شپ کرتے رہے۔ انہوں نے عاطف کے کان میں بہت کچھ کہا۔ دودھ پلائی پر بھی عاطف خوب جھجکتے رہے۔ انہوں نے اپنی سالیوں کو آسانی سے پیسے نہ دیئے۔ بارات واپسی کے لئے روانہ

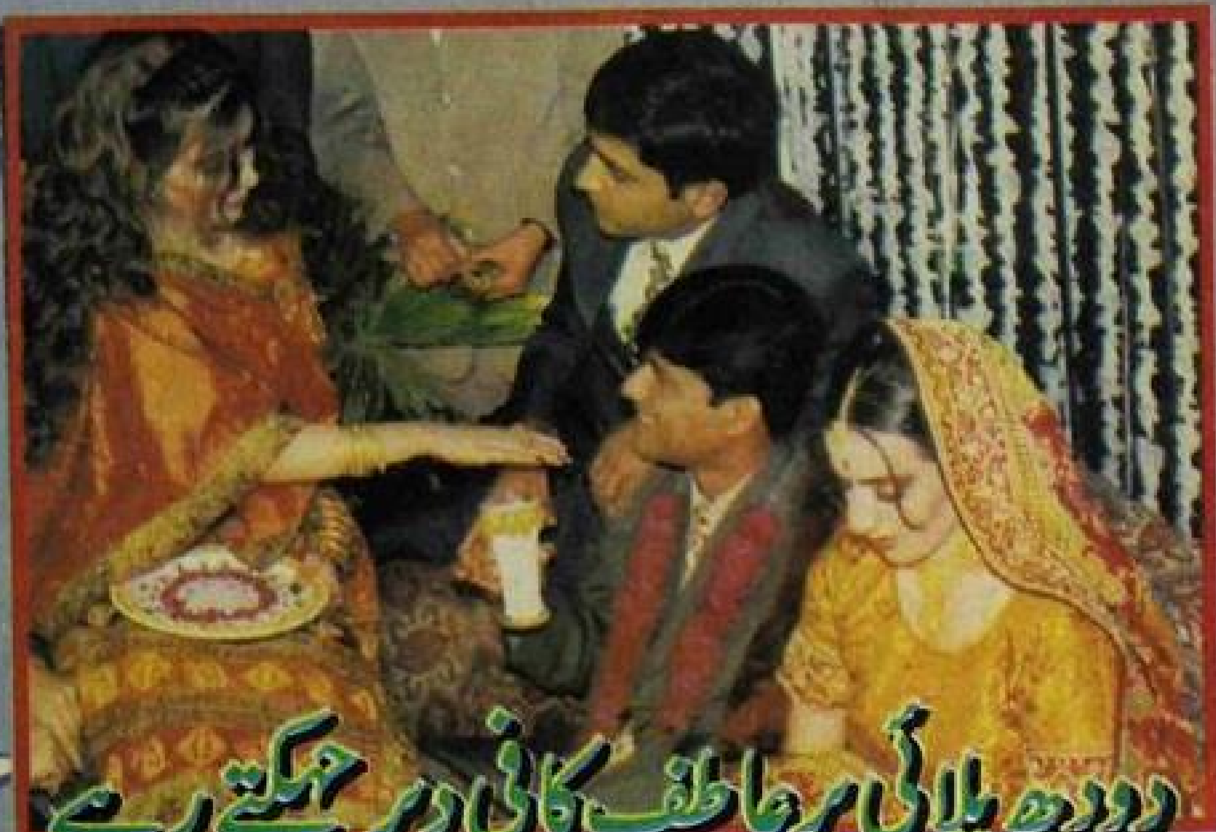

دودھ پلائی پر عاطف کافی دیر جھجکتے رہے

عاطف کو بالآخر اہل خانہ کی ضد کے سامنے ہار ماننا پڑی

ہوئی تو بھی بادل گرج چمک رہے تھے۔ نوبیاہتا جوڑی سب کو ہی بہت اچھی لگی۔ بارات گھر پہنچی تو عاطف کے بھانجے بھتیجے دلہن کا گھٹنا پکڑنے کی رسم ادا کرنے کے لئے بالکل تیار تھے۔ اتنی فوج کو دیکھ کر دلہن تو یقیناً گھبرا گئی ہوں گی کہ اب تو سارا پرس خالی ہو جائے گا لیکن بچوں نے لحاظ کیا اور چند سو روپے میں ہی خوش ہو گئے۔ دروازہ پر روکنے کی رسم عاطف کی بہنوں بھابیوں نے ادا کی اور مہندی بھی انہوں نے ہی لگائی تھی۔ مہندی پر بھی خاصا ہلا گلا رہا تھا۔ ڈاکٹر عاطف بشیر ہنستے ہوئے بولے ماشاءاللہ میرے بھانجے بھانجیاں اور بھتیجے بھتیجیاں اتنے ہیں کہ کسی اور کو نہ ہی مدعو کریں تو کام چل جاتا ہے۔ مہندی کا فنکشن گھر پر ہی ہوا تھا۔ بچوں نے اس تقریب میں خوب بھنگڑا ڈالا تھا۔ شہ بالا عاطف کے بھتیجے احمداللہ بشیر بنے۔ گلے میں ہار ڈالے وہ خاصے خوش نظر آ رہے تھے۔ ڈاکٹر عاطف بشیر جو کہ اب اپنے شہر بہاولپور کی پہچان بن چکے ہیں آف وائٹ سوٹ میں بہت اچھے لگ رہے تھے۔ انہوں نے بچوں کو اس روز کھلی آزادی دی ہوئی تھی اور ہر کوئی اپنے اپنے طریقے سے خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ویسے میں قومی ہاکی ٹیم کے دوسرے کھلاڑی بھی شریک ہوئے۔ ان میں کپتان احمد عالم اولمپین، محمد سرور، وسیم احمد، سابق اولمپین مطیع اللہ اور اولمپین سمیع اللہ کے بڑے بھائی ہدایت اللہ نمایاں تھے۔ ان کے علاوہ بہاولپور کے معززین نے بھی کثیر تعداد میں شرکت کر کے قومی ہیرو سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ یہ تقریب سبزہ زار لان ماڈل ٹاؤن میں ہوئی۔ دلہن نوشینہ نذیر جو کہ نوشینہ عاطف بن چکی ہیں نے بتایا کہ اب انہیں ہاکی کا کھیل اچھا لگنے لگا ہے اور منگنی کے بعد تو انہوں نے عاطف کے تمام میچ دیکھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب مجھے پتہ چلا کہ میری نسبت پاکستان ہاکی ٹیم کے کھلاڑی سے طے کی گئی ہے تو بہت خوشی ہوئی۔ اس سے زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ عاطف ڈاکٹر ہیں اور خاصے میچور بھی۔ تعلیم نے ان کے کھیل میں نکھار پیدا کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے منگنی کے بعد کئی مرتبہ فون پر بات کی تھی لیکن کبھی ملے نہیں۔ عاطف کی طبیعت بہت اچھی ہے وہ فضول باتوں میں اپنا وقت ضائع نہیں کرتے شائستہ گفتگو کو بہت انجوائے کرتے ہیں۔ مجھے اپنے گھر والوں کی پسند پر ناز ہے۔ شادی سے پہلے میں نے ٹی وی سکرین پر بھی انہیں دیکھا تھا اور ان کے بہت سے انٹرویوز بھی پڑھے تھے۔ ان سے بھی انہیں سمجھنے میں مدد ملی۔ میری پوری کوشش ہوگی کہ اپنے آپ کو جلد از جلد اس فیملی میں ایڈجسٹ کروں (ہنستے ہوئے) بلکہ کر بھی چکی ہوں۔ سب لوگ میرا بہت خیال رکھتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں اس گھر کی سب سے چھوٹی بہو ہوں۔ عاطف کے بڑے بھائی خورشید احمد ایڈووکیٹ، ڈاکٹر تنویر احمد اور عامر جو کہ انجینئر ہیں مجھے والد کی کمی محسوس نہیں ہونے دیتے۔ ہماری شادی کے فوراً بعد (6 جنوری کو) چونکہ عاطف کو قومی چیمپئن شپ میں حصہ

بارات کی آمد پہ بارش، مٹھائیاں دلہن کو پیش کرنا پڑیں

لینے کے لئے پی آئی اے کا کیمپ جوائن کرنا پڑا اس لئے میرا بھی زیادہ وقت لاہور میں گزرا۔ البتہ سب سے فون پر گپ شپ ہوتی رہتی ہے۔ عامر بھائی تو لاہور آئے بھی تھے نوشینہ عاطف نے بتایا کہ میری بہن رومانہ میری شادی میں شرکت کے لئے کینیڈا سے آئی تھی وہ 9 جنوری کو واپس چلی گئی ہیں۔ دوسری فارینہ ہیں اور سب سے چھوٹا بھائی ہارون ہے وقت اتنا اچھا گزرا ہے کہ پتہ ہی نہیں چلا ہماری شادی کو ایک ماہ ہو چکا ہے۔ جب انہیں بتایا گیا کہ یہ تمام گفتگو ماہنامہ پھول کے لئے کی جا رہی ہے تو وہ بہت خوش ہوئیں کہ یہ رسالہ تو میں نے بھی پڑھا ہے اس کی پیشانی پر یہ فقرہ ماہنامہ پھول ہر عمر کے بچوں کے لئے مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ اور اس کے تمام سلسلے بھی نوشینہ عاطف نے وعدہ کیا کہ جب بھی ماہنامہ پھول انہیں اپنی کسی تقریب میں مدعو کرے گا وہ دونوں ضرور آئیں گے۔ (پھول کا سٹاف، قلمی معاونین اور پڑھنے والے بھی ڈاکٹر عاطف بشیر اور ان کی بیگم کو شادی کی دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ نوبیاہتا جوڑا یونہی ہنستا مسکراتا رہے۔

دلہن بھی پھول پڑھنے والی نکلیں

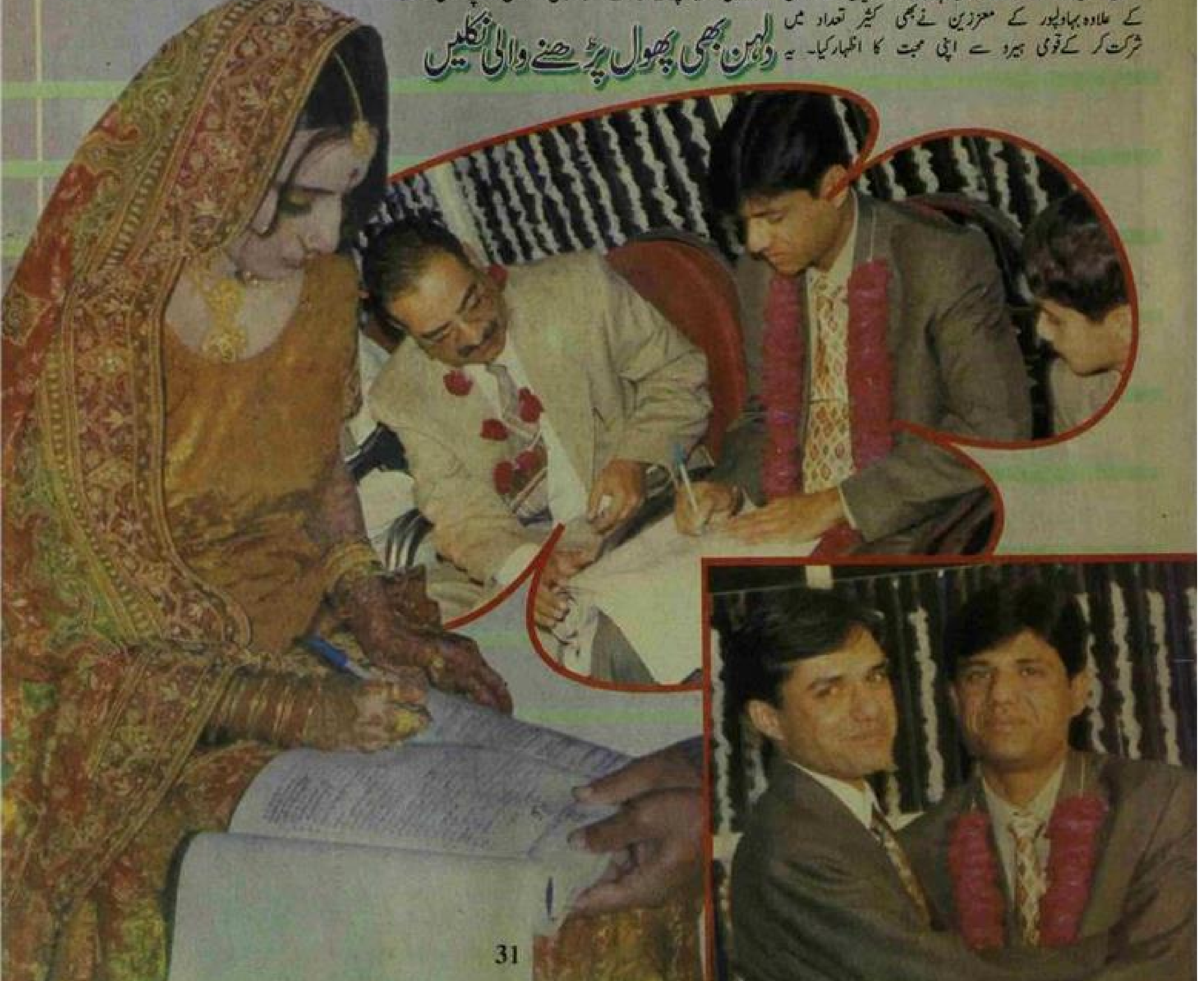

تعاون
مکتبہ تعمیر انسانیت
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

بچوں اور بڑوں کیلئے دلچسپ کتب چھاپنے والا ادارہ
البدر پبلی کیشنز
23- راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور

صفحہ بتایئے انعام پایئے

مرتب محمد عمر فاروق

لاہور سے روحہ فاطمہ' ثوبیہ حبیب' حافظ صفی اللہ' رابعہ حبیب' عائشہ حبیب' نیاض الحق' وحید مغل' بریس فاطمہ' اسد الرحمٰن' مدثر انعام' فہد رضا گل' محمد افضل' فائقہ سعید' مہوش یوسف' رابعہ اکرام' شیخ مصطفیٰ' ناہید اختر' محمد عمر شہزاد' سمیرہ روحی' آسیہ محمود' زین صدف بتول' حافظ حزب اللہ' میاں عبدالرحمٰن' امجد حسین' سعید نواز' نورالحسین اسلم' سعد رضا خان' محمد عمر طاہر' احمد فاروق بٹ' سمیرا امین' سدرہ ثمرین' ثمرہ افضل' شاداب اصغر' زین اشفاق' زینب اشفاق' عمرانہ صبا' افشاں' حاجرہ لطیف' زاہدہ ناز' محمد اسامہ خان' محمد عماد احمد' مدیحہ ظہیر' محمد فہد' اہل نصرت' مہوش انجم' ماہ وش' صائمہ کنیز' ملیحہ مسعود' ربیعہ منظور' ماہ نور قادر' شازیہ عدیل' میمونہ فردوس' محمد عمر فاروق۔ گوجرانوالہ سیالکوٹ سے صائمہ عابد' سدرہ مہر محمد' محمد عباس بٹ' نیلم عاشق' کاشف قدیر' وسیم یوسف کھوکھر' طاہرہ اشفاق چیمہ' عمارہ ظہور' عامر ذیشان' محسن ریاض' گلشاد اختر' نواز احمد' کرن رمضان' ارم شاہ' سمیہ ناز' عبدالغنی' سدرہ میر' محمد انعام الحق' شازیہ مظفر' حافظ محمد جمیل' عابدہ رسول' طاہر محمود' سمیع طیب بخاری' عمر فاروق۔ شیخوپورہ سے عائشہ یونس' محمد عثمان جان' عائشہ نسیم' امانت علی' پرویز عزیز' خالد محمود' ثناء اللہ۔ شکر گڑھ نارووال سے مسرت نذیر' علی رضا' عائشہ اقبال' حافظ قدیر انجم' سدرہ خادم' فاروق اعظم' محمد امین' مغل محمد عمران خالد' محمد سلیم مغل' محمد رضوان گوندل' احسان محمود' فیض پروین اعظم' شاہد محمود' نعیم السعید بھٹی' اجمل عمران' حارث طارق' حق نواز' عامر سلیم' تنظیم' منور عمران گوندل' عبداللطیف سیال' احسان خالد' طاہر سلیم' زوہیب حسن' عبدالحق خوشیہ' توقیر فلک شیر۔ سرگودھا سے محمد شیر' اسما اکرام الحق' سائرہ شفیع' اختر عباس' ذیشان احمد' ایم ابوبکر حیدر' اسما سعید شیخ' شیراز' سہیل مصطفیٰ' منیبہ منظور پراچہ' رابعہ ارشد۔ بہاولپور سے عقیل الرحمان' اقصیٰ فیض' ثوبیہ چغتائی' محمد وسیم امجد۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ظفر اقبال' رقیہ حسین' شازیہ چودھری' سمیرا صابر' محمود رزاق صابر' ذوالفقار علی بوٹا۔ مظفر گڑھ سے محمد جنید' کبریٰ' تقدس' شہباز حسن' ثنا گل فاروقی' عبدالباسط' عبدالمجید عارف' سعدیہ ظفر عقب۔ حافظ آباد سے قیصر علی' شہزاد سلطان' محمد حامد بن یوسف' آصف علی بھٹی' محمد اسحاق' فاطمہ فاروقی' اقبال احمد' سلطانہ۔ کراچی سے عابدہ رحمٰن' سہیل خان' جویریہ نصیر احمد' طارق عزیز' کرن زرین گل' میاں عبدالعظیم' فوزیہ اشرف' فوزیہ اقبال' ثوبیہ۔ اوکاڑہ سے محمد منیر شفقت' مسرت شاہین' عائشہ ہاشمی' عطاء المصطفیٰ' جمیل' شاہ رخ' ماہ رخ' محمد زبیر تبسم۔ ملتان سے نوید اقبال' علی رحیم' عظمیٰ' عاصمہ عذرا' نازیہ شاہنواز' محمد فاروق' محمد انور شہزاد' محمد سہیل' محمد نسیم مہر' عبدالصمد' عماد احمد' عمر سجاد۔ اسلام آباد' راولپنڈی سے شائزہ صباحت' شمائلہ عبدالستار' رضوانہ رحیم' عروج ارشد' راشد بانو' عثمان لطیف' کنزیٰ فاطمہ' تابندہ ملک' محمد بلال اکرم' رضوانہ رحیم' فوزیہ احسان' فرح احسان' ملیحہ حفیظ' سیدہ نائلہ بی بی' اے پی۔ خانیوال سے محمد عابد ہما' سعدیہ مہوش' عمر حیات شاہد' صبیحہ عبدالقدوس' زنیرہ وکیل' قدیر احمد' نوشہ خان' فرحت نذیر' صبیحہ فیضہ' نمرہ رحمٰن' جھنگ اور اٹک سے محمد اسد فاروق' صائمہ اسلم' سعدیہ طیبہ' ہما جبین ہاشمی' محمد مسکین صابری' آرزو تبسم' حافظ محمد زبیر' محمد عبیدالرحمٰن' احسن محمود' ثاقب محمود' عرفانہ حنیف' فخر اسحاق' ربیعہ اصغر۔ ڈی جی خان سے جویریہ صدیقی' رخسانہ شبیر' جمیل منظور قریشی' عاصم بخاری' شاہد بٹ' حافظ عمران' ملک فیاض احمد۔ ساہیوال سے ایمن مقبول' قاریہ زہرا' علی وقار حسن' شاہد اقبال' نوید احمد' او پی ایف پبلک ہائی سکول سکھر سے فائزہ خان' راحت لطیف' سحرش خان' سنبل مشتاق' سارہ حق' صائمہ ناز آفریدی' عالیہ صادق' آمنہ وکیل' نایاب خاتون' شیخ بتول' رخسانہ نسرین' سیما گل' نازیہ شمس' ثمینہ عاشق' روحی بخش' منیزہ بخش' نور اقصیٰ' نائلہ کلثوم بخش' سنبل نوید' حسین احمد' شگفتہ اسحاق بخش' صائمہ جہان' تابندہ لیاقت۔ گوجرانوالہ سے اظہر حفیظ جنگی' شبیر احمد' آصف خالد گھر' ارباز' صوفیہ وقاص ملک۔ فیصل آباد سے فلکیہ سعید' ربیعہ عبدالرحمٰن' سعید مرجانہ سعید' سمیرا شفیق' ہمایوں عبدالستار' زینب یونس' سلمان سلیم' محمد اصغر علی' ساجدہ' شائستہ عطا' امجد حسین' وجیہہ خلیق' رانا نوید احمد وحید' کرن نعیم' حافظ عمر لطیف' ولید بن نوید' بینش یوسف' راؤ مزمل ذیشان' شیخ آصف رشید'

ذیشان سلیم' فریحہ افتخار' فوزیہ یاسمین' عائشہ عالیہ' محمد فاروق الیاس' ویونگ احمد علی' جہلم سے صباح ریاست' عطاء المصطفیٰ' امجد فاروق طاہر' شائستہ تصدق' محمد عمران ٹائیگر' ہارون احمد' عدیل احمد' ناصر یاسر مسعود' محمد علی صدیقی' شفقت منیر' محمد فاروق اعظم' آزاد کشمیر سے فرحان ریاض' فوزیہ جاوید' باسط علی' نسیم ہاشمی' سارہ چودھری' فیضان حیات' ارسلان حیات' ذیشان حیات' رضوان حیات' عاصمہ اسحاق' نعمان صدیقی' کامران صدیقی' عذرا' کنول' نایاب طفیل' رقاص مجید' مون' عاصمہ رشید' چمن آباد سے اسد جواد' نومی' زاہد محمود' حافظ وقار احمد نوری' سلیمان زوفی' طارق محمود نیا' محمد اجمل سومرو' محمد احمد ساجد' صائمہ' عبداللطیف' قمرالزمان وٹو' دوسرے شہروں سے احسان عظیم (گوجرہ خان) گلناز ناظر (جہانیاں منڈی) محمد رمضان (پاکپتن) شہزاد رضا (چاہ میراں) محمد طارق عاصم (جڑانوالہ) بشریٰ سلمان (فورٹ عباس) سعدیہ ملک (سرسٹ) محبوب عالم (ڈہرکی) حیا سعید (احمد پور شرقیہ) آصف اقبال (وہاڑی) عمیر محمود (وہاڑی) انعام اللہ (کڑیانوالہ) تسنیم ڈار (نارنگ منڈی) عبدالباسط (مخدوم پورہ) معین الدین (نواب شاہ) احتشام (نور آباد) عمان اسلم (راناٹاؤن) انعام الحق (جڑانوالہ) زیادیہ شفیع (ہزاری) تسنیم قریشی (کوہاٹ) سعدیہ یسین (وار برٹن) سدرہ حنیف (واصو آستانہ) صائمہ منیر (چوکی) روادیہ حبیب (مردان) کامران دانش (دریا خان) آمنہ افضل (نامعلوم) سہیل شہزاد (پھوڑاں) راحیلہ صدیق (جھمرہ ستی) سعد وقاص (قصور) مریم اعوان (چکوال) ثمینہ یاسمین (صادق آباد) گل محمد دانش (بھکر) سارہ سعید (بہاولنگر) نوید خسروی (بھکر) راؤ ساجد کلیم (ماکی) ذوالفقار حسین (جھاوریاں) شے حق حیات (کھران) ام حبیبہ (چکوال) سعدیہ رفیق (لیاقت پور) یاسر اسحاق (وہاڑی) حافظ محمد فہد (خیرپور) عشرت لطیف (وہاڑی) خوشنود (قصور) عدیلہ خانم (تلہ گنگ) محمد ریاض (چمن آباد) ثمرہ افضل (فورٹ عباس) علی جان مغل (ہریارود) محمد شاہد فیض (ترنڈہ) آصف صمدانی (رینالہ خورد) مقبول احمد ملک (دریا خان) فائزہ اسلم (گجرات) ثاقب عثمان (فورٹ عباس) حافظ عامر حسین (پاکپتن) خالد اقبال (جھنگ موڑ) زینب بٹ (نارنگ منڈی) مہوش (فورٹ عباس) ماریہ رحمٰن (شورکوٹ) شیر احمد (ترنڈہ) مدثر رضا (پھالیہ) نائیلہ شوکت (جڑانوالہ) حنا مقصود (صابر شاہ کالونی) شادم علی (فورٹ عباس) نصیر احمد (روڈالہ) مہوش عابد (جڑانوالہ) فرحت روحی (سانگھڑ) مخدوم محمد عبدالودود (ہزاری) طہٰ یاسین (حیدرآباد) عمیر محمود (وہاڑی) محمد ناصر انجم (واصو آستانہ) آصف علی (سادھوکی) عبدالروف (غریب آباد) تنویر عباس (نقد آباد) رابعہ خان (چوک سرور شہید) محمد داؤد شیخ (سکرنڈ) تسنیم قریشی (کوہاٹ) حسن حسنین طارق (بھکر) مقدس فاطمہ (قصور) فرزین مظفر (قصور) طیب رشید دانش (فورٹ عباس) محمد ریاض (چوکی) ثناء اللہ (نوشہرہ) زین العابدین (چکوال) جویریہ رشید (لودھراں) طیبہ باری (نامعلوم) فرحانہ سعید (چکوال) فروا کنول (کوئٹہ) سید عرفان حیدر (قصور) نازیہ حنیف (جڑانوالہ) راحیلہ عنایت (لالہ موسیٰ) مدثر حسین (نو چھہ) سمیع اللہ (خوشاب) فرحت جبیں (ماناوالہ) عقیل عمران (میانوالی) حافظ فائزہ مہوش بٹ (سانگلہ) مدیحہ امجد (صادق آباد) عنصر لطیف (کاموکی) عارفہ ناہید رانا (جندرو) محمد رشید (لودھراں) ثوبیہ سمیرا (جہانیاں منڈی) عمر دراز (راجن پور) محمد قاسم حسان (جڑانوالہ) حفصہ حبیب (میانوالی) عاصمہ ظہیر (جڑانوالہ) محمد اقبال (جہانیاں منڈی) علی عابد (جڑانوالہ) صائمہ خان لاہور' طیبہ یاسمین بہاولپور' عثمان اسلم رینالہ خورد' طیبہ یاسمین ڈی جی خان' امانت علی گوہر کراچی' عنبر شامی لاہور' سعدیہ شہزاد سرگودھا' مبشر حسین خانیوال' عمر حسین واہ کینٹ' صبا احتشام کراچی' عنبر تی' صائمہ خان لاہور' مس احتشام کراچی' عمر حسین واہ کینٹ' مبشر حسین خانیوال' سعدیہ شہزاد سرگودھا' امانت علی گوہر کراچی' طیبہ یاسمین نمبردار ڈی جی خان' عثمان اسلم رینالہ خورد' طیبہ یاسمین بہاولپور' مختار احمد جمال دیپالپور' عمر بلال' زین العابدین دیپالپور سے اقبال حسن' غلام فاطمہ' نسیم فاطمہ جمال' شاہد جمیل حیدر' مختار احمد صدیق صوبیہ جمال' شمیم فاطمہ' فوزیہ جمال' عدنان جمال' محمد اشرف جوئیہ پاکپتن' عائشہ چودھری ٹوبہ' حافظ عبدالستار قصور' نصراللہ خان خوشاب' مہناز کرن شورکوٹ' سلمیٰ بی بی چکوال' عقیلہ زہرا چکوال' مصباح فاطمہ سیالکوٹ' وسیم عباس ٹوبہ ٹیک سنگھ

انعامی کوپن

پتہ ماہنامہ پھول-4 شاہراہ فاطمہ جناح لاہور

اس ماہ کے جملے

1- تو یہ ڈبے سے باہر آ گیا۔
2- کسی محتاط ماں کے ہاتھ لگے ہیں ناں
3- خوب جوش سے کمپیئرنگ کرتی ہیں۔
4- تو اسے بھاری جرمانہ ہوگا۔
5- چند سادہ لباس والے اترے اور ٹرک کی طرف بڑھے۔

یہ رہے صفحات کے نمبر

1........2........3..........

4.......5..........

نام.............عمر.........

گھر کا پتہ.............

....

کوئز کی دنیا

1- پھول کے پہلے شمارے کا ٹائٹل کس آرٹسٹ نے ڈیزائن کیا؟
(i) سعید پراچہ (ii) حبیب اختر (iii) عمیر صفدر
2- امریکہ کے نومنتخب صدر کا نام کیا ہے؟
(i) الگور (ii) بش (iii) جمی کارٹر
3- حال ہی میں کس ٹیم نے مسلسل 15 ٹیسٹ میچز جیتنے کا اعزاز حاصل کیا ہے؟
(i) زمبابوے (ii) بنگلہ دیش (iii) آسٹریلیا
4- کس پرندے کو امن کی علامت کہا جاتا ہے؟
(i) چڑیا (ii) فاختہ (iii) بلبل

☆☆ کوئز کی دنیا کے جوابات صرف کوپن پر ہی دیں۔ علیحدہ کاغذ استعمال نہ کریں۔

NO PROBLEM

السلام علیکم پیارے پھولو! آپ کا دل کرتا ہے کہ آپ کا غصہ چینی کی طرح میٹھا ہو جائے؟ آپ غصہ ضرور کریں یہ تو صحت کی علامت ہے۔ مگر ایسے میٹھا بھی تو ہونا چاہئے اس میں زیادہ سختی اور کڑواہٹ نہیں ہونی چاہئے نا کیونکہ یہ تو اندر آپ کے دل کی ہانڈی میں پکتا ہے۔ آپ آج سے یہ سوچنا شروع کر دیں کہ آپ سے اللہ میاں سے کیسے غصے کی توقع کرتے ہیں۔ زیادہ سختی والا یا بہت پیار والا تو کسی کو غصے دیتے ہوئے اتنا ہی خود پر قابو رکھئے کہ آپ کی اس ادا سے خوش ہو کر اللہ میاں کو بھی غصہ کرتے ہوئے خیال آئے "ارے اس نے تو کمال کا حوصلہ دکھایا تھا۔ چلو اس کو تھپڑ کی بجائے ہلکی سی چپت لگا دیتا ہوں اور وہ بھی آپ کو تھپکی محسوس ہو گی۔ خوش؟ تو پھر آج سے؟ Smile for ever a rule over hearts

اپنے مسئلے اپنے حل:۔

میں اداس رہتا ہوں

شیخ عبدالرؤف' مظفر گڑھ

☆......اداس رہتے ہیں تو یہ کوئی مسئلہ تو نہیں ہے۔ بھئی active ہو جاؤ۔ اچھے اچھے مشاغل اپناؤ اور اپنا نیا سٹائل اپناؤ اور خود کو روزانہ ایک نیا کام کرنے کے لئے تیار کرو۔ کھڑکی سے باہر خوشیاں تمہارا انتظار کر رہی ہیں اور آپ یہاں اداسیوں میں لپٹے ہوئے Buck up جلدی سے اٹھو بابا!

پوزیشن نہیں آتی

رملہ کنول' ایبٹ آباد

☆......تو پھر no problem اپنی پڑھائی کے 8 گھنٹوں کو 4 گھنٹوں میں تبدیل کریں۔ زیادہ پڑھنے سے خواہ مخواہ بوجھ بڑھتا ہے اور وہی چار گھنٹے اور اچھی اور دلچسپ مصروفیات اپناؤ اور کسی دوسرے اچھے اور منفرد معاملے میں آگے بڑھ جاؤ۔

چوری کی تحریر نہ بھیجا کرو بچو

رائے محمد عثمان' قصبہ مڑل

☆......آپ کا پیغام بچوں کو پہنچ گیا ہے چوری کی تحریر سے اچھی بات یہ ہے کہ آپ کوئی اچھی سی بات یا خط لکھ لیا کریں۔

پڑھائی میں دل نہیں لگتا

بدر جاوید سرکانی

☆......آپ زیادہ دیر پڑھنے کی بجائے کم وقت لیا کریں اور جو پڑھیں اسے سمجھا کریں۔ اچھی طرح سمجھ کر اپنے الفاظ میں لکھا کریں یا دوستوں سے discuss کیا کریں۔ پہلے اپنا دل اچھے کاموں میں لگائیے اور کھیل اور دوسری مصروفیات میں مشغول رکھیں اور پھر پڑھ کر دیکھیں!

فر فر انگلش بولنی نہیں آتی

طاہرہ مشتاق' گوجرانوالہ

☆......آپ بالکل ہچکچایا نہ کریں اور خواہ غلط بولیں ٹوٹی پھوٹی بولیں اپنی دوست کو انگلش میں بھی جواب دیا کریں۔ اس طرح اس کی Company میں آپ کی انگلش بھی اچھی ہو جائے گی۔ آپ کا پیار پہنچ گیا ہے!

کلاس فیلو نے بولنا چھوڑ دیا ہے:۔

سہیل حامد بن یوسف' حافظ آباد

☆......ارے بھئی اچھے بچے ایک دوسرے سے ناراض تو نہیں ہوتے۔ اسے منالو اور جو آپ کی غلطی ہے اسے درست کر لو اور اگر وہ بھی نہیں مانتا تو آپ کسی اور سے بول لو! So Simple

مشورہ عنایت فرمائیں

محمد حامد بن یوسف' حافظ آباد

☆......آپ کے لئے سب سے اچھا یہ ہے کہ آپ بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کر دیں یا کہیں سکول میں ٹیچنگ کر لیں۔ اس طرح سے آپ کی ہچکچاہٹ دور ہو جائے گی اور آپ میں Confidence آ جائے گا' خود اعتمادی بڑھے گی پھر آپ کوئی اچھی سی Job بھی کر سکتے ہیں۔

E-mail friendship کے لئے رابطہ کریں

Arooj-2000 us @ yahoo.com

Aisha- khalid 007@ yahoo.com

اچانک مجھے جھٹکا سا لگتا ھے

فرحان جاوید' فیصل آباد

☆......یہ آپ کی جسامت کی علامت ہے بیماری کی نہیں۔ فکر نہ کریں۔

Aeways think @ see positive!

☆☆☆☆☆

اے پیارے لوگو

یہ کیا آپ معمولی معمولی باتوں سے پریشان ہو جاتے ہیں؟ یہ پریشانیاں آپ سے زیادہ مضبوط نہیں ہونی چاہئیں۔ آپ کی ان ساری اداسیوں کا حل یہی ہے کہ آپ اپنے اردگرد nature کو observe کریں۔

Come out and observe the life of your fellows and to help them in colouring their dreams!

☆☆☆☆

The New Attractions

☆......آپ ہمیں فوراً سے پہلے لکھ بھیجئے کہ وہ اچھے کام کون سے ہیں جن پر آپ کو ناز ہے اور آپ خوشی کے ساتھ انہیں یاد کرتے ہیں۔

☆......اللہ میاں کے پیارے natural manifestations میں سے کوئی ایک منتخب کیجئے اور اسے observe کیجئے اور اپنا حاصل مطالعہ ہمیں لکھ بھیجئے!

علم دوستوں کیلئے منفرد انعامی سلسلہ

ہر ماہ 3000 روپے کی قابل قدر کتابیں

دارالتذکیر اور ماہنامہ پھول کی طرف سے

صرف 3 سوالوں پر

انعام ہر ماہ دس تاریخ کو پھول فورم کی تقریب میں آپ کے ہاتھوں میں ہوں گے

آپ کے جواب 12 تاریخ تک ہمیں ضرور مل جائیں

اس ماہ کے سوالات

☆......مشہور دانشور اور ڈرامہ نگار اشفاق احمد کے شعری مجموعے کا نام بتایئے۔

☆......ممتاز مفتی/ممتاز مسعود کی تازہ ترین تصنیف کا نام بتایئے۔ (یاد رہے یہ آواز دوست اور سفر نصیب کے بعد آئی ہے)

☆......ممتاز پاکستانی دانشور اور مصنف و مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودی کی ان دو مقبول کتابوں کے نام بتایئے جو 45 سے زائد زبانوں میں شائع ہو رہی ہیں۔ (تفہیم القرآن جواب میں شامل نہیں)

500 روپے کی کتابیں خریدنے پر ڈاک خرچ ادارے کے ذمے۔

تعلیم الاسلام (ایمانیات)	14	بیج کا بچہ	20	قرآنی دنیا کی سیر	20
تعلیم الاسلام (نماز)	15	دیس ہمارا پاکستان	20	دو مائیں	18
وہ ایک تتلی تھی	20	نافرمان بیٹا	18	چاندی کا جوتا	18
انوکھا خزانہ	20	پھول ہی پھول	20	محمدؐ (منظوم)	22
رحمدلی کا انعام	20	تعلیم الاسلام (طہارت)	15	نجاشی کا انجام	16
جدا ہوئے تو مرے	20	تعلیم الاسلام (روزہ زکوۃ)	12	پتنگ کا انجام	20
پیارے رسول کی پیاری باتیں	18			نیت کا پھل	18
		ریچھ اور گلہری	20	غلطی کا نتیجہ	16
		میں ایک چڑیا ہوں	22	سیٹ	440
زندگی کے آداب	18				

بچوں کی کتب کا سیٹ خریدنے پر رعایت بھی اور ڈاک خرچ ہمارا۔
منی آرڈر یا ڈرافٹ بھیجئے اور کتب پایئے۔

بچوں اور بڑوں کیلئے اسلامی اور تربیتی کتابوں کیلئے معروف

دارالتذکیر

پبلشرز۔ بک سیلرز

رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون 7231119

لوووکا اژدھا

سید اکبر حسین ساہیوال

پیارے بچو! جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہوں گے کہ ملک چین ہمارا ایک قریبی ہمسایہ دوست ملک ہے۔ چین کے دو بڑے صوبوں سنکیانگ اور کیغان میں مسلمان اکثریت سے ہیں۔ دونوں صوبوں میں تین سو سے بھی زائد مساجد ہیں ان میں بعض تو بہت پرانی تاریخی مساجد ہیں جو کہ چین کے شہنشاہ خاقان اعظم کے دور میں سعد بن ابی وقاص کی چین میں تشریف آوری کے بعد تعمیر کی گئیں سعد بن ابی وقاصؓ صحابہ رسول پاک ﷺ میں سے تھے اور جن کا تعلق عشرہ مبشرہ میں سے تھا اور انہی کے طفیل دین اسلام چین میں پھیلا پھولا۔ اور آج چین کی ایک ارب پچپن کروڑ کی آبادی میں سولہ کروڑ مسلمان ہیں جو کہ پکے اور سچے مسلمان ہیں جوانی میں ہی حج اکبر کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں جنگ عظیم دوم سے پہلے سرزمین چین کے حالات بڑے ناگفتہ بہ تھے افیون کی پیداوار عام ہونے کی وجہ سے ملک بھر میں لوگ نشہ کی عادت میں مبتلا ہو چکے تھے۔ لاقانونیت کا دور دورہ تھا چینی لوگ اپنے اسلاف اور بہادر لوگوں نیز اپنے نامور بادشاہوں شہنشاہوں کے کارنامے بھلا کر عیاشی آرام طلبی اور نشہ کی دلدل میں بری طرح دھنستے چلے جا رہے تھے۔ جنگ عظیم دوم کے بعد ماؤزے تنگ اور چواین لائی نے اپنی ریڈ آرمی قائم کرنے کے بعد ایک بڑی یلغار کے ساتھ اس وقت کے سربراہ چین چیانگ کائی شیک کو چین سے مار بھگایا جنرل چیانگ کائی شیک نے امریکہ کی مدد کے ساتھ دو جزائر جو کہ چین کے پانیوں میں ہی ان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کر لی یہ جزائر ہائیناں اور تائیوان تھے جنہیں آج کا مارموسایا فقط تائیوان کے نام سے پکارا جاتا ہے چین چونکہ اب سائنس ٹیکنالوجی میں ترقی کر کے ایک عظیم ملک بن چکا ہے اور آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ 1965 کی پاک بھارت جنگ میں حکومت چین اور چینی عوام نے ہمارے حوصلے بلند رکھنے کیلئے ہماری مالی و اخلاقی و عسکری امداد میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ انشاء اللہ جزائر ہانگ کانگ کی طرح تائیوان اور ایک چھوٹا جزیرہ مکاؤ بھی چین حاصل کر لے گا کیونکہ یہ جزائر چین کے پانیوں میں ہیں...... پیارے بچو! اور قارئین کرام ماہنامہ پھول چین ہمارا ایک انتہائی قابل اعتماد دوست اور ہمسایہ ملک ہے اور چین کی یہ انتہائی خوش قسمتی ہے کہ 1997 کے آغاز میں اسے ہانگ کانگ جیسی بین الاقوامی قدرتی بندرگاہ اور دیگر ملحقہ انتہائی ترقی یافتہ علاقہ جات بشمول کاؤلون نیو ٹیریٹریز (نیا علاقہ) جزیرہ ہنا قلے وغیرہ واپس مل گئے ہیں۔

اور میری اس سچی اور معلوماتی کہانی کا تعلق کاؤلون جزیرہ سے ملحقہ علاقہ جات نیو ٹیریٹرز سے ہے نیا علاقہ میں پہاڑیوں کا تسلسل پھیلا ہوا ہے اور کہیں کہیں نشیبی زمین بھی ہے جہاں قصبات ہیں اور وہاں سے رہائشی چینی خاندان چاول اور سبزیاں کاشت کرتے ہیں۔ اس وقت انگریزی عملداری لوود برج تک تھی اور پل کے دوسری طرف چین کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ لوود ریلوے برج سے گزرنے والی ریلوے لائن اب دنیا کا سب سے طویل ریلوے ٹریک بن گیا ہے اس لئے کہ کاؤلون ریلوے سٹیشن سے شروع ہونے والی ریلوے لائن نئے علاقہ میں سے گزرتی ہوئی چین کے بڑے بڑے صوبوں میں سے گزرتی ہوئی روسی سرحدوں میں جا داخل ہوتی ہے اور سائبیریا کے جنگلاتی علاقہ جات میں سے گزرتی ہوئی لینن گراڈ سٹالن گراڈ پاس کرتی ہوئی آخر کار ماسکو پہنچ کر اختتام پذیر ہوتی ہے بندہ ناچیز نے از خود اس ٹریک پر صوبہ کیغان تک ریلوے سفر کیا ہے۔

کاؤلون ریلوے سٹیشن سے لوود تک چھ سٹیشن کاؤلون شی شائین دھائیو فنلنگ شیونگ سوئی اور لوود آتے ہیں۔ شیونگ سوئی سے سرحدی سٹیشن لوود تک گھنے جنگلات پہاڑی ـ سرسبز اور نشیبی علاقہ تھا اور اسی نشیبی سلسلہ میں لوود کے نام سے ایک بہت بڑا قصبہ تھا لیکن بارڈر پر ہونے اور آئے دن گوروں اور چینی کامریڈز کے درمیان جھڑپوں کی وجہ سے غیر آباد ہو گیا تھا۔ (1951 سے لیکر 1956 تک ریڈ آرمی اور گوروں کے درمیان خونریز جھڑپوں کے واقعات ایک علیحدہ مضمون میں تحریر کروں گا)

خوفناک اژدھے سے ملاقات

کہانی کا آغاز 1953/54 کے درمیانی دور سے تعلق رکھتا ہے! چینی حکومت نے اس دور میں لاکھوں کی تعداد میں ناپسندیدہ چینیوں کو ملک بدر کرکے ہانگ کانگ میں دھکیل دیا تھا۔ ہانگ کانگ گورنمنٹ اور برطانوی حکام بے پناہ نشئی بیکار نحیف ولاغر چینی مردوخواتین بوڑھے اور بچوں کی آمد سے بوکھلا اٹھے۔ اور انہیں روکنے کیلئے پہلے گوروں کی پلٹن کو لووو برج اور اردگرد پہاڑیوں اور مضافات پر تعینات کیا پھر بھی چینیوں* کی آمد کو روکا نہ جاسکا۔ اسکے بعد گورکھا رائفلز پلٹن کی ایک کمپنی کو بھی لووو بارڈر پر بھیجا گیا اور اسی دوران چینی کامریڈز کے ساتھ ایک زبردست جھڑپ میں بہت سارے گورے فوجی اور چند گورکھے بھی مارے گئے اس صورت حال کے پیش نظر کمشنر ہانگ کانگ پولیس فورس مسٹر میکناش نے ایک نامور تجربہ کار اور بہادر پولیس آفیسر مسٹر ساجد کی زیرنگرانی ایمرجنسی یونٹس کے تقریباً ڈیڑھ سو پاکستانیوں کو لووو بارڈر پر بھیج دیا۔ راقم بھی اپنے سکاڈ کے ساتھ لووو کیمپ میں پہنچ گیا۔ گورکھا پلٹن اور گوروں کو فارغ کرکے واپس بارکوں میں بھیج دیا گیا۔ مسٹر ساجد نے تمام سکاڈز کو فالن کرکے اپنے لیکچر میں بتایا کہ ہم نے حکمت عملی اور بغیر خون خرابے کے بگڑے حالات پر قابو پانا ہے اور یاد رہے کہ بے یارومددگار چینی پناہ گزینوں پر گولی چلانے سے پرہیز کرنا ہے اور چینی کامریڈز سے تلخ مزاجی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آنی چاہئے اس لئے کہ چینی حکومت اور پاکستان دوستی کے مراحل سے گزر رہے ہیں اور عنقریب ہمارے ملک سے چین کے تعلقات بہت مستحکم ہونے والے ہیں۔ لہٰذا ہم جب بارڈر کے ساتھ ساتھ گشت پر نکلتے تو بارڈر پر لگی تار اور مصنوعی بنائی گئی دلدل کے اس پار چینی کامریڈز کے ساتھ ہاتھ ہلاہلا کر چینی زبان میں ہیلو ہیلو اور علیک سلیک ہوتی۔ چینی فوجیوں کے رویہ میں بھی ہمارے بارڈر پر تعینات ہونے کی وجہ سے خاص فرق آ گیا تھا وہ بڑے دوستانہ ماحول میں ہمارے ساتھ گفت وشنید کرتے اور پاکستان کا نام لیکر بہت خوش ہوتے۔ دن اور رات کی شفٹوں میں ہمیں تین تین یا دو دو افراد کی ٹولی میں ڈیوٹی پر جانا پڑتا تھا سب سے مشکل ڈیوٹی لووو کے جنگلات اور لووو قصبہ کے اندر تک گشت پر جانا تھا۔ ہمیں جنگل اور قصبہ میں جو کہ بارڈر پر ہونے کی وجہ سے اجڑا پڑا تھا داخل ہوکر پناہ گزینوں کو ڈھونڈنا پڑتا تھا۔ تقریباً دو ماہ خیروعافیت سے گزر گئے اور چینی کامریڈز سے ہماری کوئی جھڑپ نہ ہوئی بلکہ ہماری پٹی کے تمام افراد کے ساتھ چینیوں کی دوستی ہو گئی۔ ہانگ کانگ گورنمنٹ کے حکام بالا اس وجہ سے پاکستانیوں سے بہت خوش تھے۔

پیارے بچو! جیسا کہ آپ ضرور جانتے ہوں گے کیونکہ آپ تاریخ اور جغرافیہ بھی پڑھتے ہوں گے کہ چین ایک بہت بڑا ملک ہے آبادی کے لحاظ سے بھی بڑا ہے۔ زیادہ آبادی دہریت پسند ہے لیکن دیگر مذاہب میں مسلمان سب سے زیادہ ہیں۔ بدھ مت، جین مت، عیسائیت اور آتش پرست فرقہ کے لوگ بھی ہیں۔ چین کی بڑی آبادی زمین وآبی چرند پرند درند اور ہر قسم کے رینگنے والے حشرات الارض اپنی خوراک میں استعمال کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سانپ ان کی مرغوب غذا میں شامل ہے۔ سانپ کا گوشت اور سوپ بیاہ شادی کے موقع پر خصوصی طور پر مہمانوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ کارخانہ قدرت دیکھئے کہ دنیا میں سب سے بڑے اژدھے اور دیگر سانپوں کی نسلیں چین میں پائی جاتی ہیں اس کے علاوہ بڑے جنگلی چوہے، بڑے مینڈک، بندر، گیدڑ، لومڑ، سور اور ریچھ کے پائے بھی انکی مرغوب غذا میں شامل ہیں لیکن چینی مسلمان ہرگز ایسی خوراک استعمال میں نہیں لاتے۔

پیارے بچو! آپ کی معلومات کیلئے میں ذرا اصل کہانی سے ہٹ گیا تھا تو ہاں ایک دن میں اپنے ایک جونیئر ساتھی کے ساتھ نائٹ ڈیوٹی پر جو کہ رات آٹھ بجے سے لیکر دو بجے تک تھی اپنے کیمپ واقع لووو ریلوے سٹیشن سے روانہ ہوا۔ آج ڈیوٹی بڑے خطرناک علاقہ میں لگی تھی۔ ہم دونوں اسلحہ جات سے لدے پھندے تھے اور ان کے علاوہ ہیلمٹ (لوہے کا ٹوپ) ریسپریٹر (زہریلی گیس سے بچنے والا کنٹوپ) اور ہیوی رین کوٹ کندھوں پر ڈالے ریلوے پل کی سیڑھیوں سے جو کہ پتھریلی اور چوڑائی میں چھوٹی تھیں بڑی احتیاط سے نیچے اتر کر بارڈر کے ساتھ لگی تار جس کے ساتھ دو فٹ اونچا راستہ گشت کیلئے تعمیر کیا گیا تھا اس پر خراماں خراماں چلنے لگے تار کے دوسری طرف پندرہ فٹ کی مصنوعی دلدل چینیوں نے بنائی ہوئی تھی جس پر کہیں کہیں چھوٹی چھوٹی پلیاں بنائی گئی تھیں۔ ابھی ہم فقط ایک فرلانگ کے فاصلہ پر گئے ہوں گے کہ اچانک ہمارے اوپر سرچ لائٹ ایک ہالہ کی صورت میں پڑ کر تھم گئی جس کی روشنی میں ہم نے دیکھا کہ دو چینی کامریڈز ہاتھوں میں سب مشین گنیں تھامے ہمیں نشانہ میں لئے کھڑے ہیں اور بغور ہمیں گھور رہے ہیں ہم نے اپنی گنیں کندھوں سے نہیں اتاریں اور خاموشی سے کھڑے رہے۔ ان میں سے ایک نے سکوت توڑا اور چینی زبان میں بولا۔ نی ہائے پاکستانی ین؟ ہم بھی تھوڑی بہت چینی زبان سمجھنے اور بولنے لگے تھے۔ میں نے انتہائی خوش مزاجی سے کہا! ہائے ہائے۔ انگوہائے پاکستانی ین نی تی پھنگیو (یعنی ہم پاکستانی ہیں اور تمہارے دوست ہیں)

اس جواب سے ایک تو بہت خوش ہوا اور خوشی کے اظہار میں اس نے انگوٹھا دکھاتے ہوئے کہا تہائے ہت یعنی کہ بہت اچھے ہو لیکن دوسرے نے ذرا درشت لہجہ میں کہا۔ ہکا چھن ہوئی پاکستان اس کا مطلب تھا کہ بدبختو اپنے ملک پاکستان میں کیوں نہیں چلے جاتے؟ اس پر میرے ساتھی کی غصہ میں آنکھیں سرخ ہو گئیں وہ تھا بھی ذرا تیز مزاج میں نے اسے انگریزی میں کہا ایزی بوائے۔ اور دوبارہ چینی کامریڈ سے مخاطب ہوا انگوتی ہوئی پاکستان ویری سون آدھی چینی اور آدھی انگریزی میں اسے بتایا کہ بڑی جلدی ہم اپنے وطن پاکستان چلے جائیں گے۔ یہ سن کر دونوں وہاں سے ٹل گئے۔ میرے جونیئر ساتھی جس کا نام ادریس تھا اور یہ تمرائی تھا اور بڑا صحت مند اور اس سروس سے پہلے برٹش فوج میں باکسر اور ریسلنگ بھی کرتا رہا تھا اس نے بڑے غصہ میں کہا سر۔ انہوں نے ہمیں ہکا چھن کہہ کر گالی دی تھی میرا دل چاہ رہا تھا کہ ہکا چھن کہنے والے کو گولی ماردوں۔ میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا! کہ اس نے بری نیت سے نہیں کہا تھا بلکہ ہمیں گوروں کی ملازمت چھوڑ کر اپنے ملک چلے جانے کی نصیحت کی تھی۔ اب چلتے چلتے ہم جنگل کی حدود میں پہنچ گئے تھے اور اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ تیرھویں چاند کی رات تھی اور آہستہ آہستہ چاند اپنی کرنیں بکھیرتا ابھرتا چلا آرہا تھا۔ انتہائی گھنا جنگل تھا اور اس میں سے طرح طرح کی گیدڑوں لومڑوں جنگلی بلوں اور سوروں کی ملی جلی ڈراؤنی آوازیں آرہی تھیں۔ ہم نے پکی راہگزر چھوڑدی اور نیچے اتر کر ایک پگڈنڈی پر ہولئے جو کہ قصبہ لووو کے اندر تک جاتی تھی۔ جب ہم قصبہ میں داخل ہوئے تو وہاں ایک ہو کا عالم تھا خاصے بڑے قصبہ میں کہیں کوئی روشنی نہ تھی تمام گھر ویران پڑے تھے اور کوئی ذی روح وہاں دکھائی نہ دیا۔ درندوں کی ہولناک آوازیں اور ہوا کی سائیں سائیں نے عجیب ڈراؤنا ماحول پیدا کر رکھا تھا ایک جنگلی بلے کے بھاگنے سے کھڑکھڑاہٹ ہوئی تو میرے ساتھی نے سٹین گن کا رخ ادھر کردیا۔ بڑی جلدی جلدی بڑے بڑے قدم اٹھاتے ہوئے ہم قصبہ کو عبور کرتے ہوئے ایک لیچی کے پرانے درخت کے نیچے سانس لینے رکے اچانک میری نگاہ سامنے درخت کی ایک ٹہنی پر پڑی تو دیکھا کہ ایک سفید الوؤں کا خوبصورت جوڑا بیٹھا چونچیں لڑا رہا تھا غالباً وہ چاندنی رات کا لطف اٹھا رہے تھے میں نے اپنے ساتھی کو اشارہ کیا تو اس نے بھی ادھر دیکھا الو کو رات کے وقت دکھائی دیتا ہے لہٰذا ان کی نظر ہم پر پڑی تو وہ پھڑپھڑاتے ہوئے اڑ گئے۔ اب ہمارے سامنے کچھ میدانی علاقہ تھا وہاں سے گزر کر ہم ایک بڑے ٹیلے کے نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ تقریباً تین منزلہ پگوڈا جس کی اوپر

والی دو منزلیں منہدم ہو چکی تھیں ہمارے سامنے تھا (بگوڈا بدھوں کی عبادت گاہ) عبادت گاہ کا بڑا سا چوبی دروازہ کھلا پڑا تھا میں نے ادریس سے کہا کہ اسکے اندر چل کر دیکھنا چاہئے کہ کہیں کوئی پناہ گزین اندر چھپا بیٹھا ہو۔ میرے ساتھی نے کہا! نو سر۔ ہمیں اس کے اندر داخل نہیں ہونا چاہئے اس لئے کہ اندر کوئی درندہ بھی ہو سکتا ہے اس کے جواب دینے پر میں نے پی کیپ اتار کر لوہے کا ہیلمٹ پہن لیا اور سٹین گن تھام کر دروازہ کے اندر داخل ہونے کیلئے آگے بڑھا پاؤں کے نیچے خشک پتوں کی چرڑ مرڑ کی آوازیں آئیں جونہی میں اندر داخل ہوا تو سینکڑوں کی تعداد میں بڑے سائز کے چمگادڑ پھڑ پھڑاتے ہوئے میرے سر سے ٹکراتے ہوئے باہر کی طرف اڑنے لگے۔ میں چمگادڑوں کے اس زور سے ٹکرانے کی وجہ سے اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور دروازہ سے باہر کی طرف اوندھے منہ گر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری جان بچالی اگر ہیلمٹ سر پر نہ ہوتا تو میرا بھیجا اڑ جاتا۔ میرے ساتھی نے مجھے سہارا دیکر اٹھایا۔ ہم دونوں تیزی سے اس جگہ سے چل دیئے اور پھر چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ایک بڑی پہاڑی پر چڑھے تو اوپر ایک میدان سا تھا اور بہت بڑا برگد کا درخت نظر آیا جس کی داڑھیاں لٹک کر دروازے بن چکی تھیں اور اس کا تنا بھی بہت بڑا تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ درخت مہاتما بدھ کے زمانہ کا ہے ہم دونوں خاصے تھک چکے تھے لہٰذا آرام کی نیت سے اپنا ساز و سامان نیچے رکھ کر بیٹھ گئے ادریس اٹھا اور اپنا ایک ایمونیشن کا تھیلا اٹھا کر برگد کے تنے کے ساتھ پیٹھ لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے اسے کہا کہ یہاں پر کھلی جگہ سے مت جاؤ درخت کے ساتھ لگ کر مت بیٹھو کیونکہ دوسری جانب بہت بڑی کھوہ سی تھی ایسا نہ ہو کہ کوئی درندہ یہاں سے نکل کر حملہ آور ہو جائے اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا! آپ فکر مت کریں میں یہاں بیٹھ کر اپنا مرغوب مشروب پینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے تھیلے میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹی شیشی نکال لی۔ یہ ولایتی شراب وائٹ جن تھی اور اس نے منہ سے لگا کر غٹاغٹ پینا شروع کر دی۔ یہ ایک قیمتی نشہ آور شراب ہوتی ہے۔ میں نے اسے ڈانٹتے ہوئے انتباہ کیا کہ جانتے ہو آن ڈیوٹی شراب پینا منع ہے وہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگا اور بوتل خالی کر کے دور پھینک دی اب نشہ نے اثر دکھایا اور وہ خراٹے بھرنے لگا۔ مجھے بھی ذرا غنودگی آ گئی میں نے سر جھٹک کر غنودگی کا غلبہ دور کرنے کی کوشش کی اور گھڑی پر وقت دیکھا تو ساڑھے بارہ بج رہے تھے اور اب چاند کی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی مجھے پھر غنودگی نے آن لیا تقریباً ایک بجے کے قریب مجھے ہولناک چیخ سنا دی میں نے چوکنا ہو کر اپنے سامنے کی طرف دیکھا اور اپنا اشاریہ 45 کا پسٹل نکال لیا سامنے کچھ نہ تھا پھر مجھے کراہنے کی آوازیں آئیں تو اپنے دائیں طرف برگد کے پیڑ کی طرف دیکھا اف میرے خدا انتہائی خوفناک منظر میرے سامنے تھا۔ ایک بہت بڑے جسیم اژدھے نے میرے ساتھی کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور وہ اپنا دائرہ تنگ کرتا جا رہا تھا اور بڑے سے ڈھیر میں سے فقط ادریس کا چہرہ دکھائی دے رہا تھا یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے چین میں بڑے بڑے سانپ دیکھنے میں آئے تھے لیکن اتنا بڑا اژدھا کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اگر گولی چلاتا ہوں تو ڈر تھا کہ کہیں کوئی گولی ادریس کے نہ جا لگے۔

میرا ساتھی موت و حیات کی کشمکش میں تھا کچھ سوچنے کے بعد میں نے بڑے زور سے کہا کہ تم ایک ریسلر بھی ہو ہمت کرو جھپکی مار کر نکلنے کی کوشش کرو۔ اسکے ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ میرے ساتھی کا چہرہ بھی اس عفریت کے ڈھیر میں غائب ہو گیا۔ اب تو میں نے غصہ میں زمین سے سٹین گن اٹھائی اور اس مہیب اژدھے پر برسٹ مارنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اچانک ادریس اس ڈھیر کے نیچے سے بڑے زور لگانے کے بعد نمودار ہوا۔ لیکن خوفناک اژدھے کے غار جیسے منہ میں اس کا کندھا جبڑوں کی زد میں آ گیا لیکن اس نے بڑی ہمت سے پوری طاقت کے ساتھ جھٹکا سے دامن چھڑا لیا گرم جرسی کے باوجود اژدھے نے اس کے کندے سے گوشت کا لوتھڑا نوچ لیا تھا۔ ادریس بدحواسی میں ناک کی سیدھ میں بھاگ کھڑا ہوا۔ شاید وہ اپنے حواس میں نہ تھا میں نے اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی لیکن اس نے چھڑا لیا اور چیختے ہوئے بولا! سر یہ بلا بہت خطرناک ہے یہاں سے بھاگ چلئے۔ میں نے اپنا بیگ سٹین گن اور دیگر سامان جلدی سے اٹھایا اور اسکے پیچھے اسے پکڑنے کیلئے بھاگا۔ آگے جا کر ڈھلوان تھی ادریس کا پاؤں ایک چھوٹے پتھر سے ٹکرایا اور وہ لڑھکنیاں کھاتا ہوا ایک کونین کے بڑے سے پودے میں جا آ ٹکا۔ اس کا چہرہ بھی گرنے اور لڑھکنیاں کھانے کی وجہ سے لہولہان ہو چکا تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی جو بے سود ثابت ہوئی۔ آخر کار میں نے امداد کیلئے سرخ گولہ کاربین میں ڈالا اور فائر کر دیا بہت اوپر گولہ پھٹنے سے فضا میں سرخ ہالا سا پھیل گیا۔ اور اس کے پندرہ منٹ کے بعد امدادی پارٹی بمعہ ایمبولنس کے ہمیں ڈھونڈتی ہوئی وہاں آ پہنچی شومئے قسمت کہ میں نے گھبراہٹ میں اژدھے کی طرف توجہ کر کے اسے مارنے کی بجائے ادریس کے پیچھے بھاگ نکلا لیکن ایسا کرنا بھی ضروری تھا اس لئے کہ ادریس شدید زخمی ہو چکا تھا۔ اسے پہلے شیونگ سوئی قصبہ جو کہ جائے واردات کے اب قریب تر تھا سرہاؤنگ ڈسپنسری میں فسٹ ایڈ کیلئے بھیجا گیا جہاں اسے آکسیجن لگا دی گئی ہوش میں آنے کے بعد اسے کاولون سٹی ہسپتال میں لے گئے بعد ازاں زخم بہت گہرا ہونے کی وجہ سے اسے ہانگ کانگ کے بہت بڑے ہسپتال کوئین میری میں داخل کر دیا گیا۔ جہاں پر وہ تقریباً تین ماہ تک زیر علاج رہا اس کے کندھے سے مزید مار گزیدگی کے اثرات ختم کرنے کیلئے متاثرہ گوشت آپریشن کے ذریعہ سے کاٹ دیا گیا جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک صاحب فراش رہا۔ اخبارات میں یہ واقعہ شہہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ سب سے بڑی حیرت کی بات یہ کہ اس حادثہ سے اگلے روز پوری ایک کمپنی کے جوان اژدھے کا شکار کرنے کیلئے اس علاقہ میں گئے لیکن وہ ایسا غائب ہوا کہ اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔ کوئی چھ ماہ کے بعد جبکہ برطانیہ کے سابق وزیر اعظم لارڈ کلیمنٹ ایٹلی اور بیجنگ میں متعین پاکستانی سفیر جنرل این اے رضا کی کوششوں سے برطانیہ اور چین کے درمیان سفارتی تعلقات قائم ہو گئے اور پناہ گزینوں کے مسئلہ کے ساتھ ساتھ ایک معاہدہ کی رو سے طے پایا کہ 1997 میں ہانگ کانگ چین کے حوالے کر دیا جائے گا تو بارڈر پر مصنوعی دلدل کو پر کرنے کیلئے کام کا آغاز ہو گیا۔ بارڈر پر لگی خاردار باڑ بھی ہٹا دی گئی اور ہم پاکستانی واپس اپنے پولیس سٹیشنوں میں آ گئے اسی اثنا میں دلدل میں بنی ایک بڑی سرنگ میں سے وہی خوفناک اژدھا برآمد ہوا۔ جو کہ تقریباً جان کنی کی حالت میں تھا ہیوی بلڈوزروں اور بھاری مشینری کے بوجھ تلے آ کر وہ کچلا جا چکا تھا۔ ماہرین جنگلات نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا اسکی لمبائی تقریباً 65 فٹ تھی۔ ماہرین اور ورلڈ وائلڈ لائف کے نمائندوں نے جو کہ مختلف ممالک سے تعلق رکھتے تھے انہوں نے اژدھے کا بغور معائنہ کیا اور پھر اخبارات کو بیان دیتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ یہ اژدھا 80 فٹ کی لمبائی تک چلا جاتا ہے اور یہ بڑے اژدھوں کی نسل اناکونڈا سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ نسل افریقہ، سندربن کے جنگلات اور امریکہ کے دریائے ایمزون کے دلدلی علاقوں میں بھی پایا جاتا ہے۔

پیارے بچو! اس خوفناک بڑے اژدھے کو کچھ دنوں کیلئے عوام کو دکھانے کیلئے لوو کے ریلوے سٹیشن پر رکھ دیا گیا تھا۔

بچوں کو مار سے نہیں منطق سے سکھانا چاہئے

سکالرز گروپ آف کالجز کے سربراہ ڈاکٹر خورشید عالم کا پھول فورم میں اظہار خیال

رپورٹ: آمنہ اعظم

میرے طالب علمی کے دور میں ماسٹر برکت کا ڈنڈا چلتا تھا اور استاد ہمیشہ خوف اور مار کا ہی سمبل لگتا تھا۔ یہ ڈنڈا کلچر ایک طویل عرصے تک ہمارے معاشرے اور تعلیمی سیٹ اپ کا حصہ رہا لیکن اب خدا کا شکر ہے کہ اس کلچر کو کافی حد تک ختم کر لیا گیا ہے۔ میں نے جب تدریس کے شعبے کو جوائن کیا تو مجھے بھی اسی کلچر کا سامنا کرنا پڑا لیکن میں نے صرف یہی سوچا کہ اگر میرے ساتھ ایسا ہوا ہے تو میں اگلی نسل کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گا پھر سوچا کہ نئی نسل کی تربیت کیسے کی جائے۔ ذہن میں پہلا خیال یہی آیا کہ اگر تربیت کی اپروچ سائنٹیفک اور Logical ہو تو بات کو زبردستی کہنے اور منوانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک بچے کی تربیت اس کی ساری خوبیوں کے ساتھ ہونی چاہئے۔ تربیت میں کہیں بھی کمتری کا احساس اور زبردستی کا کام نہ ہو بلکہ اگر علم دینے والے اور علم حاصل کرنے میں اخلاص ہو تو پھر خودبخود علم منتقل ہوتا جاتا ہے۔

علم دینے والے استاد کا اخلاص اور اپنے کام سے محبت اور ''Conviction'' ہی علم حاصل کرنے والے طالب علم میں اخلاص اور علم سے محبت پیدا کرتا ہے۔ بس اسی عزم کو لے کر چلا۔ کچھ عرصہ تک جی سی میں پڑھایا۔ اپنی سوچ اور خواہش کے مطابق اور اللہ کا شکر ہے کہ میں اپنے ارادوں اور خواہشوں کی تکمیل میں کافی حد تک کامیاب ہوا ہوں۔ میں سکالرز کالج میں اپنے استادوں کو یہی کہتا ہوں کہ ''آپ کے پاس جو یہ نونہال ہیں یہ ہمارے ملک کا مستقبل ہیں اور یہ پھول جیسے بچے ہیں ان کو گرم ہوا نہیں لگنی چاہئے۔'' اللہ کا شکر ہے میں آج مطمئن ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کو ضائع نہیں کیا بلکہ اسے اصل مقصد کیلئے استعمال کیا ہے۔ اپنی ذات کی نفی کی ہے۔ بری باتوں اور بری روایات کو توڑا اور اچھے اور بہترین لوگوں اور ان کے مشوروں کو لے کر تدریسی میدان میں تبدیلی اور بہتری لانے کی کوشش کی ہے۔

استاد کو بچوں کو ہرگز نہیں مارنا چاہئے۔ آپ ایک لمحے کو سوچیں کہ انسان کے بچے کو مارنے کی تو ضرورت ہی نہیں پڑتی یہ بچے تو ذرا سے پیار کی نرمی اور گرمی سے پگھل جاتے ہیں اور پھر چاہیں جس طرح مرضی Mold کر لیں اور جو چاہیں کہہ دیں اور منوا لیں۔ غلطیاں تو ہوتی ہیں بڑوں سے ہو جاتی ہیں تو پھر بچوں سے کیوں نہیں ہو سکتیں۔ آخر انسان غلطیاں کر کر کے ہی تو سیکھتا ہے لیکن غلطیاں اگر قابل اصلاح نہ ہوں تو پھر معاشرے اور لوگوں کا ارتقاء ہوتا ہے ورنہ صرف تباہی ہی ہوتی ہے۔ اپنے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ میں جس سکول سے پڑھا ہوں اس میں ٹاٹ بھی نہیں ہوتا تھا اور میں ٹاٹ بھی خود اپنے گھر سے لے کر جاتا تھا۔ وہ سکول کا نام ایم سی پرائمری سکول میاں میر صاحب گردوارے میں تھا۔ میں آج بھی جب اس جگہ کے قریب سے گزرتا ہوں تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے لیکن شرمندگی یا افسوس کا احساس کبھی نہیں ہوتا بلکہ میں بڑے فخر سے اپنے Colleages اور Students کے ساتھ اپنے سکول کے حالات اور واقعات Share کرتا ہوں۔ پروفیسر خورشید عالم بنیادی طور پر فزکس کے استاد ہیں۔ ایک عمر انہوں نے گورنمنٹ کالج میں پڑھایا پھر کامرس کی تعلیم کیلئے سکالرز کالج کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ بنایا۔ آج یہ ایک کالج بڑے ادارے کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ سکالرز گروپ آف کالجز میں 20 ہزار سے زائد بچے تعلیم پا رہے ہیں۔ اس قدر علمی اور انتظامی کاموں کو سنبھالنے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے والے یہ استاد کہتے ہیں ...... بچے کو شرارت کرنے سے کبھی نہ روکیں وہ اب شرارت نہیں کرے گا تو پھر کب کرے گا۔ لہٰذا بچوں کی شرارتوں پر Irritate ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بچے کو اگر Logically بات سمجھا کر منع کیا جائے تو مان جاتا ہے جیسے ہمارے ہاں بچے اکثر قطار بنانے اور قطار میں کھڑے ہونے سے بھاگتے ہیں اور میں انہیں یہ Logic دیتا ہوں کہ دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں ان میں عبادت کرنے کیلئے لوگ ایک قطار میں بڑی ترتیب اور تہذیب سے کھڑے

ہمارے سرکاری منصوبہ ساز منصوبوں سے آگاہ ہیں نہ منصوبہ سازی سے

انفرمیشن ٹیکنالوجی کا شور بغیر کسی تیاری کے کیا رنگ لائے گا

ہوتے ہیں اور اللہ جی ان کے اسی سلوک اور تمیز کو پسند کرتے ہیں تو پھر آپ لوگ کیوں قطار نہیں بنا سکتے بس اس طرح بچے بات سمجھ جاتے ہیں اور لائن میں کھڑے ہونے پر نہ تو شرم محسوس کرتے ہیں اور نہ ہی انہیں بار بار کہنا یا سزا دینی پڑتی ہے۔

آخر میں انہوں نے کہا کہ مجھے آج پھول کے پروگرام میں آ کر بڑی خوشی ہوئی ہے اور میں پھول کے ایڈیٹر اختر عباس اور چیف ایڈیٹر مجید نظامی کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ وہ پھول کی صورت میں بہت بڑی نیکی کر رہے ہیں اور وہ ایک ایسے دور میں جب ہر طرف قحط الرجال ہے وہ نئی نسل اور نونہالوں کی صحیح طریقوں پر تربیت کر کے اچھے لوگ اور اچھا مستقبل بنا رہے ہیں۔ اللہ ان کے کام میں اور زیادہ برکت ڈالیں۔ (آمین)

عظیم ہستی جناب رسول پاکؐ کو بھلا کیا اور کیسے
نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں
دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتی
جب تک اس قوم کے مردوں کے شانہ بشانہ
عورتیں بھی آگے نہ بڑھیں
سرکاری ملازم حاکم نہ بنیں،
لوگوں کے ملازم اور خادم بنیں،
انہیں عزت وتکریم اور انصاف دیں

ہر عمر کے بچوں کیلئے
ماہنامہ پھول لاہور
2001 - سال قائداعظمؒ
125 سالہ
125 سالہ جشن ولادت قائداعظمؒ کے موقع پر
Back to Quaid-e-Azam
قائداعظمؒ سے محبت کا اظہار ــ ان کی باتوں پر عمل اور اقرار سے
پاکستان قائم رہنے کے لئے بنا ہے اور
انشاءاللہ ہمیشہ قائم رہے گا
قرآن مجید ہمارا آخری اور قطعی رہبر ہے
قوت ارادی، قوت عمل اور قوت کردار پیدا کیجئے
ایک خدا - ایک کتاب - ایک رسولؐ - ایک امت
اللہ پر ایمان - اپنی ذات پر ایمان - اپنی تقدیر پر ایمان
انصاف، رواداری، شرافت، دیانت، عزت
یہ ہیں اسلام کے اعلیٰ ترین اصول
پاک سرزمین کی اصل منزل، اسلامی جمہوریت

کیریئر کونسلنگ
ایک قابل قدر سلسلہ

امبر

پھول ساتھیو!

آج کیریئر کونسلنگ کے سلسلے میں ہم نے جس شعبے کا انتخاب کیا ہے۔ یقیناً بہت سے ساتھی اس کے متعلق پہلے سے جانتے ہوں گے مگر ایسا ہوتا ہے نا! کہ بعض اوقات ہماری معلومات مکمل نہیں ہوتیں اور آج کے تیز رفتار دور میں تو نت نئی معلومات کا ایک دریا ہے جو بہتا چلا آ رہا ہے۔ نئے سے نیا، مزید اور پھر مزید

☆...... دوستو! آپ نے یقیناً ابلاغیات کے بارے میں سنا ہوگا، یہ مضمون اپنے اندر بہت سی جہتیں سموئے ہوئے ہے۔ یوں تو پاکستان کی کافی یونیورسٹیوں اور کالجز میں یہ مضمون پڑھایا جا رہا ہے مگر کیوں نا! اس ادارے سے شروع کیا جائے جہاں 1941ء میں برصغیر پاک و ہند میں سب سے پہلے اس کو بطور مضمون متعارف کروایا گیا جی ہاں! میں بات کر رہی ہوں پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کی

☆......بی اے/بی ایس ای کے بعد آپ اس مضمون "ابلاغیات" Mass Communication میں اوپن میرٹ کی بنیاد پر داخلہ لے سکتے ہیں یہ دو سالہ پروگرام آپ کو میڈیا کے اداروں کے لئے تربیت دیتا ہے۔ جن میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا شامل ہیں طلبہ کو پڑھائی کے ساتھ عملی تربیت بھی دی جاتی ہے۔ نصاب میں میڈیا کی تاریخ، خبروں کی تکنیک، خبری صفحوں کی ڈیزائننگ، ملکی و غیر ملکی معاملات، پبلک ریلیشن وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔

☆......کہا جاتا ہے جب یہ طلبہ عملی فیلڈ میں آتے ہیں تو انہیں خوب باتیں سننی پڑتی ہیں۔ جس کی وجہ ڈاکٹر یونس بٹ تو یہ بیان کرتے ہیں کہ صحافت میں ناکام ہونا اس بات کی علامت ہے کہ بندہ پڑھا لکھا ہے لیکن جو لوگ اس کیریئر کو اپنانا چاہتے ہیں وہ اگر شام کے اوقات میں کسی بھی میڈیا کے ادارے میں عملی تجربہ بھی حاصل کرتے رہیں تو یہ ان کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہوگا۔ اخبارات، رسائل میں لکھنے اور نام پیدا کرنے کے لئے ڈگری کے مکمل ہونے کا انتظار نہ کرتے رہیں۔

☆......ایم اے ابلاغیات کے بعد طلبہ اخبارات، رسائل میں بطور صحافی اپنی صلاحیتیں آزما سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی بھی ایڈورٹائزنگ ایجنسی، ریڈیو ٹی وی کے مختلف شعبوں میں، میڈیا مینیجر اور سرکاری و غیر سرکاری اداروں میں پبلک ریلیشن آفیسر کے فرائض بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔

☆......ایم اے ابلاغیات کے بعد دو سالہ ایم فل کا کورس کیا جا سکتا ہے جس کے بعد معلومات اور ابلاغیات کے اداروں میں انتظامی امور کے آفیسر، یونیورسٹی اور کالج کے پروفیسر کے فرائض ادا کئے جا سکتے ہیں۔

☆...... اس کے علاوہ پنجاب یونیورسٹی نے ابلاغیات کی ایک نئی جہت "ترقیاتی صحافت" کا دو سالہ سیلف سپورٹنگ ایم اے کورس حال میں شروع کروایا ہے۔ سیلف سپورٹنگ سے مراد ہے آپ کو ایک سال کی فیس اکٹھی ادا کرنی پڑتی ہے جو کہ اوپن میرٹ کے مقابلے میں یقیناً زیادہ ہوتی ہے لیکن سیلف فنانس سے فرق اس طرح ہوتا ہے کہ سیلف فنانس میں آپ کو سیٹ خریدنے کے بعد پورا سال دیگر اخراجات اور فیس بھی برداشت کرنی پڑتی ہے۔ اس طرح یہ مقابلتاً قابل قبول ہے اور دوستو! سب سے بڑی آسانی یہ ہے کہ یہ کلاسز شام میں ہوتی ہیں اور اس کے لئے عمر یا میرٹ کی بھی قید نہیں بی۔ اے/بی ایس ای کے بعد آپ اس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔

صحافت میں ناکام ہونا اس بات کی علامت ہے کہ بندہ پڑھا لکھا ہے

اخبارات، رسائل میں لکھنے اور نام پیدا کرنے کے لئے ڈگری کے مکمل ہونے کا انتظار نہ کرتے رہیں۔

یہ کلاسز شام میں ہوتی ہیں اور اس کے لئے عمر یا میرٹ کی بھی قید نہیں

☆......اس جہت میں سیاست اور جرائم کی روایتی صحافت سے قطع نظر معاشرے کی ترقی سے متعلقہ عوامل پر زور دیا جاتا ہے۔ ماحول، زراعت، تعلیم، عورتوں اور بچوں کے حقوق، دیہی ترقی، غربت، گھر، صحت و صفائی، انسانی حقوق اور ترقیاتی پروگرام اس کے مقاصد ہیں، کہا جاتا ہے صحافت مشن ہے یا کاروبار؟ لیکن یہ جہت سو فیصد مشنری ہے اگر آپ اپنے ملک سے محبت کرتے ہیں اور اس کے مسائل حل کرنے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو یہ پروگرام آپ کو اس کی عملی تربیت دیتا ہے۔ ہمارے ملک میں این جی اوز کا تصور بہت خراب ہو چکا ہے لیکن اگر ہماری تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ نسل اس شعبے سے وابستہ ہوگی تو یقیناً بہتر تبدیلی آئے گی اور معاشرتی تبدیلی ترقی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

☆......ترقیاتی صحافت کی جہت کو عملی صحافت میں روزنامہ جنگ نے سب سے پہلے اپنایا اور اخبار میں متعارف کروایا ہے اور اس کے لئے اخبار میں ایک الگ سیکشن بنایا ہے جو یقیناً اس جہت کی کامیابی کی دلیل ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے تربیت یافتہ لوگ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے علاوہ تعلیم، ایڈورٹائزنگ، پبلک ریلیشن کے انہی اداروں میں کام کر سکتے ہیں جہاں ایم اے ابلاغیات والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆......جامعہ پنجاب میں شام کے اوقات میں ایک سالہ "ڈویلپمنٹ سپورٹ کمیونیکیشن" کورس بھی کروایا جاتا ہے۔ اس کورس کے حامل افراد ترقیاتی پروگرام جیسے صحت، تعلیم، خاندانی منصوبہ بندی، زراعت، سماجی بہبود، تعلیم بالغاں، جنگلات، ماہی پروری، ماحولیات اور عورتوں اور بچوں کی بہبود کے اداروں میں اپنی صلاحیتیں آزما سکتے ہیں۔

ایم فل/ایم اے ابلاغیات/ترقیاتی صحافت کے طلبہ دو سے پانچ سالہ پی ایچ ڈی کا کورس بھی کر سکتے ہیں جس کے بعد وہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری پانے کے حقدار بن سکتے ہیں۔

دوستو! علم کا کوئی دوسرا کنارہ نہیں جتنا آگے بڑھیں گے اتنا مزید پائیں گے اور حق تو یہ ہے کہ زبان پر صرف ہل من مزید ہو اور بقول اقبال ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں تو بڑھیے آگے اور ڈھونڈیے اپنا اپنا جہاں جرنلزم کی تعلیم پرائیویٹ تعلیمی اداروں سے حاصل نہیں کی جا سکتی اس حوالے سے یونیورسٹی نے کسی بھی ادارے کو ایفیلی ایشن نہیں دی جرنلزم میں ماسٹر ڈگری ملک کے تمام ریگولر یونیورسٹیوں کے علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں بھی آفر کی جاتی ہے۔

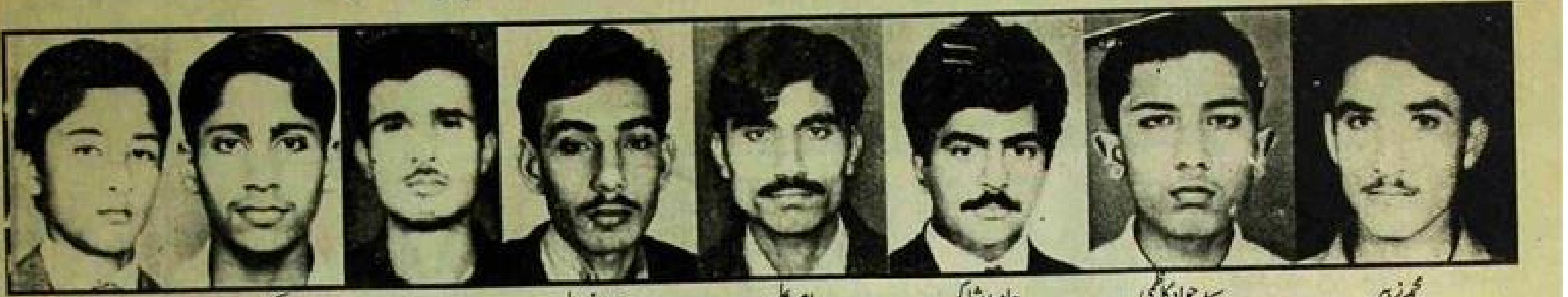

محمد زبیر — سید جواد کاظمی — جاوید شاکر — امجد علی — مرزا افضال — ساجد جاوید — شکیل احمد — وسیم انور

اے کاش کہ دیکھوں ایسے ہزاروں دن

مرتب: منصور فائز

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی کیا خوب بنایا ہے کہ وہ جس چیز سے متاثر ہوتا ہے یا جس سے اسے دوسرے کو متاثر کرنے کی کوئی بات ملتی ہے اسے دوسروں تک ضرور پہنچاتا ہے تاکہ وہ بھی اس سے متاثر ہوں۔ اس کے بارے میں غور و فکر کریں شاید اسی لئے انسان کو رب کا نائب کہا گیا ہے لیکن کیا ہی اچھا ہو کہ ہم صرف بھلائی کی باتوں سے اور نیکی خوشی سے لوگوں کو متاثر کریں یا ورنہ تو اکثر لوگ وقتی فائدہ دینے والی عارضی خوشی کا باعث بننے والی جھوٹی سچی باتوں سے خود کو بھی بہلاتے ہیں اور دوسروں کو بھی سناتے ہیں۔ بہتر سوچ اور اچھا عمل ہی تو ہے جس سے ہمارا رب بھی بہت خوش ہوتا ہے۔ وہ خوش ہو گیا تو پھر آخرت بھی سنور گئی اور دنیا بھی بن گئی۔

آپ سب ساتھیوں کو سالگرہ مبارک 10 فروری 2001ء ایک خاص دن ہو گا آپ کیلئے۔ پھول ٹیم کے ساتھ مل بیٹھنے کا اور کسی اچھی سی شخصیت سے ملاقات کرنے کا یہ صرف ان ساتھیوں کیلئے ہے جن کی سالگرہ فروری میں ہے۔ اتنی خوشیوں میں اک اور خوشی صرف آپ کیلئے۔ تو پھر آیئے اور اچھی اچھی باتیں سیکھئے جو زندگی میں آپ کیلئے بہت کارآمد ہوں گی۔ یاد رہے یہاں تعارف صرف ان ساتھیوں کا ہوتا ہے جو پھول کلب کے ممبر ہوں اور ان کا کارڈ بن چکا ہو۔

کارڈ کیلئے پُر کئے گئے فارم کی مدد سے ہی یہ معلومات اخذ کی جاتی ہیں۔ بہت سے ایسے ساتھی جو اپنا نام اور تعارف اس کالم میں دیکھنے کے خواہاں ہوتے ہیں وہ فوراً ممبر بننے کیلئے آفس خط لکھیں تو بات بن جائے گی۔

☆......شگفتہ **PPS-342** (پسرور) برتھ ڈے کیم فروری: یہ مستقبل میں پھول کہانی گھر کا صدر بننے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ بھئی یہ بہت زیادہ مشکل کام تو نہیں ہے۔ بس آپ فٹافٹ کہانی گھر کا فارم منگوائیں اور کہانی گھر شروع کریں تو دیکھئے اگر محنت کرتی رہیں تو پھر صدر ضرور بن جائیں گی۔

☆......ناظم حسین **PP-351** پاکپتن۔ برتھ ڈے کیم فروری **1986**ء: یہ اداکاری کا شوق رکھتے ہیں۔ ماشاء اللہ۔ ارے اللہ کے بندے پہلے پڑھائی وغیرہ کرو پھر یہ شوق پورا کر لینا۔

☆......سہیل شہزاد **PK-123** خانیوال۔ برتھ ڈے کیم فروری **1984**ء: یہ پھول سے اپنے کزن کے ذریعے متعارف ہوئے ہیں۔ ماشاء اللہ بھئی کتنے خوب کزن تھے۔ ایک ہمارے کزن ہیں انہوں نے ہمیں عمران سیریز سے متعارف کروایا تھا جو اب بھی کبھی کبھار ابو سے چھپ کر پڑھنی پڑھتی ہے۔

☆ آفتاب احمد عمران **PPS-257** فاروق آباد۔ برتھ ڈے کیم فروری **1982**ء: یہ بھی پھول سے اپنے ایک دوست کے ذریعے متعارف ہوئے تھے اور انہیں یہ رسالہ اتنا پسند ہے کہ یہ اس کے علاوہ کوئی بھی رسالہ نہیں پڑھتے۔ دوستی ہو تو ایسی۔

☆...... شیخ شاہد اختر شاد **PB-1783** بہاولپور۔ کیم فروری **1983**ء: یہ ساتھی مستقبل میں ڈاکٹر یا فوجی بننا چاہتے ہیں۔ اللہ کے بندے اگر ایف ایس سی **A+** گریڈ میں کرلو تو پھر ڈاکٹر اور فوجی دونوں بنا جا سکتا ہے۔ بس ذرا صحت بھی اچھی ہو۔

☆...... فاروق علی **PMD-180** مظفرگڑھ۔ کیم فروری **1986**ء: انہیں پھول سے متعارف کروانے کا سہرا ان کے استاد محترم کے سر ہے۔ اتنے اچھے تحفے دینے والوں کی قدر کریں تو پھر مالک بھی خوش ہو جاتا ہے۔

☆...... شفیق احمد **PAB-1864** لسبیلہ۔ 2 فروری **1980**ء: یہ مستقبل میں اپنا ذاتی کاروبار کھولنا چاہتے ہیں۔ لگتا ہے کوئی دودھ چائے اور سگریٹ پان کا کھوکھا کھولنے کا ارادہ ہے۔ اب بڑے کاروبار تو کھلنے سے رہے۔ فوجی حکومت کی پالیسیاں ہی اتنی اعلیٰ نسل کی ہیں۔

☆......شعیب احمد دانش **PKK-1839** خانیوال۔ 2 فروری **1983**ء: ان کے خیال میں پھول انتہائی تفریحی اور تعلیمی رسالہ ہے۔ ویسے اکثر ساتھیوں کا خیال ہے۔ یہ کافی معلوماتی بھی ہے۔

☆......امان اللہ **PT-542** تربت۔ 2 فروری **1982**ء: یہ فٹ بال کا کھلاڑی بننا چاہتے ہیں۔ ویسے دیکھا جائے تو کرکٹ اور ہاکی کے بعد اب اسی میں کسی بہتری کے مواقع نظر آ رہے ہیں۔ اگر سیاست سے بچ گیا تو......

☆......شکیل احمد **PM(B)** پسرور۔ 2 فروری **1984**ء: یہ پھول **1996**ء سے پڑھ رہے ہیں۔ گویا 5 سال ہونے کو آئے ہیں۔ آپ پڑھتے جائیں آئندہ 15 سال بھی اس کو پڑھنے میں باآسانی گزر جائیں گے کیونکہ سنا ہے کہ یہ ہی اتنا اچھا۔

☆...... محمد زبیر تبسم **POK-128** اوکاڑہ۔ برتھ ڈے 2 فروری **1978**ء: یہ پھول **1992**ء سے پڑھ رہے ہیں۔ خاصا پرانا تعلق ہے۔ خوب تعلق نبھایا ہے آپ نے۔ اچھا لگا۔ دوست ایسے ہی ہونے چاہئیں۔ مستقل مزاج......

☆......عمیر خان **PL-140** لاہور۔ برتھ ڈے 3 فروری **1989**ء: یہ پھول کے ساتھ اپنی بہن صبا خان کے ذریعے متعارف ہوئے ہیں۔ (جو لاہور گرلز سٹڈی ونگ کی صدر ہیں) انہوں نے تو بہت سے لوگوں کو متعارف کروایا ہے۔ جن میں ایک یہ بھی ہیں۔

☆...... مرزا افضال انجم **PK-1852** خانیوال۔ برتھ ڈے 4 فروری **1977**ء: انہوں نے مستقبل کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔ یعنی قسمت پر۔ تو میاں پھر نجومی بن جاؤ ہو سکتا ہے کسی اور کا بھی بھلا ہو جائے۔ آخری خبروں تک یہ خانیوال پھول کلب کے صدر تھے اور اچھی ٹیم بنانے کے ارادوں میں تھے۔

☆...... منصور احمد **PV-633** وہاڑی۔ برتھ ڈے 4 فروری **1982**ء: انہیں پھول سے صدر پھول کلب وہاڑی نے متعارف کروایا ہے۔ ویسے جہاں تک ہمیں یاد پڑتا ہے وہ اپنے ذیشان بھائی ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اب تک وہ ماشاء اللہ اتنے ساتھیوں کا پھول سے متعارف کروا چکے ہیں۔ باقاعدہ شاباش دینے کو دل چاہ رہا ہے۔

☆...... حلیمہ فاروق احمد **PI-295** اسلام آباد۔ برتھ ڈے 5 فروری: یہ ننھی سی ساتھی مستقبل میں

ارشد فرید — حافظ عمیر محمود — ناظم حسین — منصور احمد — حلیمہ فاروق — رانا اسد جواد — محمد علی ملاح — امان اللہ

آصف نوید — محمد مبشر ملک — عمیر خان — سہیل شہزاد — مزمل حسین — شفیق احمد — محمد اقبال — ناصر

استانی بننے کا ارادہ رکھتی ہے۔ شاید اسلئے کہ یہ اپنی استانی کی طرح اپنے شاگردوں کو پھول سے متعارف کروائیں جس طرح یہ خود اپنی استانی کے ذریعے ہوئی ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں اچھا استاد بھی کس قدر نعمت ہوتا ہے۔

☆...... ناصر **PG-615** گوجرانوالہ- برتھ ڈے 5 فروری **1984**ء: یہ پھول تین ماہ سے پڑھ رہے ہیں۔ یعنی ابھی ابتداء ہی کی ہے۔ ان کے خیال میں پھول محبت کرنا سکھاتا ہے۔ واہ بھئی بڑے چھپے رستم نکلے۔ یہ بات چھپی ہوئی تھی وہ بھی بتا دی۔

☆...... محمد علی ملاح **SN-01** نوشہرہ- برتھ ڈے 5 فروری **1984**ء: یہ پھول جنوری **2000**ء سے لگاتار پڑھ رہے ہیں۔ گویا اب ان کی سالگرہ پر۔ پھول سے ان کی دوستی کی سالگرہ بھی ہے۔

☆...... نوید جان میؤ **PL-250** لاہور- برتھ ڈے 5 فروری **1983**ء: یہ پھول کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ بچوں کے دوسرے تمام رسائل سے ممتاز ہے۔ اللہ ان کو بھی ممتاز رکھے۔ زندگی مختلف اور دوسروں کیلئے مفید بھی اور اچھی ہو تو ہی ممتاز ہوا جاتا ہے۔

☆...... ساجد جاوید **PC-1763** چشتیاں- برتھ ڈے 6 فروری **1981**ء: یہ ساتھی مستقبل میں بزنس مین بننا چاہتے ہیں۔ اچھی بات ہے ابھی سے سوچ رکھا ہے ورنہ نوکری سے مایوس ہو کر بزنس کرنے والے خوب تنگ ہوتے ہیں۔

☆...... مزمل حسین **PK-1869** کالیکی منڈی- 7 فروری **1982**ء: ان کے خیال میں پھول بہت دلچسپ اور معلوماتی رسالہ ہے۔ دیکھتے ہیں یہ خود اس سلسلے میں کیا کرتے ہیں۔

☆...... محمد اقبال **PM-38** مظفرگڑھ- 9 فروری **1981**ء: یہ ساتھی پھول کے علاوہ "نوائے وقت" اور "سنڈے میگزین" بھی پڑھتے ہیں۔ سارے شوق ہیں بڑوں والے ہیں۔

☆...... محمد صدیق **PI-337** لاہور- 9 فروری **1990**ء: یہ مستقبل میں ڈاکٹر بننے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اسلئے کہ غریبوں کا مفت علاج کریں۔ ہم اتنا ہی کہیں گے کہ اے کاش ایسا ہی ہو۔

☆...... محمد جاوید شاکر **PKL-1855**- 10 فروری **1982**ء: انہیں پھول گفٹ میں ملا تھا اور یہ گفٹ انہیں اتنا پسند آیا کہ گذشتہ تین سال سے اسے پڑھ بھی رہے ہیں اور گفٹ بھی دے رہے ہیں۔

☆...... محمد سمیع اللہ **PDG-263** ڈیرہ غازیخان- 12 فروری **1887**ء: یہ آرمی میں کمشن لینا چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو اچھے نمبروں سے انٹر کلیئر کرو۔ ساتھ میں صحت بناؤ اور معلومات وغیرہ پڑھو۔ معلومات کیلئے سید غضنفر علی زیدی کا کوئز کی دنیا بھی بہت بہتر ہے۔

☆...... اسد جواد رانا **PBM-1814** بہاولنگر- برتھ ڈے 12 فروری **1976**ء: یہ مقرر بننے کا شوق رکھتے ہیں یعنی تقریر کرنے کا۔ تقریر ضرور کریں۔ لیکن ایسی کہ سننے والے کو بھی بھلی لگے۔

☆...... آصف نوید صدیقی **PLK-1871** رحیم یار خان- برتھ ڈے 12 فروری **1976**ء: انہیں پھول سے ان کی چھوٹی بہن نے متعارف کروایا ہے۔

☆...... ارشد فرید **PR-1670** رحیم یارخان- 13 فروری **1986**ء: یہ ساتھی پھول کو ایک زبردست رسالہ کہتے ہیں۔ اب یہ نہیں لکھا کہ کتنا زبردست چلو کچھ اندازہ تو ہوتا۔

☆...... سید جواد حسن کاظمی **PBH-1862** بہاولپور- 13 فروری **1986**ء: انہیں پھول سے ان کے چچا جان نے متعارف کروایا ہے۔ ان کے چچا بھی خوب کمال کے بزرگ ہوں گے۔ جن کی اتنی گہری نظر ہے رسائل پر۔

☆...... شمیم رحمت **PS-314** سرگودھا- برتھ ڈے 14 فروری: انہیں سیر و تفریح کا شوق ہے اسلئے یہ مستقبل میں ائرہوسٹس بننا چاہتی ہے۔ ویسے صرف سیاح بن کر بھی شوق پورا کیا جا سکتا ہے۔ یہ ائرہوسٹس والا شوق بڑا مشکل والا ہے اور اکثر بھاری پڑتا ہے۔

☆...... امجد علی عاصی **PL-1833** لاہور: انہیں پھول سے مدرسہ الملکہ پھول کلب نے متعارف کروایا ہے۔ ویسے اپنے مدرسہ الملکہ والوں نے بھی کیا خوب لوگ پھول سے متعارف کروائے ہیں۔ وہاں پھول کلب بھی خاصا **Active** ہے۔ آج کل سلیم قادری صاحب ذرا گوشہ نشین ہوئے لگتے ہیں۔

☆...... حافظ عمر محمود **PV-631** وہاڑی- برتھ ڈے 16 فروری **1986**ء: یہ پھول سے جب سے متعارف ہوئے ہیں اسی کے ہو کر رہ گئے ہیں۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ یہ کیسا رسالہ ہے۔

☆...... آصف حمید **PL-170** لاہور- برتھ ڈے 22 فروری **1978**ء: انہیں پھول سے اپنے غضنفر علی نے متعارف کروایا ہے۔ امید ہے انہوں نے محنتی اور مخلص مزاج سے بھی آگاہ کیا ہو گا۔

☆...... اختر عباس **PM-1737** ملتان- برتھ ڈے 23 فروری **1987**ء: یہ پھول سے اپنے تعلیمی ادارے مون ریز جونیئر ماڈل سکول سے متعارف ہوئے ہیں۔ اس کیلئے کہ تعلیم کے لحاظ سے بھی پھول بہت اچھا رسالہ ہے۔ ایڈیٹر بھیا کے بعد اس نام کے ملک میں شاید دوسرے نوجوان ہیں۔ اللہ اپنا خاص کرم و فضل رکھیں۔

☆...... محمد مبشر **PMG-182** مظفرگڑھ- برتھ ڈے 26 فروری **1984**ء: مصروف رہنے کیلئے اور بیٹھے بٹھائے معلومات مل جانا کوئی عام بات نہیں بھئی یہ مبشر صاحب کہتے ہیں کیونکہ انہیں پھول سے معلومات وافر مقدار میں مل جاتی ہیں۔

☆...... وسیم انور **PL-205** لاہور- 28 فروری **1984**ء: انہیں نظر زیدی کا کالم حدیث بہت پسند ہے اسلئے کہ یہ احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے کا شوق رکھتے ہیں اور انہیں پھول سے متعارف ان کے ٹیچر شمس صاحب نے کروایا ہے جو کہ پھول سوری کلب کے سیکرٹری بھی ہیں۔

☆...... وکیلا النساء **PJR-299** گوجر خان- 28 فروری: پھول ہردلعزیز رسالہ ہے۔ وکیلا النساء صاحبہ کوئی نئی بات بھی تو بتائیں۔

☆...... حافظ راؤ محمد طارق اسلام **PM-1749**- 28 فروری **1985**ء: ان کی باجی پھول میں لکھتی تھیں اور انہوں نے ہی اسے پھول سے متعارف کروایا اسلئے نہیں کہ وہ صرف ان کی تحریریں پڑھے بلکہ اسلئے کہ وہ اس سے اچھی اچھی باتیں سیکھے جو ایک مکمل اور باضابطہ رسالے کی آئینہ دار ہیں۔

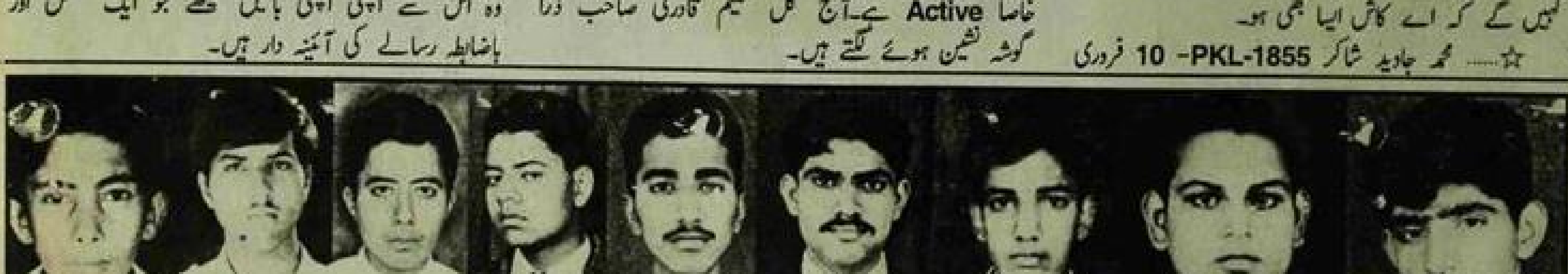

شعیب دانش — محمد صدیق — فاروق علی — آفتاب احمد — نوید جان — ملک کاشف — آصف حمید — شاہد اختر — محمد سمیع اللہ

YES ITS ME

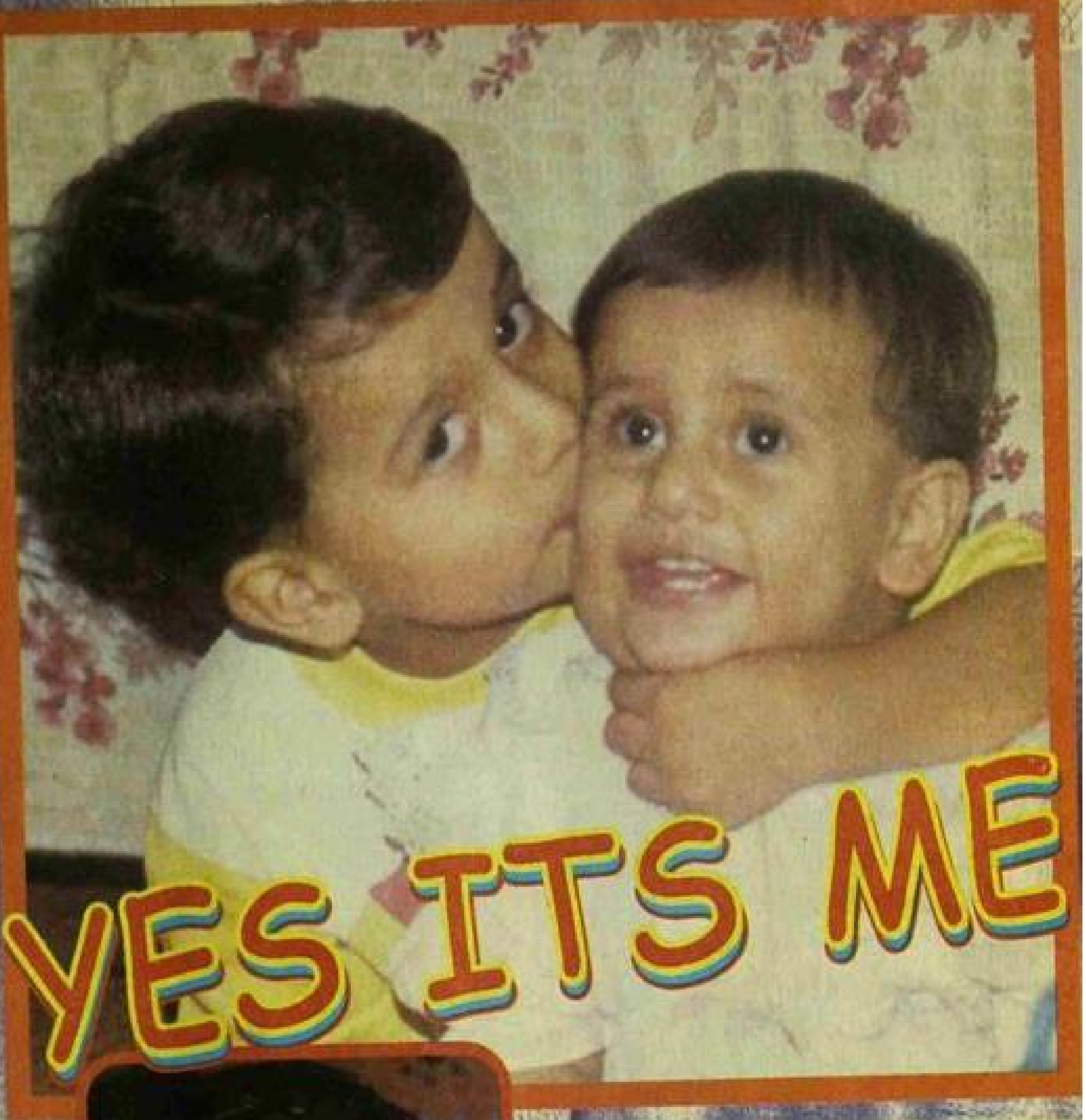

میرا دعویٰ ہے.............

میرا نام "عقیل" ہے۔ اور یہ ساتھ میری چھوٹی بہن "ثناء" ہے۔ یہ تصویر اس کی سالگرہ کی ہے۔ اور میں اسے چوم کر ہپی برتھ ڈے کہہ رہا ہوں۔ میں اس سے بہت پیار کرتا ہوں۔ دیکھا نہیں وہ کیسے مسکرا رہی ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ مجھ سے زیادہ پیار کوئی بھی بھائی اپنی بہن سے نہیں کر سکتا۔

عقیل وسیم' ثناء وسیم۔ سیالکوٹ

قد بڑھانے کی کوشش

☆......یہ تصویر میرے بچپن کی ہے۔ جب میں سیر کے لئے مری گیا تھا۔ اس تصویر میں میں اوپر والے گملے کے برابر ہونا چاہتا تھا۔ ساتھ والے جھگے پر ایک اور بچہ کھڑا تھا۔ میں اسی کی طرف دیکھ کر اوپر چڑھ رہا تھا کہ ابو نے میری تصویر کھینچ لی۔ میں آج بھی یہ تصویر دیکھتا ہوں تو ان پیارے لمحوں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ عثمان غنی راول بھائی پھیرو

کوئی پہچانتا ہی نہیں

☆......پہچانا! نہیں ناں پہچانا۔ جب بھی کوئی یہ تصویر دیکھتا ہے تو پہچانتا ہی نہیں ہے تو پھر پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے؟ تو پھر میں کہتی ہوں کہ Yes its me

اسماء الیاس۔ جڑانوالہ

یادگار دن کی تصویر

یہ اس یادگار دن کی تصویر ہے جب ہمارے پیارے سکول پرائیڈ پبلک سکول میں سپورٹس ڈے اور پرائیڈ ٹائیگر کپ چیمپئن شپ تھی۔ یہ تصویر بھی اسی دن کو یاد رکھنے کیلئے بنائی۔ بتائیں تو صحیح ہم کیسے لگ رہے ہیں۔

(حنا علی رضا پرائیڈ پبلک سکول رائیونڈ روڈ لاہور)

مہندی کی رات

آپ کو معلوم ہے کہ میں اتنا خوش کیوں ہوں اس لئے کہ یہ تصویر میرے ماموں کی مہندی کی ہے اس رات میں بہت خوش تھا ہم سب نے مل کر گیت گائے خوشی منائی گلے میں پیلے دوپٹے ڈال کر بھنگڑا ڈالا۔ شاہ زیب۔ لاہور

محمد زبیر ارشد۔ ملتان

استاد کی استادی

جب ہم دسویں کلاس کے امتحان سے فارغ ہوئے تو ہمارا ٹرپ دریائے چناب کی سیر کو گیا۔ تمام دوستوں نے کافی سنجیدگی سے فوٹو کھنچوائے۔ ہمارے استاد محترم دلچسپ اور مزاحیہ انسان ہیں۔ ایک یادگار فوٹو بنوانے کے لئے تمام دوستوں کو اکٹھا کیا گیا۔

کیا سے کیا ہو گیا

☆...... 1990 میں سالگرہ کے موقع پر بچوں نے خوب موجیں کیں۔ آج دس سال بعد یہ لوگ اتنے بڑے بڑے ہو گئے ان میں سے ایک کمپیوٹر ماسٹر دوسرا ٹیچر اور تیسرا ڈاکٹر ایک امی بن گئی۔ ایک دادی بن گئیں۔ باقی بچے علم حاصل کرنے میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں۔ کیوں ہے نہ حیرانگی کی بات کہ صرف دس سال میں کیا سے کیا ہو گیا۔ محمد انوار بیگ۔ خانیوال

ہم وہ نہیں ہیں

☆......بھئی ! پھول ساتھیو! آپ زیر نظر تصویر دیکھ کر حیران ہرگز نہ ہوں۔ ہم کوئی نقشی یا جہاز نہیں ہیں۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے دوست ڈاکٹر سید ابوصالح شاہ (جو ہمیں تھامے ہوئے ہیں) کی شادی تھی تو ہم خصوصی طور پر ان کی بارات کے ساتھ ساہیوال روانہ ہوئے۔ محمد مختار احمد جمال مغل دیپالپور

افلاطون بننے کی کوشش

☆...... یہ ان دنوں کی تصویر ہے جب انکل اعجاز اپنے بچوں کو ہمارے ہاں چھوڑ کر لاہور گئے ہوئے تھے۔ اور ہم سب اپنے آپ کو افلاطون ثابت کرنے کی کوشش میں تھے۔ ایسے میں پھول اپنی تمام تر مہک سمیت ہمارے گلشن میں اترا۔

عائشہ گل چاون۔ ملتان

سالگرہ کی یاد

☆......ہمیں یاد ہے اس دن ہمارے لاڈلے بھائی احمد جاوید کی سالگرہ تھی۔ اب تو وہ ماشاءاللہ میڈیکل کالج میں پہنچ چکے ہیں۔ اس وقت تو وہ صرف پندرہ سال کے تھے۔ سو ہم نے سوچا کیوں نہ ایک تصویر اتاری جائے۔ یہ جو بڑے شوخ انداز میں کھڑے کیک کاٹ رہے ہیں ان کی برتھ ڈے ہے۔ اور جو ندیدیوں کی طرح آپ کی طرف دیکھ رہی ہیں وہ ہماری بہن نوروز عرف دانیدار ہیں۔ عارش جاوید۔ رحیم یار خان

پیر جی

ایک دن ہمیں پیر بننے کا شوق چرایا اور پھر ہم ہو گئے تیار۔ ابھی گیٹ اپ بنایا ہی تھا کہ بھائی آ گئے اور ہمیں جلدی سے ''کیمرہ بند'' کرلیا۔ اس دن سے سب ہمیں پیر جی ہی کہتے ہیں۔ (جاوید اقبال)

نیوی میوزیم میں

بہت سے ساتھی تو تصویر دیکھ کر پہچان گئے ہوں گے کہ میں کہاں ہوں اور جو نہیں پہچانے انہیں میں بتائے دیتی ہوں کہ یہ نیوی کا میوزیم ہے اور یہ جہاز کوئی اصل نہیں بلکہ ماڈل بنا رہے ہیں سو ہم نے بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر یہاں تصویر بنوالی۔ (سیدہ طاہرہ کراچی)

میری نظر میں

عمران سہیل

اگر پھول ٹیم بسنت منائے تو یہ منظر دیکھنے کو ملے گا

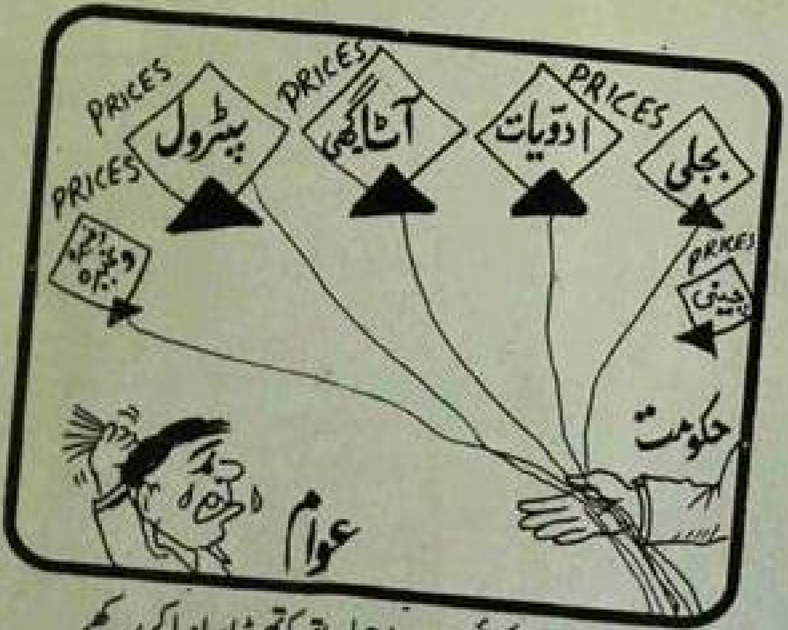

بلاعنوان

ارے ہے۔ کوئی جو اس ڈھیلے ہاتھ کو تھوڑا سا دبا کر رکھے

کاش میرے بیٹے کے ہاتھوں سے بہنے والا خون کشمیر کی آزادی کیلئے بہتا

بزرگ کو سڑک پار کراتے کراتے ان کی لاٹھی سے ہی پتنگ لوٹنے کی کوشش کی جارہی ہے

بابا آج کل بھیک نہیں ملتی تم بھی میری طرح پتنگیں لوٹ کر مال بنالو

یہ منظر دیکھ کر تو میں کہوں گا ملک لوٹنا آسان ہے پتنگ لوٹنا مشکل۔۔۔

یہ ہے سائنس کی دنیا

ہر ماہ 5 بہترین سوالوں پر 1000 روپے کے انعامات

الطاف حسین

سائنس میوزیم کے فری پاس

اب تک کے "یہ ہے سائنس کی دنیا" پروگرام میں درج ذیل دوستوں کو ایک سال کیلئے سائنس میوزیم میں داخلے کے لئے فری داخلہ پاس کے انعام کا اہل قرار دیا گیا ہے۔

مسز صہیب انوار۔ جوہر ٹاؤن۔ لاہور۔ پہلے مہینے سے

محمد فیصل جاوید۔ مغل پورہ لاہور۔ دوسرے مہینے سے

مسٹر شاہد ندیم۔ صادق آباد۔ موجودہ مہینے سے

ان سب دوستوں کو انجمن برائے تعلیم کی طرف سے مبارکباد قبول ہو۔

نوٹ: ان کے کارڈ 20 جنوری کو بھجوا دیئے گئے ہیں۔

یہ رہے اس ماہ کے انعامی سوال اور ان کے جواب۔ یہ سائنسی اردو سائنس بورڈ کی شائع کردہ سائنسی موضوعات پر ایک ہزار روپے کی کتب کے مستحق ہو گئے ہیں۔ اپنے اپنے انعام 10 تاریخ کو پھول فورم میں لے جانا مت بھولئے۔

فہد رضا گل.........لاہور

س: رونگٹے کیوں کھڑے ہوتے ہیں؟

ج: عام طور پر سردی یا خوف یا اچانک تکلیف وغیرہ کے وقت رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ جب ہمیں سردی محسوس ہوتی ہے تو بیرونی جلد کا درجہ حرارت جسم کے اندرونی درجہ حرارت سے کم ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے جلد میں سکڑاؤ پیدا ہوتا ہے اور اس میں رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

جسم میں اچانک شدید تکلیف کے نتیجے میں بھی بعض اوقات رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اچانک کسی واقع کے نتیجے میں بھی مثلاً کسی جسم کے برق سکونی (Electro Static Charge) کے زیر اثر آجانے سے بھی جسم کے بال بشمول سر کے بال کھڑے ہو سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

محمد افضل شہزاد.........فیصل آباد

س: ہوائی جہاز سے اگر کوئی چیز نیچے پھینکی جائے تو وہ اس جگہ کی بجائے آگے جا کر گرتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: ہوائی جہاز سے جب کوئی چیز نیچے پھینکی جاتی ہے تو اس وقت جہاز جس رفتار سے حرکت کر رہا ہوتا ہے اس کی ابتدائی رفتار وہی ہوگی جو اس کو آگے کی طرف حرکت پر مجبور کرے گی۔ جبکہ اس شے کے وزن کی وجہ سے زمین کی کشش ثقل اسے نیچے گرنے پر مجبور کرے گی جس کے نتیجے میں وہ چیز کچھ آگے جا کر زمین پر گر پڑے گی زمین کی طرف اس کا جھکاؤ یا گراؤ بتدریج ہوگا۔

شاہد ندیم.........صادق آباد

س: گاڑی کو چلانے میں بنیادی محرک انجن ہوتا ہے۔ بعض اوقات انجن سیز ہو جاتا ہے جس سے انجن کا نقصان ہوتا ہے انجن سیز (cease) کیوں ہوتا ہے؟

ج: انجن میں پسٹن کے سیز ہونے یا جکڑے جانے سے انجن رک جاتا ہے۔ ایسا ہونے میں over heating بنیادی کردار ادا کرتی ہے جس کی وجہ سے ضروری Lubricatiens ختم ہو جاتی ہیں۔ جو کہ اس کے سیز ہونے کا باعث بنتی ہے۔ کرینک کا سیز ہونا بھی آئل گیر یا پمپ کی خرابی یا درجہ حرارت میں اضافہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ Lubricatan کی ناخالصیت بھی اس کا باعث ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اگر انجن کا کولنگ سسٹم یعنی ٹھنڈا کرنے کا نظام خراب ہو جائے تو بھی درجہ حرارت کے زیادہ ہو جانے سے انجن سیز ہو جاتا ہے۔

سمیعہ عارف.........فیصل آباد

س: خدا کون سی حقیقت ہے۔ سائنس کا نور کے متعلق کیا نظریہ ہے۔ کیا کبھی سائنس دانوں نے نور کی تلاش کی ہے؟

ج: سائنس کا نظریہ کیا ہے یہ سمجھنے کیلئے سب سے پہلے آپ کو یہ سمجھنا چاہیے کہ سائنس کیا ہے؟ ایک مقبول عام نظریہ یہ ہے کہ سائنس اپنی ایجادات کے سوا کچھ نہیں یعنی بجلی ریڈیو ٹیلی فون ہوائی جہاز موٹر کار سٹیل پلاسٹک پنسلین کیمیاوی کھادیں کرم کش ادویات ٹیلی ویژن ویڈیو کیسٹ ریکارڈر اور اس طرح کی دوسری ہزاروں ایجادات ہی سائنس ہیں لیکن یہ ایک عامیانہ اور محدود نکتہ نظر ہے۔

سائنس فطرت کا مطالعہ ہے لیکن فطرت کیا ہے؟ فطرت وہ سب کچھ ہے جو ہمارے مشاہدات میں آتا ہے یہ مشاہدات براہ راست حواس خمسہ کی مدد سے بھی اور بالواسطہ یعنی آلات کی مدد سے بھی کئے جاتے ہیں۔ سائنس فطرت کا ایک بڑھتا ہوا خزانہ ہے یعنی فطرت کے بارے میں انسانی علم اور پوشیدہ اور کھلے حقائق کا اک مسلسل بڑھتا ہوا خزانہ ہے۔

سائنس دنیا میں ہونے والے واقعات کا باقاعدہ مطالعہ کرتی ہے اور ان واقعات کے درمیان ممکنہ رشتوں کو تلاش کرتی ہے اور اگر ایسے رشتے دریافت ہو جائیں جن پر سب کو اتفاق ہو تو وہ کلیات اور قوانین کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ جن کی مدد سے نئے واقعات کی پیشگوئی اور پچھلے واقعات کے بارے میں قیاس ممکن ہے آپ نے اس ساری بحث میں ایک چیز نوٹ کی ہے کہ سائنس درحقیقت انسان کا مشاہداتی تجرباتی اور نظریاتی علم ہے۔ کئی ایسے علوم بھی اب سائنس میں شامل ہیں جو قبل ازیں اس سے بعید سمجھے جاتے ہیں یعنی جوں جوں انسان کی سوچ کا افق وسیع ہو رہا ہے اس پر مزید حقائق منکشف ہو رہے ہیں توں توں سائنس کا دائرہ کار بھی بڑھتا جا رہا ہے۔ سائنس کی رو سے وہی حقیقت ہے جو ثابت ہے باقی صرف نظریہ ہے اور جب تک وہ ثابت نہ ہو جائے وہ نظریہ ہی رہتا ہے مثلاً ڈارون کے نظریہ ارتقا کو پیش ہوئے مدت گزر گئی لیکن وہ ابھی تک نظریہ ہی ہے۔

نور یا سائنسی اصطلاح میں لائٹ توانائی کی ایک قسم ہے اور یہ انتہائی لطیف اور تیز رفتار پارٹیکلز کا مجموعہ ہے سائنس ابھی تک محو تحقیق ہے ہوسکتا ہے مستقبل قریب یا بعید میں اس لائٹ کے بارے میں جسے آپ نور کا نام دے رہی ہیں بھی کچھ حقائق سامنے آجائیں۔ سائنس دان ہر ایسی چیز کے بارے میں جس کے بارے میں پہلے معلوم نہ ہو ضرور تحقیق کرتے ہیں کیونکہ سائنس کا تو مطلب ہی علم ہے اور بحیثیت مسلمان ہمیں تو بذریعہ قرآن اس کائنات اور اس کے اسرار و رموز پر غور و فکر کرنے کی بار بار دعوت دی گئی ہے۔ خدا کے وجود کے بارے میں علم ابھی تک روحانیات یا مابعد الطبیعاتی علوم کے دائرے میں آتا ہے امید ہے کہ سائنس میں جلد ہی ایسے علوم کا احاطہ کرنا بھی ممکن ہو گا جو ابھی اس کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

زونیرہ ظفر.........چشمہ بیراج

س: جب ہم گہری سوچ میں ہوں تو کافی دیر کے بعد آنکھ جھپکتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

ج: جب ہم کسی گہری سوچ میں ہوتے ہیں تو ہمارا دماغ بہت مصروفیت کی حالت میں ہوتا ہے اور اس کی زیادہ تر توجہ (concentratin) اسی عمل پر مرکوز ہوتی ہے جس سے دیگر جسمانی افعال یعنی حرکت وغیرہ میں سستی آجاتی ہے۔ نیز جب ہم عموماً آنکھ جھپکتے ہیں تو اس کی وجہ پردہ بصارت پر ہوا یا دیگر عوامل کی وجہ سے خشکی وغیرہ بھی ہوتی ہے اس کے علاوہ کچھ ایسے عناصر کا آنکھ میں دخول بھی آنکھ جھپکنے کا باعث ہوتا ہے جو آنکھ کیلئے زہریلے (Toxic) اثرات کے حامل ہوں۔ آنکھ کا جھپکنا پردہ بصارت کیلئے وائپر کا کام دیتا ہے۔ گہری سوچ کے نتیجے میں جسم کا عمومی اطلاعی نظام معمولی حد تک سست ہو جاتا ہے۔ دیر سے آنکھ جھپکنے کے عمل کے پس پردہ بھی ایسے ہی عوامل کی کار فرمائی ہوتی ہے۔

تعاون: انجمن برائے تعلیم (رجسٹرڈ) جی پی او بکس نمبر 2243 فون: 7311810 لاہور پاکستان

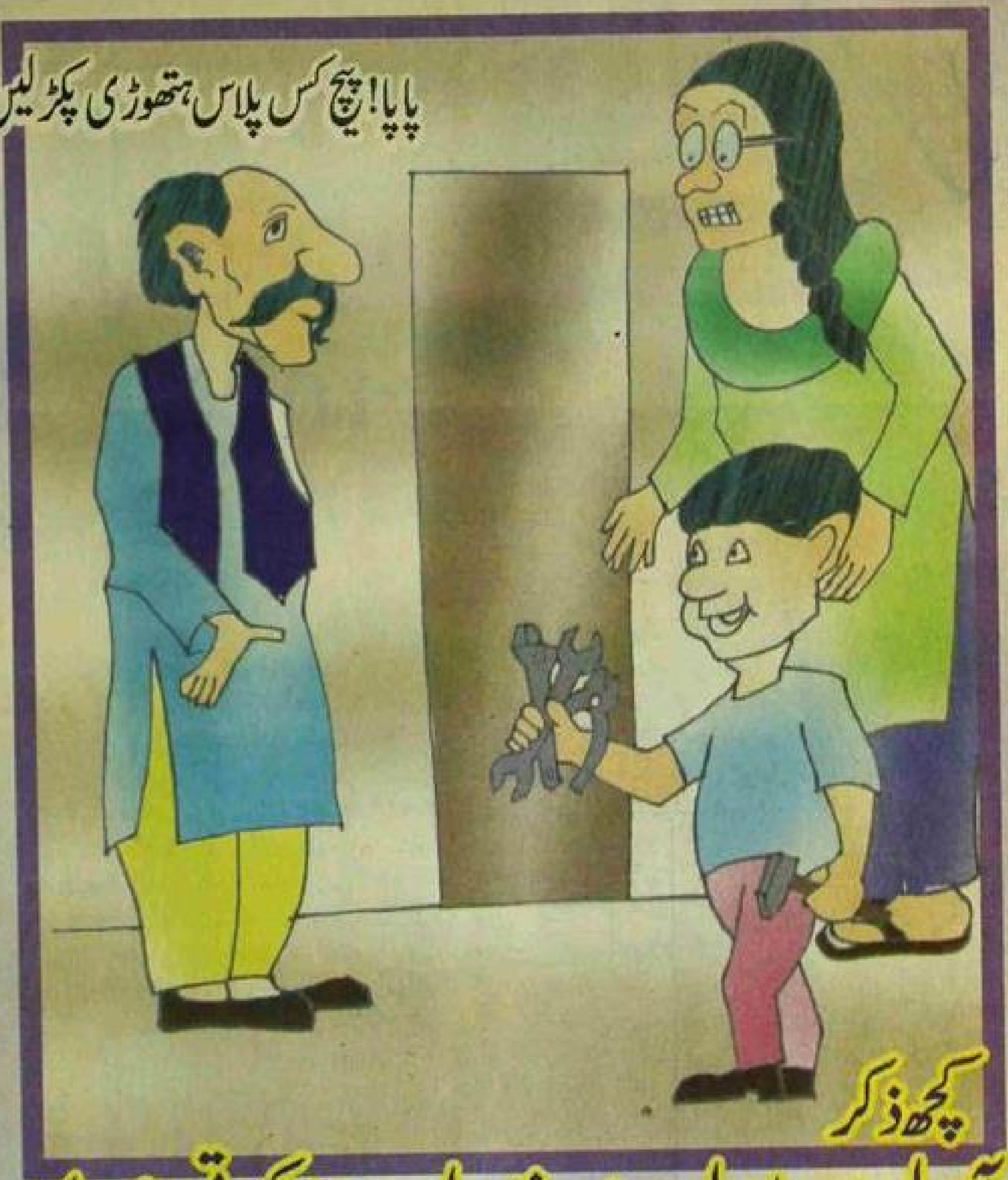

پاپا! پیچ کس پلاس ہتھوڑی پکڑ لیں آج آپ نے ہمیں "ٹھیک" کرنا ہے

کچھ ذکر

آم لیٹ، مام لیٹ اور شام لیٹ تیار کرتی ماؤں کا

جو بچوں کو سکول سے ہی لیٹ کرا دیتی ہیں

تنویر حسین۔

ہمارے ہاں جب سے بحث مباحثے کا رواج ہو چلا ہے۔ اور قیمتی دانشوریاں ہواؤں کے سپرد کرنے کا سلسلہ چلا ہے۔ اس میں کہنے والے کہتے ہیں۔ کہ بچہ خوبصورت اشیاء کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے۔ مالٹا اور مور خوبصورتی میں ماں سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ ہمیں اپنے پیارے کووں' چالاک لومڑیوں' لالچی کتوں اور فضول میچوں اور آلودگیوں جیسے مضامین پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ قاعدے میں م سے ماں جیسا لفظ لکھا جائے تو شاید ہمارا بھلا ہو جائے۔ کبھی آپ ماں بچے کی زندگی پر غور کریں تو ماں کمال کرتی دکھائی دیتی ہے۔ بچے کی انتہائی خواہش ہوتی ہے کہ وہ آوارہ خرامی کرے۔ بدتمیزی کرے جو منہ میں آئے کہے اور منہ زور بنے لیکن بچے کی کی "منہ زوری" کے آگے صرف "ماں زوری" ہی کام آ سکتی ہے۔ بچہ اپنی غوں غاں اور اپنا پہلا مہمل جملہ اور نامعقول مکالمہ ماں ہی کے سامنے پیش کرتا ہے۔ یہ ماں ہی کا ظرف ہے کہ وہ اپنے بچے کے لاکھوں فضول جملے اور مکالمے برداشت کرتی ہے اور نہ صرف اپنے تنقیدی شعور سے پرکھتی ہے۔ بلکہ ان کی اصلاح بھی کرتی ہے۔ عام زندگی میں آپ کسی سے ایک بات کو دوسری مرتبہ پوچھ لیں۔ اگلا کھانے کو دوڑے گا۔ افسوس اس وقت ہوتا ہے جب بچہ انگریزی کے چار حروف سیکھ کر اپنا دامن انگریزی تہذیب سے تر کر کے اپنی ماں ہی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتا ہے۔ "ماں جی! آپ پرانے زمانے کی ہیں آپ کو کیا پتا؟" ماں کو بالآخر کہنا پڑتا ہے کہ بیٹا! ہماری اکثریت کوان "چنوں" ہی نے مارا ہے" بچے ماں کے لئے ہمیشہ حزب اختلاف کا رول ادا کرتے ہیں۔ بعض بچے سن بلوغت تک پہنچتے پہنچتے حزب خلاف کے رول سے تائب ہو جاتے ہیں اور بعض اس کاروبار کو تاحیات قائم رکھتے ہیں۔

ماں بچے کا پہلا اختلاف شدید سردی کے موضوع پر جنم لیتا ہے بچے کی شدید خواہش ہوتی کہ وہ گرم گرم بستر سے نکل کر کپڑوں کے بغیر برہنہ پا ادھر ادھر گھومے۔ ماں چونکہ حکومت میں ہوتی ہے اس لئے اس نے اپنے مخالف پر کسی نہ کسی طور پر ہاتھ ڈالنا ہی ہوتا ہے۔ ماں آدھی درجن گرم ملبوسات کی ورائٹی ہاتھ میں اٹھائے اس کا تعاقب شروع کر دیتی ہے۔ بچہ ماں کی تیز قدمی سے اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ کپڑے تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا سانس نیچے رکھیں گے۔ پہلے تو وہ ہاتھ ہی نہیں آتا۔ مگر گفتگو کرنے والا بچہ ہو تو وہ صاف کہہ دے گا کہ میں آدھی درجن گرم کپڑوں کی ورائٹی خود پر سوار نہیں کر سکتا۔ گرم کپڑے پہنتے ہوئے بچہ اپنے دست و پا کا جس انداز سے بے جا استعمال کرتا ہے۔ ماں کا غصے میں آ جانا ایک قدرتی عمل ہے لیکن اللہ پاک نے ماں کو نجانے کسی مٹی سے بنایا ہے کہ اس کا نرم ملائم چہرہ دیکھ خود کو غصہ بھی شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے۔ سخت گرمی میں بھی ماں بچے میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ بچوں کی اکثریت ننگے سر پھرنے کو ترجیح دیتی ہے۔ ٹوپیوں کے خلاف ان کے اندر ایک قدرتی ردعمل سا پایا جاتا ہے یعنی یہ مخلوق ٹوپیوں کے معاملے میں بڑی خود سر واقع ہوتی ہے۔

ماں کا ہیڈ کوارٹر باورچی خانہ ہے۔ جذبہ ایثار کا امتحان یا تو باورچی خانے میں ہوتا ہے یا دستر خوان پر ماں اچھے سے اچھا کھانا اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی ہے لیکن کیا مجال کہ وہ اپنے بچوں کو کھلائے بغیر خود کھا لے۔ باپ کے من پسند موضوعات مذہب اور سیاست ہوتے ہیں۔ جنہیں کھولتے کھولتے ایک دوسرے کا خون کھول اٹھتا ہے۔ اور بالآخر سر کھولنے کی نوبت آ جاتی ہے۔ جبکہ ماں کے موضوعات سبزیاں اور کپڑا ہوتے ہیں۔ ان پر کی جانے والی گلو حاصل یا میٹر حاصل گفتگو کا سراسر فائدہ ماں کے علاوہ دیگر افراد خانہ ہی کو پہنچتا ہے۔ پرانی مائیں

بڑی محیرالعقول اور عجیب وغریب ہوا کرتی تھیں۔ سارے گھر کا درد انہی کے جگر میں ہوتا تھا۔ وہ رات دو بجے اٹھ کر چکی پیستیں اور چھاچھ بلونا شروع کردیتی تھیں۔ وہ اتنی دور اندیش تھیں کہ آموں کے اچار سے اتنا فاسٹ فوڈ تیار کرلیا کرتی تھیں۔ کہ بچہ چالیس میل فی گھنٹہ بھاگتا ہوا ناشتہ کرلیا کرتا تھا۔ لیکن جدید مائیں کچھ آرام طلب ہو گئی ہیں وہ آم لیٹ' مام لیٹ' اور شام لیٹ تیار کرتے کرتے بچوں کو سکول سے لیٹ کرا دیتی ہیں۔ حالانکہ پرانے پراٹھے میں اچار انڈہ ڈال کر مائیں جو بریک فاسٹ اور برنچ بلکہ لنچ بنایا کرتی تھیں۔ انہی کو دیکھ کر آج بڑی بڑی کمپنیوں نے برگر' داس کلچے' شوارما' اور نان رول بنا کر بڑی ماں ہونے کی کوشش کی ہے۔ ویسے اصلی مائیں سادہ لوح بھی بہت ہوتی ہیں۔ ایک دیہاتی طالب علم شہر کے سکول میں داخل ہوکر اپنی والدہ سے ہر مہینے ڈھائی ہزار صرف بلاٹنگ پیپر کے لئے منگوایا کرتا تھا۔ مائیں بے چاری سارا سارا دن

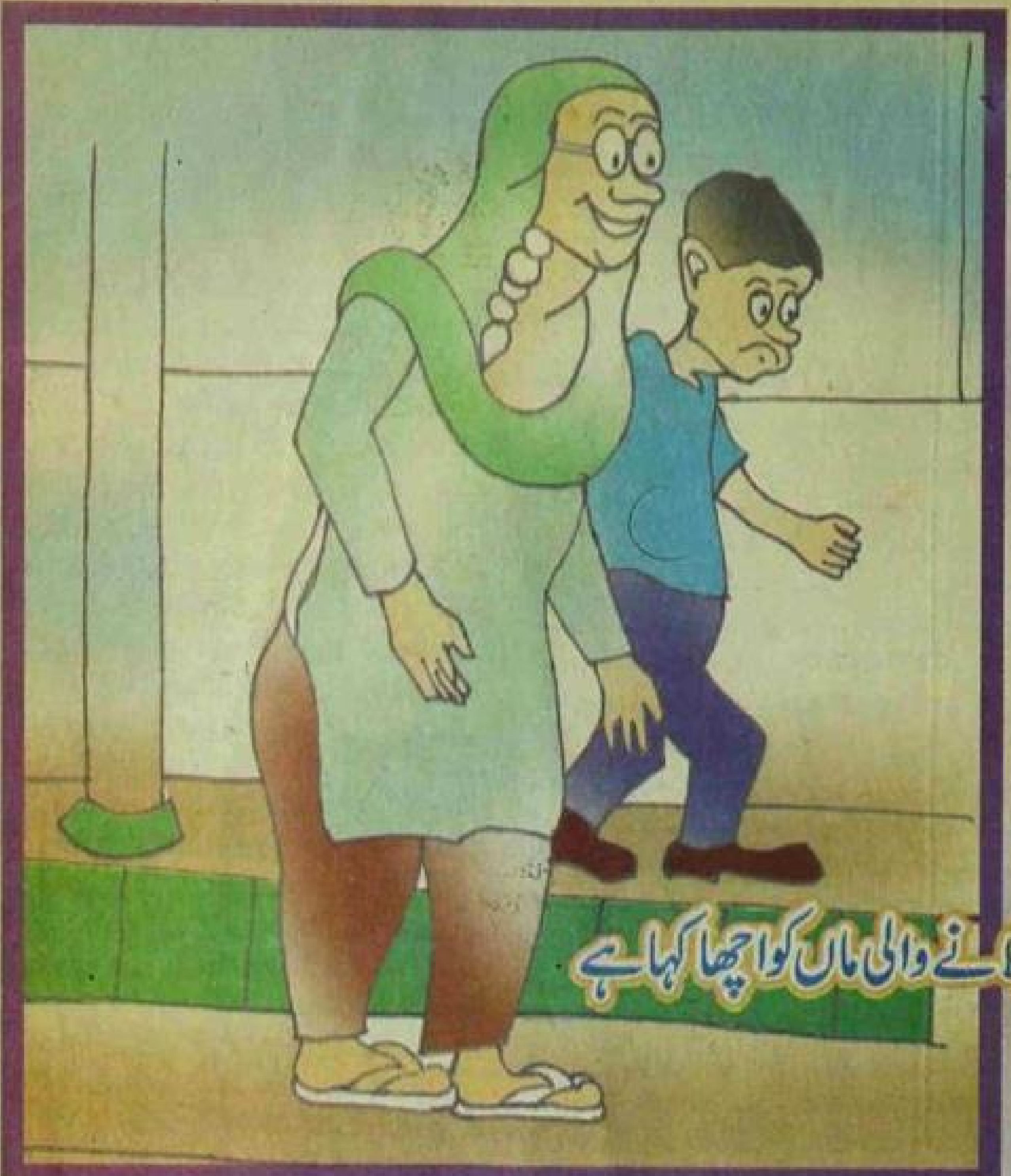

برناڈ شا نے بچے کو فٹ پاتھ پر چلانے والی ماں کو اچھا کہا ہے

بچوں سے کہتی رہتی ہیں۔ آلینے دو تمہارے باپ کو تمہیں اچھی طرح ٹھیک کرواتی ہوں۔ جونہی والد گھر میں قدم رکھے۔ بعض بچے فوراً کہہ اٹھتے ہیں۔ "پاپا جی! آج ہم نے آپ کے ہاتھوں ٹھیک ہونا ہے۔ پیچ کس' ہتھوڑی' اور پلاس وغیرہ پکڑلیں"

حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ماں کی خدمت سے بڑھ کر کسی شے سے فیض نہیں پایا۔ ایک رات والدہ محترمہ نے ان سے پانی مانگا۔ جب تک وہ پانی لے کر آئے والدہ سو چکی تھیں وہ ساری رات ان کے سرہانے پانی کا کوزہ ہاتھ میں لئے کھڑے رہے۔ جب وہ نیند سے بیدار ہوئیں تو اپنے بیٹے کو پانی لئے کھڑا دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں۔ انہیں اس روز اتنی دعائیں ملیں کہ ان کا قلب انوار الٰہی سے بھر گیا۔ آج کل کے بچوں سے اگر والدہ صاحبہ پانی مانگ لیں تو ان کی آواز ٹیلی ویژن کی آواز میں دب جاتی ہے۔ اتنی دیر میں والدہ صاحبہ خود ہی اٹھ کر پانی پی لیتی ہیں اور اپنے بچوں کو یہ دعا دیتی ہیں کہ چلو اس بار آواز نہیں سنی' خیر ہے اگلی مرتبہ سہی۔

برنارڈ شا نے اچھی ماؤں کی شناخت کے لئے ایک کلیہ بتا رکھا ہے کہ اگر بچہ فٹ پاتھ کی طرف اور ماں سڑک کی طرف چل رہی ہو تو وہ اچھی ماں کہی جاسکتی ہے اور اگر بچہ سڑک کی سمت ہے اور ماں فٹ پاتھ کی طرف تو اس ماں کے بارے میں کوئی اچھی رائے ظاہر نہیں کی جاسکتی۔ بہرحال ماں ماں ہے' یہ مسجد کے مینار کی طرح ہوتی ہے۔ جسے دکھ کر رفعتوں اور بلندیوں کا احساس ہوتا ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے کہ بعض رفعتیں غصے میں زمین پہ آگرتی ہیں۔ کہتے ہیں پرانی مائیں زیادہ شکی اور جھکی تھیں لیکن سچ یہ ہے کہ بچے انہی کے سردار بنتے ہیں۔ جو بچپن میں زیادہ خیال اور احتیاط کرتی ہیں۔ بعض مائیں تو احتیاط کی زیادتی کے باعث سردیوں میں اپنے ہی بچوں کے ناک رگڑ رگڑ کر سرخ کر دیتی ہیں۔ کسی سرخ ناک والے یا والی پہ نظر پڑے تو پوچھنے مت بیٹھ جایئے کہ کسی محتاط ماں کے ہاتھ لگے ہیں ناں

بچے کی "منہ زوری" کے آگے صرف "ماں زوری" ہی کام آسکتی ہے

ٹیلی فونک کالم

پھول کا مقبول عام کالم.... جس میں آپ ہر جمعرات اور جمعہ دو بجے سے چار بجے تک فون نمبر 6367551-54 پر براہ راست ایڈیٹر بھیا سے باتیں کر سکتے ہیں' شکایتیں لگا سکتے ہیں تبصرے سنا اور مشورے لکھوا سکتے ہیں۔

یہ بات آپ کو کیسے پتا چلی؟

مدیحہ ظہیر نے اتنی حیرت اور پریشانی سے سوال پوچھا کہ جواب دینے کیلئے ہم مجبور ہوئے۔ مدیحہ نے پہلے تو ہمیں عید مبارک کہا۔ ہم نے پوچھا تھوڑی جلدی نہیں؟ جواب ملا وقت ہی ابھی ملا۔ ہم بھی سوچ میں پڑ گئے کہ اتنے سارے ساتھیوں کے کارڈز ملے۔ صرف ان کے جواب دے سکے جن پر پتے لکھے تھے۔ باقی جواب کیلئے الگ پڑے ہیں۔ جب ان کو وقت ملے گا تو پتے لکھیں گے اور ہم اپنا جوابی کارڈ اور شکریہ بھجوا دیں گے۔ خیر یہ بات تو برسبیل تذکرہ آ گئی۔ مدیحہ نے بتایا کہ میں آٹھویں میں ہوں اور دوسری بہن حفظ چھٹی میں۔ اس نے ہم سے کہا ''کیا اچھا! تو آپ بڑی بہن ہیں۔ مدیحہ تو سوچ میں ہی پڑ گئی اور پکار اٹھی یہ بات آپ کو کیسے پتا چلی۔ ہم نے بھی سچ سچ بتا دیا کہ ابھی ایک فرشتہ بتا کر گیا ہے۔

☆......سمی کا فون دو تین بار آیا وہ شاذ کیلئے پریشان تھی۔ دونوں لاہور شفٹ ہو گئی ہیں۔ سمی کو اظہار محبت کیلئے اپنی دوست دستیاب نہیں۔ اس لئے نہ وہ خوش تھی اور نہ مطمئن...... دوستی میں عجیب معاملہ ہوتا ہے۔ ہمارے ایک دوست ہیں' بڑے پیارے اور اچھے' بڑے مزے کا تک نیم ہے ان کا گڈا' وہ کہا کرتے ہیں۔ محبت میں تو روز تازہ روٹی پکا کر کھلانا پڑتی ہے۔ اپنے تعلق کا یقین دلانا پڑتا ہے۔ کیونکہ یقین ہو تو بھی سنانے والا سنا کر اور سننے والا سن کر خوش ہوتا ہے۔

☆...... حفظہ ظہیر (ششم) نے علامہ اقبال ٹاؤن سے بتایا ان کی آنٹی رسالہ اٹھا کر لے گئی ہیں۔ صرف شان شہید شمی اور تارگٹ پڑھ سکی ہاں کیلنڈر بھی انہیں بہت اچھا لگا تھا۔ ان کی دوست ارمیشہ ہے مگر ذرا پڑھنے کی شوقین نہیں ہے۔ ہمارا دل چاہا کہ مشورہ دیں کہ اسے کہیں گنڈیریاں کھلایا کرے۔

☆......مریم اعوان نے ڈنڈوت (چواسیدن شاہ چکوال) سے بات کی۔ وہ فاضل عربی کے دوسرے سال میں ہیں۔ اتفاق سے اس وقت ان کی اور بھانجے انس معاذ کی سالگرہ تھی۔ ہم نے مبارکباد دی دعا بھی دی تو جواب میں ان کی بہن صغریٰ اعوان کا سلام ملا۔ مریم نے بتایا کہ پڑوسیوں کے گھر سے فون کر رہی ہیں۔ وہ معذرت کر رہی تھیں کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور انہوں نے غلطی کی ہے۔ غلطیوں میں ہمیں ذاتی طور پر دلچسپی نہیں ہے اس لئے ان کی غلطی بھی ہمیں یاد نہیں رہی...... سیانے کہتے ہیں غلطی پر جب اپنا دل معافی پہ آمادہ ہو تو سب سے پہلے خود کو معافی دے دینی چاہئے۔ پھر ہر جگہ سے معافی مل جاتی ہے۔ جو لوگ خود کو معاف نہیں کر پاتے مستقل کٹہرے میں اپنے آپ کو کھڑا کر کے اذیت دیتے اور عذاب سہتے ہیں۔ اللہ جی تو اس قدر مہربان ہیں کہ جھٹ سے معاف کر دیتے ہیں۔ ہاں البتہ ان کی مخلوق ذرا سخت دل ہیں۔ کسی کی غلطی' کوتاہی' کمی' بھی ہاتھ لگ جائے تو کم ہی اس سے درگزر کرتے ہیں۔ وہ تو شکر کریں بخشش اور معافی تلافی کا سارا معاملہ خود مولا نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ ورنہ انسان تو غصے اور نفرت سے مردوں کو بھی قبروں سے نکلوا کر دوبارہ مارنے پر تل جاتے ہیں۔ انہیں کون بتائے دوسروں کو معاف کرنے والوں کو خود بھی معافی آسانی سے مل جاتی ہے۔

☆...... مانسہرہ صوبہ سرحد سے عبدالشکور کا فون آیا تو خوش تھے کہ موبائل پر پہلی بار فون کیا' بتا رہے تھے کہ آج کل فارغ ہیں۔ نئے شمارے سے خوش تھے۔

☆......فیصل آباد سے یاور اقبال نے پوچھا بھیا آپ کے گھر کا نمبر بدل گیا ہے۔ ہم نے بتایا کہ نیا نمبر انشاءاللہ اگلے شمارے میں دے دیں گے۔ تب تک موبائل پر ہم ہر وقت دستیاب ہیں۔ 0300460645 لاہور سے باہر والے ساتھی زیادہ فائدے میں ہیں۔ موبائل پر خرچ کم آتا ہے ویسے جو ساتھی ریگولر کالر ہیں وہ ہیلو کارڈ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یاور بی سی ایس کر رہے ہیں پرانے پھول ساتھی ہیں۔ ان کا جب جب فون آتا ہے۔ ہمیں اچھا لگتا ہے۔ عجیب بات ہے جیسے جیسے سال گزرتے ہیں پرانے پھول ساتھی اور عزیز ہوتے جاتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے لڑکے لوگ نوکریوں اور پڑھائیوں کو جلدی پیارے ہو جاتے ہیں۔ تعلق نبھانے اور دعاؤں کے تحفے بھجوانے کو پھول گرلز کلب کی بچیاں ہوں یا شروع سے پھول پڑھنے والی ریڈرز' ان کی مستقل مزاجی قابل قدر بھی ہے اور قابل ستائش بھی۔

☆......رابعہ رحمان نے ریلوے کوارٹرز سے فون کیا۔ ابھی حال ہی میں لاہور گرلز کلب کی نائب صدر ٹھہرائی گئی ہیں۔ خوب جوش سے کمپیئرنگ بھی کرتی ہیں۔ پچھلے دنوں ان کے ابو اور امی سے ملاقات ہوئی۔ دونوں بہت پیار کرنے والے ہیں۔ ان کے گھر پر کوکنگ کمپیٹیشن تھا۔ انتظام یوں تھا جیسے خاندانی تقریب ہو۔ اللہ جی انہیں خوش رکھے۔ جو بزرگ اپنے بچوں اور ان کے دوستوں کا خیال رکھتے ہیں وہ زیادہ خوشی بھی پاتے ہیں۔ رابعہ نے صوبائی صدر سعدیہ بھابی کو وش کیا۔ ان کی 26 فروری کو سالگرہ ہے۔ بھابو! ہماری مبارک رابعہ سے پہلے وصول کریں۔ کالم کا یہ فائدہ تو ملنا ہی چاہئے۔ ویسے عروبہ نے بھی فون سے وش کر کے اپنا کارڈ بچا لیا۔ وہ ایسی کنجوس تھی تو نہیں...... ممکن ہے لاہور گرلز کلب کی سیکرٹری بننے کے بعد ایسی پالیسی اپنائی ہو۔

☆...... اقراء احمد (ہفتم) نے شیخوپورہ سے بتایا کہ نیا شمارہ ٹائٹل سے ہی بہت اچھا لگا۔ کہہ رہی تھیں چھوٹے بچوں کیلئے کچھ دیا کریں۔ ہم نے کہا ہم تو دیتے رہے ہیں وہی جوابی ریسپانس نہیں دیتے ابھی پھر اللہ نے چاہا تو مارچ سے His First Flight کے نام سے ایک کالم شروع کر رہے ہیں اسے فائزہ عروج ترتیب دیں گی۔ اس میں نئے ساتھیوں کی نئی نئی چیزیں۔ نئے نئے انداز میں ہوں گے۔ تو پیارے بچوں قلم پکڑیئے اور شروع ہو جایئے......

☆......ملتان سے عمر فاروق II ایئر نے ہمارے خط اور کارڈ کا شکریہ ادا کیا کہہ رہے تھے بہت اچھا لگا۔ عمر کہنے لگے آپ کی باتوں میں اتنی مٹھاس ہوتی ہے کہ چائے میں چینی کی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ تو کیا ریسیور چائے کے کپ میں ڈال کر یہ کمی پوری کرتے ہیں۔ ہم نے پوچھا فون بند ہوا تو ہمیں خیال آیا کہ کوئی چکر ہے سمی سمجھی تو ان دنوں ہمارے Creative Department نے ہماری اپنی چائے میں چینی کم کروا دی ہوئی ہے۔

☆...... فیصل آباد سے بول رہی ہوں۔ کوئی نام وام بھی تو ہوگا۔ جی ہے تو سہی مگر آپ ایک فین لکھ لیں۔ (سردیوں میں فین کا ذکر اور نام ہی کپکپی طاری کرنے کیلئے کافی ہوتا ہے) فین نے چلنا شروع کیا کہ پھول میں سبھی کچھ اتنا اچھا لگتا ہے کہ کیا کہوں حالانکہ زیادہ عرصہ نہیں ہوا پھول سے تعلق بنے۔ مشورہ ملا کہ شاعری تھوڑی اور بڑھا دیں۔ پھر پھول ٹیم کیلئے ایک شعر کہا۔

تو سدا خوش رہے تو صدا مسکرائے
تری پھول سی زندگی میں کبھی غم نہ آئے

☆...... امبر نے پنجاب یونیورسٹی سے فون کیا۔ اداریہ اور سنگھن انہیں اچھا لگا کہہ رہی تھیں بیڈ ٹائم اداس کرنے والی تھی۔ دل ہلانے والی اور سوچ کے نئے راستے کھولنے والی۔ خاص طور پر کسی لڑکی نے اپنی زندگی میں کامیاب ہونا ہے تو اسے ضرور پڑھنی چاہئے۔ سخت دلوں اور سخت رویئے والی لڑکیوں کو تو سبقاً سبقاً پڑھانا مفید ہو گا...... امبر گاؤں گئی ہوئی تھیں اس لئے کریئر کونسلنگ کا نیا کالم نہیں لکھ سکیں۔

ایبٹ آباد (سرحد) سے رملہ نے فون کیا۔ ان کا انعام مارچ میں نکلا تھا۔ تب سے خوش ہیں۔ کہنے لگیں بھیا پھول کی دو خوبیاں بہت نمایاں ہیں۔ ایک بہت معیاری ہے نمبر دو سوچنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔ اس رسالے کیلئے اچھا لفظ بہت کم اور چھوٹا ہے۔ اتنی چھوٹی سی لڑکی ایسی پیاری اور دل رکھنے والی باتیں کرے تو سوچیں کیا محسوس ہوتا ہوگا۔ ہم نے رملہ کو بہت پیار سے سلامتی اور خوشی کے ساتھ دونوں جہانوں کی کامیابی کی دعا دی............

☆......ریٹی گن روڈ لاہور سے جویریہ سے مختصر سی بات ہوئی۔ پڑھتے پڑھتے فون کر بیٹھی تھیں۔

☆......لاہور کینٹ سے میمونہ فردوس نے بڑی خوشی سے بتایا میرے تو دو بچے ہیں۔ میمونہ ہماری پرانی قاری ہیں۔ انہوں نے آمنہ انتخاب کی بہت تعریف کی۔ کہنے لگیں وہ سب سے اچھی جا رہی ہیں۔ ہم کچھ کہتے کہتے چپ ہو گئے بھلا کیا بتاتے کہ یا! وہ اتنا اچھا لکھنے والی لڑکی تعریف سن کر کس طرح برا مناتی ہے۔ اور ہمارے نام لکھے خط پی جانے کی دھمکیاں دیتی ہے۔ مدیحہ اکرم کی کہانی بھی انہیں بہت best لگی۔ سنگھن بھی best اداریہ واقعی best تھا۔ واہ کیا بات۔ تھی ہی best۔ ہم نے گھبرا کر پوچھا کیا انگریزی کے اصول بدل گئے ہیں؟ ہمیں خبر تک نہ ہوئی۔ وہ کیسے؟ وہ ایسے کہ ہم نے تو best کا گڈ' بیٹر' بیسٹ کے بعد ہی استعمال سنا تھا۔ ایک ہی وقت میں 5 best کچھ زیادہ نہیں ہو گئے۔

☆......بھیا میری شادی پہ ضرور آیئے گا۔ یہ شیخ

محمد لطیف شاہد تھے ضلع لاہور پھول کلب کے نئے صدر۔ ان دنوں پھول والوں پہ بھی شادیوں کا موسم بہار آیا ہوا ہے۔ سوشل سروس کی انچارج انیلا مظفر الٰہی نے اس ماہ اس روایت کا آغاز کیا۔ پھر شیخ صاحب نے حرکت فرمائی۔ اب عائشہ صدیقہ بھی پسرور سدھار گئیں۔ لوگ بعد میں آ کر آگے نکلتے جا رہے ہیں۔ ہم پیچھے رہ گئے۔ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ ٹھیک ہے ناں

☆......لاہور کینٹ سے طاہرہ حفیظ نے فون کیا۔ ہم نے پوچھا فون کہاں سے کر رہی ہیں۔ بولیں نورانی شاپ سے۔ ہم نے مشورہ دینا چاہا کہ بچے احتیاط سے چوک میں ٹریفک زیادہ ہوتی ہے پھر خود ہی سوچا وہ کون سا چوک کے بیچ کھڑی ہوں گی۔ طاہرہ کو ٹائٹل والی بچی' ہماری کہانی' ٹیلی فونک کالم اور ٹارگٹ اچھے لگے۔

☆......میلسی سے عمیر محمود نے فون کیا۔ میلسی ملتان کے کہیں آس پاس ہے۔ عمیر نے بتایا کہ حفظ کر رہے ہیں ہمارے کارڈ کا شکریہ کیا۔ لطیفے اور ایک آدھ کہانی ہی ابھی پڑھی تھی۔ مشورے کا پوچھا تو بولے مشورہ ابھی تک تو کوئی نہیں ہے۔

☆......فیصل آباد سے علیزہ نے فون کیا۔ پوچھنے لگیں بھیا آپ جو اداریہ لکھتے ہیں اس پر یکم تاریخ لکھی ہوتی ہے جب کہ شمارہ تو ہمیں پہلے ہی مل جاتا ہے۔ ہم نے پوچھا اعتراض یکم پہ ہے یا شمارہ پہلے ملنے پر۔ پھر ہم نے بتا دیا کہ اصل میں ہم چکر دیتے ہیں یہ دیکھنے کے لئے کہ آپ لوگ پڑھتے بھی ہو یا نہیں...... پھر دوسری بات یہ ہے کہ یکم تاریخ لکھی ہی اچھی ہے۔ چھوٹی سی ہوتی ہے۔ اور مفید بھی ہوتی ہے۔ تیسری اور اصل بات یہ کہ ہمارا حساب کمزور ہے اس سے یاد رہتا ہے کہ کس مہینے کا اداریہ لکھا گیا ہے یوں دوبارہ لکھنے کی نوبت نہیں آتی۔ خود سوچیں جو کبھی بھول چوک کے ہم مہینے میں دو دو اداریے لکھنے لگے تو آپ کا بنے گا کیا؟

☆......کوٹ ادو سے شیخ عبدالرؤف کا فون آیا تو ہم نے مروتاً ان کی تعلیم پوچھی۔ جواب ملا کہ تعلیم مکمل کر چکا ہوں۔ ہم خوش ہوئے۔ ابھی پوچھنے ہی والے تھے کہ ایم اے کس مضمون میں کیا کہ شیخ صاحب نے بتایا کہ آج کل والد صاحب کے ساتھ پرچون کی دکان کر رہا ہوں۔ پھر انہوں نے مشورہ دیا کہ اشعار کا معیار بلند کریں اور لطیفوں کے رنگ اور ڈبے بہتر کریں۔ ہم نے ہاں کرتے ہی پوچھا تعلیم کہاں تک پائی اور کب مکمل کی۔ جواب میں دو تین بار میٹرک کرنے کی کوشش کی تھی مگر ناکامی کی وجہ سے نہم کلاس سے ہی چھوڑ کر تعلیم مکمل کر لی۔ جس وقت ہم یہ کالم لکھ رہے ہیں ایف ایم 101 پہ رات ایک بجے والا انٹرنیشنل شو چل رہا ہے۔ ہری پور سے ایک صاحب فون پہ طارق سے کہہ رہے ہیں میں نے اشعار سنانے ہیں۔ وہ سمجھا رہے ہیں رات دو بجے کے بعد۔ شاعر صاحب بڑی معصومیت سے بول رہے ہیں مجبوری ہے ابھی سنانے ہیں۔ میزبان نے یہ صورت دیکھ کر کہا۔ ارشاد!...... شاعر تک آواز پہنچی تو اسے یقین نہیں آیا اس نے پوچھا کیا ارشاد کروں؟...... فیصل وقاص نے جہانیاں سے پوچھا پھول سنڈی وِسل قائم کرنا ہے کیا کروں؟۔ ہم نے جواب دیا کچھ بھی قائم کرنا ہو پہلے ارادہ پکا کریں پھر ہمیں خط لکھیں۔ اور پھر دیکھیے تماشا! فیصل کا خیال تھا کہ پھول میں جاسوسی کہانیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں ہم نے مسکرا کر کہا بھائی آپ کوئی اور رسالہ پھول سمجھ کر پڑھتے رہتے ہو کھاتے مرچ ہیں اور سی ہو اور شکوہ ہم سے کرتے ہیں۔ کہ میٹھی نہیں ہے۔

☆......ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ارمغان نے شہزادہ رائے کے انٹرویو کی فرمائش کی۔ ویسے انٹرویو تو ہم پہلے دے چکے ہیں لیکن خیر ہے شہزادے سے جونہی ملاقات ہوئی۔ آپ کیلئے پکڑ لائیں گے۔

☆......میرا نام صبیحہ ہے اور ابھی ابھی بی اے کیا ہے۔ ابھی یعنی فون سے ذرا پہلے ہم نے خوشی سے پوچھا۔ جی نہیں...... جی ہاں...... میرا مطلب ہے...... یعنی کہ اب کے ہم ہنس دیئے اور کہا چلیں جناب مان لیا کہ بی اے کر لیا ہے اور ابھی ابھی کیا ہے اور ابھی ابھی سے مراد ابھی ابھی ہی نہیں ہے۔ اس پر صبیحہ خوش ہو گئیں۔ بتانے لگیں کہ ابو نے پھول لا کر دیا تھا وہ کوئی چیز پڑھنے نہیں دیتے مگر پھول کو بے حد پسند کرتے ہیں۔

☆......حریہ نے واہ گارڈن سے کہا نیا پھول زبردست تھا۔ میری ٹیچر مجھ سے بار بار ناراض ہو جاتی ہیں۔ مگر کیا کہوں وہ مجھے اچھی بہت لگتی ہیں۔ میں کیا کروں؟ ہم نے آسان حل تو یہ ہے کہ صبر کریں۔

☆......اللہ جانے کیا کھاتے ہیں روز نیا شعر کہہ دیتے ہیں

☆......جو سال میں زیادہ ممبر بنائے گا اسے لاہور بلا کر سیر کروائیں گے

مشکل ہے تو ٹیچر بدل لیں اللہ اللہ خیر سلا۔ ہم تو مشکل مسئلے ایسے ہی ذہانت سے حل کرتے ہیں۔

☆......گلشن راوی سے عبدالوہاب (ہشتم) نے بتایا کہ بعض کہانیاں تو پڑھ کر رونا آ جاتا ہے۔ دل کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں۔

☆......کاہنہ نو سے کلثوم (میٹرک) نے بتایا کہ نیا شمارہ پڑھ لیا۔ اچھا لگا۔ یہ اتنا اچھا کیوں لگتا ہے اس کی جائز وجہ بتائیں...... پھر کلثوم نے ایک سوال پوچھا کہ میرے بھائی اعتراض کرتے ہیں کہ پھول میں لڑکیوں کے نام زیادہ کیوں آتے ہیں۔ ہم نے ہنستے ہوئے کہا اس بھلے آدمی سے پوچھیں یہ بات بھی لڑکی سے کہلوائی ہے۔ تو کس کا نام آئے گا۔

☆......چکوال سے ام حبیبہ نے پوچھا سائنس کالم میں ایک سے زیادہ سوال کر سکتی ہوں۔ کیوں نہیں کر سکتے۔ مگر الگ الگ صفحوں پر پورے نام اور پتے کے ساتھ بس یہ یاد رکھیں کہ جس خط' تحریر اور سوال پہ پورا نام پتہ نہ لکھا ہو وہ ہم ضائع کر دیتے ہیں۔ جو لکھیں الگ صفحے پہ ہو صفحے کے ایک ہی جانب ہو اور صاف ستھرا ہو۔ خط یا کہانی جو بھی لکھیں تحریر 6 صفحے سے لمبی کبھی نہ ہو۔

انعامی فون

☆......ہمارے گھر کا ایک فرد پھول بھی ہے۔ ہم شروع دن سے پڑھ رہے ہیں۔ کئی بار کوئز میں حصہ بھی لیا میرے بھائی فاروق اعظم اور چھوٹی بہن مدنیہ ثمر کے نام اور لطیفے چھپتے رہتے ہیں۔ ''خود اس کے ساتھ بھی لطیفے ہوتے رہتے ہیں'' ہم نے لقمہ دیا۔ مدنیہ کی جگہ اس کی نام اکثر مدینہ جو چھپتا رہتا ہے۔ یہ عظمیٰ تبسم تھیں۔ شکر گڑھ سے۔ بتانے لگیں کہ اخبار کا چھوٹا سا ٹکڑا بھی مل جائے تو ایسی عادت پڑی ہوئی ہے کہ سب کچھ چھوڑ کر پڑھنے بیٹھ جاتی ہوں۔ بچپن سے ہی ایسی عادت بن گئی تھی کہ پڑھنے والی کوئی چیز نگاہوں سے بچ نہ سکے۔ کسی کریانہ سٹور پہ جاتے تو وہاں سے بابا' چاچا سے کہہ کر ایسے کسی کاغذ میں چیز ڈلواتے جس پہ کچھ چھپا ہوا ہوتا۔

ہم نے پوچھا...... ذرا سوچ کر بتایئے کہ مطالعے کیلئے یہ رغبت کس کو دیکھ کر یا کسی کی وجہ سے ہوئی۔ بولیں یہ بات آپ کیوں پوچھ رہے ہیں ہم نے کہا تا کہ یہ جان سکیں کہ آپ کی آبزرویشن کیسی ہے اور یہ کہ اپنی اچھی بری عادات کا جائزہ بھی لیتی ہیں یا نہیں۔

اس پر عظمیٰ نے بتایا کہ میرا خیال ہے یہ ابو کی وجہ سے ہوا۔ اب میں یونیورسٹی میں پڑھ رہی ہوں۔ ایجوکیشن میں ماسٹرز کر رہی ہوں مگر پڑھنے کا شوق ایسا ہے کہ پھول اب بھی مس نہیں ہوتا...... ہم نے بتایا کہ غضنفر میاں بھی آپ ہی کے شعبے میں آ گئے ہیں یعنی ایم بی ای میں...... کسی روز ملے گا...... بڑے اچھے پھول ساتھی ہیں...... روز نیا شعر اور نئی غزل کہہ ڈالتے ہیں۔ اللہ جانے کھاتے کیا ہیں؟ عظمیٰ نے کہا بات کر کے بہت خوشی ہو رہی ہے۔ ہم نے پوچھا اگر یہ پتا چلے کہ فون انعامی ہو گیا تو کیسا لگے گا۔ بولیں یہ اس نئی صدی کی سب سے بڑی خوشی ہو گی...... ہم نے کہا اللہ کرے اس سے اچھی اور بڑی خبریں آپ کو ملیں بہر حال فون انعامی ہوا۔ دس تاریخ کو انعام لینے آ جایئے۔

☆......سبین بتول (ہشتم) نے لاہور منٹ گیٹ سے مشورہ دیا کہ کوپن کہانیوں کے پیچھے نہ دیا کریں۔

☆......کمالیہ سے ثوبیہ ملک نے بتایا کہ 3 سال سے ممبر ہیں اور ایک ہی گھر میں چار ممبر ہیں۔ ماہم' لاریب' شائستہ اور میں خود۔ باقی تین بھتیجیاں ہیں۔ بتا رہی تھیں آپ کی مووی بھی دیکھی۔ کلر کہار والی جس میں پھول عدالت ہوئی تھی۔ ثوبیہ نے بتایا اب تک 11 ممبر بنا چکی ہوں۔ ہم نے شاباش دی کہ اس سال کے آخر تک جو ساتھی سب سے زیادہ ممبر بنائے گا' اسے بطور خاص لاہور بلائیں گے اور سیر کرائیں گے۔ انعام تو ملے گا ہی انشاء اللہ ثوبیہ ہماری کتاب دو آنسو پڑھ رہی تھیں۔ مٹھو کہانی انہیں بہت اچھی لگی۔

☆ وحدت کالونی لاہور سے ثوشین اشفاق (بی اے) نے کہا پھول نہیں پڑھ سکی صرف ٹائٹل والی بچی دیکھی وہ بڑی پیاری لگی۔

☆......عبدالصمد مظفر نے سلطان پورہ سے کہا کہ اس بار پھول اتنی جلدی آ گیا کہ یقین ہی نہیں آ رہا تھا اداریہ اتنا اچھا کیوں تھا۔ ہم نے شرما کر کہا بس آپ کی حوصلہ افزائی کے باعث۔

☆......بہاول محمد مدنی کالونی سے انیس نے کہا کہ اداریہ کافی اچھا لگا۔ کہانیاں بھی مزے کی تھیں۔ پھول کی کہانیاں ہوتی ہی مزے کی اور اچھی ہیں۔

☆......مزنگ سے حنا (دہم) نے کہا بہت پریشان ہوں کیا کروں؟ ہم نے ماہرانہ مشورہ دیا بی بی پریشانی کو گلے لگا لو۔ اللہ خیر کرے گا۔ صبح صفائی کے نتائج اچھے نکلتے ہیں۔

☆......شاکے بھٹیاں سے محمد صدیق کو رسائی نارسائی' شان شہید شہی اور ٹیلی فونک کالم اچھے لگے۔

☆ داؤد ہرکولیس سے فرزانہ II اثر نے بڑے دنوں سے فون نہیں کیا۔ سرپرائز وزٹ کی دعوت دے رکھی تھی۔ اب رابطہ کریں تو ہم وزٹ بھی کریں۔ ویسے ان دنوں ہمارا موڈ اچھا ہے۔ بو جو ساتھی اپنے ہاں وزٹ کروانے کے ارادے باندھے بیٹھے ہیں۔ فوراً سے بتا دیں پتے اور فون نمبر الگ کاغذ پر لکھ کر تا کہ پھر بہتر سلوک کیا جا سکے۔

☆......ٹوبہ ٹیک سنگھ سے فریحہ نے نئے سال کی مبارک دی ہم نے لے لی۔ پوچھ رہی تھیں میگزین کیسا جا رہا ہے۔ ہم بھلا کیا کہتے؟

COOKERY

آمنہ احتجاب

سوپ ہماری دیسی یخنی کی جدید ولائتی شکل ہے۔ انگریزی رواج کے مطابق پرتکلف کھانے کا آغاز سوپ سے کیا جاتا ہے۔ چین میں کھانے کے دوران سوپ کو آہستہ آہستہ پیا جاتا ہے یا پھر کھانے کے آخر میں پیش کیا جاتا ہے۔ سوپ کسی بھی کھانے کا اہم جزو ہونے چاہئیں۔ یہ نہ صرف اپنی غذائیت کے لحاظ سے بھرپور ہوتے ہیں بلکہ کھانے کی میز پر بھاپ اڑاتے ہوئے سوپ بھوک کو بھی بڑھاتے ہیں۔ ہر کھانے کی طرح سوپ کو بھی اچھے طریقے سے پیش کیا جانا چاہئے۔ شفاف سوپ کیلئے باریک کٹا ہوا پارسلے اور لیموں کے باریک قتلے سجانے کیلئے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ عام طور پر سوپ مرغی کی یخنی سے بنائے جاتے ہیں لیکن بکرے، گائے اور مچھلی کے گوشت کے علاوہ کریم بھی مختلف اقسام کے سوپ میں استعمال کی جاتی ہے۔ چائنیز کھانے بنانے کیلئے کچھ ضروری اشیاء درکار ہوتی ہیں۔ ان کو ایک بار خرید کر رکھ لیں تو کافی عرصہ تک استعمال کی جاسکتی ہیں۔ ان میں سویا ساس، اجینوموتو، کارن فلور، سفید سرکہ شامل ہیں۔

چکن کارن سوپ

اشیاء:۔ مرغی کی یخنی، 5 کپ۔ اجینوموتو، ایک ٹی سپون۔ کارن فلور، چار کھانے کے چمچ۔ دو انڈوں کی سفیدی۔ نمک، دو ٹی سپون۔ کارن پیسٹ، پانچ ٹیبل سپون۔

ترکیب:۔ تقریباً ایک مرغی کے ہڈیوں والے حصے میں کافی سارا پانی ڈال کر ایک چھوٹی پیاز چھیل کر بغیر کاٹے اس میں ڈالیں اور پکنے دیں۔ جب گوشت گل جائے تو ہڈیوں سے الگ کرلیں اور ہڈیوں کو دوبارہ یخنی میں ڈال کر خوب پکائیں۔ جب پانچ کپ یخنی رہ جائے تو چھان لیں۔ اگر یخنی کم ہو تو تھوڑا پانی ملا کر پانچ کپ پورے کرلیں۔ ایک بھٹے کے دانے اتار کر ابال کر بلائنڈر میں پیس کر تھوڑا پانی ملا کر پیسٹ سی بنالیں۔ اگر تازہ بھٹے کا موسم نہ ہو تو ڈبے میں بند دانے ملتے ہیں۔ ڈبہ کھول کر پانی پھینک دیں۔ دانوں کو تھوڑا ابال کر باریک کرلیں۔ یہ پیسٹ پانچ ٹیبل سپون ہو۔ باقی کو فریز کرلیں۔ پھر استعمال کی جاسکتی ہے۔ کارن فلور کو آدھا کپ پانی میں گھول لیں۔ دو انڈوں کی سفیدیاں ہلکی سی پھینٹ لیں۔ جھاگ نہ بنے۔ یخنی کو چھان کر ساس پین میں ڈالیں اور گرم ہونے پر چکن کی چھوٹی چھوٹی بوٹیاں ڈالدیں جو ہڈیوں سے اتاری تھیں۔ ساتھ ہی کارن پیسٹ بھی۔ اچھی طرح گرم ہونے پر گھولا ہوا کارن فلور ڈالدیں۔ مناسب گاڑھا ہونے پر گرم گرم ابلتے ہوئے سوپ کے نیچے چولہا بند کردیں اور انڈوں کی سفیدیاں دھار کی شکل میں سوپ میں گرائیں۔ چمچ برابر ہلائیں۔ نمک کو یخنی کے ساتھ شروع میں ڈال لیں۔ سوپ کے ساتھ کچھ لوازمات بھی پیش کیے جاتے ہیں۔

چلی ساس

خود بنانے کیلئے پیالی میں ایک ٹیبل سپون ٹماٹو کیچپ، ایک ٹیبل سپون سفید سرکہ، لال مرچ پسی ہوئی ایک ٹی سپون اور چٹکی نمک یہ سب چیزیں حل کرلیں۔ دوسری ساس کیلئے تازہ سبز مرچ باریک کاٹ کر سرکے میں ڈال کر ایک پیالی میں ڈالیں۔ سویا ساس بھی کسی چھوٹی پیالی میں ڈال کر ساتھ رکھیں۔ سب لوگ حسب خواہش یہ اشیاء اپنے پیالوں میں شامل کرکے نوش کریں۔ (ام حبیبہ۔ ڈسکہ)

ہاٹ اینڈ سار سوپ

اشیاء:۔ بارہ کپ یخنی مرغی کی، آدھا کپ سرکہ سفید، مرغی کے ابلے ٹکڑے، چار اونس، گاجر، ایک بڑی (باریک کٹی ہوئی)۔ بند گوبھی باریک کٹی ہوئی، تین اونس۔ کالی مرچ پسی ہوئی، ایک ٹی سپون۔ نمک، اجینوموتو۔ دو دو ٹی سپون۔ کارن فلور۔ 3/4 کپ، کارن آئل، آدھا کپ۔ انڈوں کی سفیدیاں، چار عدد۔

ترکیب:۔ یخنی کو چھان کر برتن میں ڈالیں اور ساتھ ہی مرغی کی بوٹیاں بھی ڈالدیں اچھی طرح گرم ہونے پر سبزیاں اور مصالحہ جات ڈال کر چند منٹ پکائیں۔ جب سبزیاں قدرے نرم ہوجائیں تو سرکہ ڈالدیں اور ساتھ ہی پانی میں گھلا ہوا کارن فلور آہستہ آہستہ ڈالیں۔ چمچ برابر چلاتے جائیں۔ مناسب گاڑھا ہونے پر ہاتھ روک لیں۔ انڈوں کی سفیدیاں آہستہ آہستہ ڈالیں۔ چمچ برابر چلائیں اور پھر تیل ڈال کر چولہا فوراً بند کردیں۔ چھوٹی فیملی کیلئے آپ ان اشیاء کو آدھا بھی کرکے استعمال کرسکتے ہیں۔ (عائشہ حبیب۔ لاہور)

تھائی سوپ

اشیاء:۔ یخنی مرغی، چھ کپ۔ تین لیموں کا رس۔ اجینوموتو اور نمک حسب ذائقہ۔ ابلے ہوئے چاول، آدھا کپ۔ مرغی کی بوٹیاں، ایک کپ (ابلی ہوئی)۔ کارن آئل ایک چمچ۔ سبز مرچ 5-6۔

ترکیب:۔ یخنی کو گرم کریں اور اس میں مرغی کی بوٹیاں ڈال کر 5 منٹ تک پکائیں۔ پھر اجینوموتو، نمک اور لیموں کا رس ملادیں۔ پھر اس میں ابلے ہوئے چاول بھی ملادیں۔ سبز مرچ کو لمبائی کے رخ تھوڑا کٹ لگا کر ڈالدیں اور ایک منٹ تک پکائیں۔ یہ سوپ ذرا چٹپٹا ہی ہوتا ہے اور شفاف ہوتا ہے۔ (ہما بتول۔ جڑانوالہ)

ہیلتھ ٹپس

انار کے دانوں کو نمک اور کالی مرچ کے ساتھ کھانے سے سینے اور پیٹ درد میں افاقہ ہوتا ہے۔ انگور کا رس آدھے سر کا درد ٹھیک کرنے میں بہت فائدہ مند ہوتا ہے (عائشہ نثار۔ لاہور)

بیوٹی ٹپس

دانتوں کو سفید تر کرنے کے لئے اسٹرابری کا کٹا ہوا ٹکڑا لے کر دانتوں پر رگڑیں۔ دانت چمکدار ہوجائیں گے۔ (ام حبیبہ۔ چکوال)

روزانہ غسل کرنے سے پہلے پاؤں کے انگوٹھوں میں خالص سرسوں کا تیل ملنے سے نظر بڑھاپے تک کمزور نہیں ہوتی۔ (فوزیہ یاسین۔ فیصل آباد)

چہرے کی شادابی کیلئے ایک عدد انڈہ کی زردی میں ایک لیموں کا رس نچوڑیں۔ اس ماسک کو 15-20 منٹ تک چہرے اور گردن پر لگا رہنے دیں۔ پھر نیم گرم پانی سے دھولیں۔ یہ غذائیت سے بھرپور ماسک ہے۔ (ثناء فیاض۔ نواب شاہ)

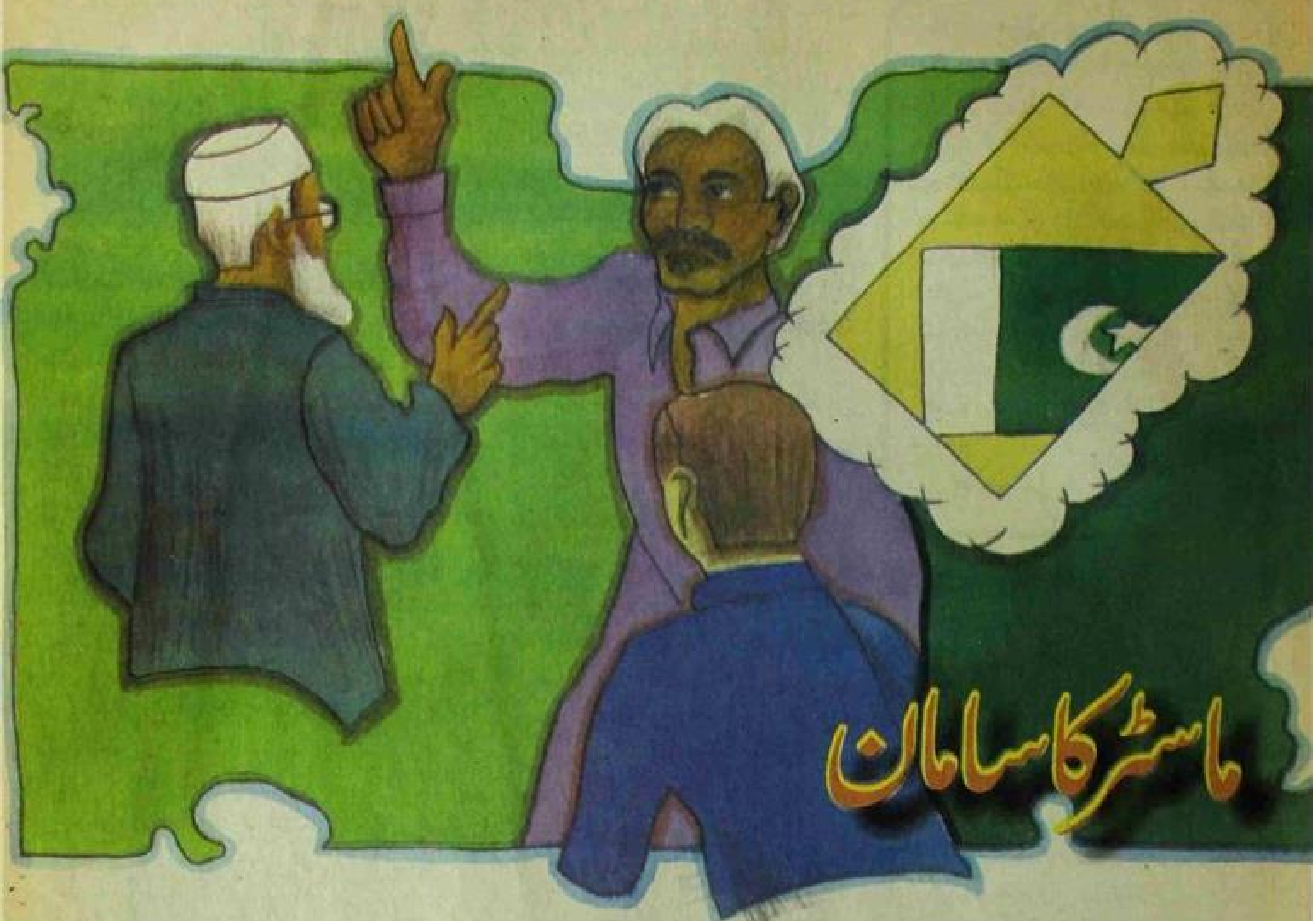

ماسٹر کا سامان

ایک استاد کی کہانی اسے گاؤں کی نوکری سے بہت ڈر لگتا تھا مگر ناانصافی سے نہیں......

حفصہ نصیر احمد......کراچی

احتشام علی آغا کو بڑھے دھڑلے سے نقل کرتے ہوئے دیکھ کر میں اپنی جگہ پیچ و تاب کھا رہا تھا اور طلبہ اپنی جگہ۔ مجھے ولید کی چبھتی ہوئی نظروں سے طنز کی جھلک صاف نظر آ رہی تھی میں اس کی نظروں سے بچنا چاہتا تھا جو مجھے اپنے وجود میں شگاف ڈالتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میری نظروں کے سامنے وہ منظر لہرانے لگا جب کمشنر کا سیکرٹری مجھے کمشنر کے لاڈلے سپوت کو نقل نہ کروانے کے بدلے نبٹ لینے کی دھمکیاں دے رہا تھا۔

"دیکھئے آپ احتشام کو "آرام" سے پرچہ "حل" کرنے دیتا یہ علی آغا صاحب کی عزت کا مسئلہ ہے بچہ ہے سارا سال توجہ نہ دے سکا اگر انچارج صاحب چھٹی پر نہ ہوتے تو مجھے آپ جیسے دو ٹکے کے ماسٹر کے پاس آنے کی زحمت نہ ہوتی" اس کا لہجہ حد درجہ گرا ہوا تھا آخر کمشنر کا سیکرٹری ہونے کا پورا پورا فائدہ اٹھا رہا تھا۔

"جناب میرے لئے سب بچے برابر ہیں بچوں کے ذہنوں پر برا اثر پڑے گا اور پھر سال بھر کلاس میں احتشام آیا بھی کم کم ہے۔ اگر کمشنر صاحب کو عزت اتنی ہی پیاری ہے تو وہ اپنے بیٹے کو پڑھاتے اس پر توجہ دیتے اس کو غلط راستے سے کامیاب کروانے کے لئے "دو ٹکے" کے ماسٹروں کی خدمت حاصل نہ کرتے" میں نے اپنے غصے کو حتی الامکان دباتے ہوئے کہا۔

"راستہ غلط ہے یا درست یہ آپ کا مسئلہ نہیں اگر آپ نے احتشام کے معاملے میں ٹانگ اڑائی تو نتائج کے ذمے دار خود ہی ہوں گے" اس نے منہ بناتے ہوئے دھمکی دی۔

"میرا خیال ہے کہ آپ جا سکتے ہیں بلکہ پرنسپل صاحب آ گئے ہیں آپ ان سے بات کر لیں" میں نے پرنسپل صاحب کو آتے دیکھ کر کہا۔ "ارے ارے آپ؟" پرنسپل نے موصوف کو دیکھ کر گرم جوشی سے کہا "ہاں بس ایک کام کے سلسلے میں آیا تھا" اس نے میری طرف دیکھ کر کہا۔

"کام...... ہمیں طلب کر لیا ہوتا" پرنسپل کی خوشامد عروج پر تھی۔ "احتشام کا مسئلہ تھا صاحب نے بھیجا تھا کیونکہ آپ چھٹی پر تھے۔" "احتشام کا مسئلہ سمجھیں حل ہو گیا ہے آغا صاحب نے مجھے فون کیا تھا اس لئے ہی میں چھٹی کے باوجود سکول آیا ہوں۔ پرنسپل نے اپنی آمد کی وجہ بھی بتا دی۔

"یہ ماسٹر صاحب تو مان ہی نہیں رہے تھے آپ سمجھایئے گا ورنہ یہ اپنے تبادلے کے لئے تیار رہیں اپنا سامان باندھ کر رکھے ویسے ماسٹروں کا سامان ہی کتنا

ہوتا ہے دو جوڑے کپڑوں کے اور کتابوں کے گٹھریاں" سیکرٹری نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا "میرا خیال ہے مجھے جانا چاہئے آپ خود سب ٹھیک کرلیں گے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے کرسی کھسکائی اور اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ہاں...... ہاں کیوں نہیں اپنے ماسٹر صاحب بہت سمجھ دار ہیں عقلمندی کا فیصلہ کریں گے۔ پہلے ہی انہیں یہ نوکری بہت مشکل سے ملی ہے اب اتنے دور دراز گاؤں میں تبادلے کی حماقت نہیں کریں گے اور آصف صاحب آپ کے تبادلے کے آڈر آ چکے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو رک بھی سکتے ہیں" پرنسپل صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا اور سیکرٹری کو چھوڑنے باہر چلے گئے میں گم سم کھڑا تھا کہ ولید کو دیکھ کر چونک پڑا جو مجھے حیرت سے تک رہا تھا اور یقیناً ساری باتیں بھی سن چکا تھا۔ یہ بھی حد درجہ نالائق اور شرارتی تھا۔ اس کے ہاتھ یقیناً ایک نیا شرارتی ہتھیار آ گیا تھا "ولید! تم یہاں کیا کر رہے ہو" میں نے اسے ڈانٹا۔

"سر! میں چاک لینے آیا تھا"۔ اس نے مسکرا کر کہا

"تو لو اور بھاگو یہاں سے میرا منہ کیوں دیکھ رہے ہوں نالائق" میں نے اپنا غصہ اس پر نکالنا چاہا۔ سر! نالائق دو قسم کے ہوتے ہیں ایک احتشام جیسے جو امیر اور با اثر ہونے کی وجہ سے کامیاب بھی ہو جاتے ہیں دوسرے مجھ جیسے جو نالائقی کی وجہ سے نہیں غریب ہونے کی وجہ سے ناکام ہوتے ہیں" یہ کہہ کر ولید رکا نہیں بلکہ مجھے ہکا بکا چھوڑ کر باہر چلا گیا اور اب کا "بگڑا" ہوا شہزادہ کتاب کھول کر آزادی سے نقل کر کے بوٹی مافیا اور نقل ختم کرنے تمام دعووں کو باطل ثابت کر رہا تھا۔ طلبا تو جو بے بس تھے ہی میں "بس" ہونے کے باوجود اپنی مجبوری کی وجہ سے بے بس تھا اچانک احتشام کے نرم و نازک ہاتھ پرچہ "حل" کرتے ہوئے تھک گئے تو اس نے "مدد" کے لئے آئے ہوئے چچے کی طرف پرچہ اور کتاب کھسکا دی اور خود یوں اکڑ کے بیٹھ گیا جیسے K-2 سر کر کے آیا ہو پھر اپنی فاتحانہ نظریں پوری کلاس میں گھمانے لگا سب طلبا کے اوپر سے ہوتیں ہوئیں اس کی مبارک اور فاتحانہ نظریں مجھ پر رک گئیں۔ ہونٹوں پر ایک تمسخر اڑاتی ہوئی مسکراہٹ آن ٹھہری میں چکی کے دو پاٹوں میں پس رہا تھا ایک طرف ولید کی طنزیہ نظریں دوسری طرف احتشام کی فاتحانہ نظریں بالآخر ولید کی نظریں جیت گئیں میں نے سب کو نقل کرنے کی کھلی چھٹی دے دی اور آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ میرے لئے تو سب طلباء برابر تھے نا۔ اپنی دانست میں "عدل و انصاف" سے کام لے کر مطمئن تھا مگر میرے اطمینان میں پہلا پتھر اب کلاس کے ہونہار طالب علم بلال نے پھینکا وہ میرے سامنے آ کھڑا ہوا۔ "سر آپ ناانصافی کر رہے ہیں ہم نے سارا سال محنت کی ہے ہمارے محنت کرنے کا کیا فائدہ؟ اب آپ نے سب کو نقل کی کھلی اجازت دے کر غلط کیا ہے۔ آپ اپنے فرض سے بددیانتی کر رہے ہیں۔ آپ ہم جیسے محنتی طلباء اور دوسرے تمام طلبا کا مستقبل تباہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں آپ...... بلال روہانسا ہو کر سانس لینے کو رکا تو میں نے اس کی بات کاٹ دی

"بس...... بس زیادہ لیڈر بننے کی کوشش نہ کرو جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں جب ایک نقل کر رہا ہے سب کرو میرے لئے تم سب برابر ہو"۔ "سر ہم نے سارا سال محنت کی وہ تو غارت ہو گئی نا" بلال نے پھر ہمت کی۔

"ٹھیک ہے سارے سال کی محنت کو کام میں لاؤ۔ نہ کرو تم نقل ورنہ کلاس روم سے باہر چلے جاؤ" میں نے اسے سختی سے ڈانٹ دیا۔ بلال کے احتجاج کی درگت بنتے دیکھ کر پھر کوئی نہ بولا اور تمام وقت بچے خاموشی سے پرچے "حل" کرتے رہے کچھ کی نظریں تو تشکر سے بھرپور تھیں اور کچھ اداس اداس سے بیٹھے تھے۔ مقررہ وقت پر میں سارے پرچے سمیٹ کر کلاس روم سے باہر نکلا تو احتشام کی آواز پر زمین نے میرے پاؤں جکڑ لئے جو اکڑتے ہوئے ہم جماعتوں پر رعب ڈال رہا تھا کہ میری وجہ سے سب کو نقل کرنے کی اجازت ملی ہے اس لئے مجھے پیر مان لو ویسے کچھ لوگوں کو پھڈا کرنے اور لیڈر بننے کا شوق ہوتا ہے۔" احتشام بلال پر طنز کرنے لگا۔ بلال نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر سر جھکا لیا میں جان نہ سکا۔ اس کی آنکھوں میں شکایت تھی گلہ تھا' اداسی تھی یا کرب محنت ضائع ہونے کا غم یا میرے رویئے کا افسوس۔ سکول سے گھر تک کا فاصلہ بمشکل کٹا گھر آتے ہی میں بستر پر دراز ہو گیا تا کہ نیند سے ذہن کو آرام ملے مگر نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ بلال کا اداس چہرہ بار بار میرے ذہن میں آ جاتا میں نے اٹھ کر دو تین پانی کے گلاس پیئے۔ میں مطمئن ہونا چاہتا تھا مگر میرا ضمیر مجھے کچوکے لگا رہا تھا۔ بلال کی آنکھیں اپنی محنت کے غارت ہونے کا سوال کر رہی تھیں۔ میں عجیب طرح سے بے چین تھا میری بے چینی کو ماموں نے بھی محسوس کر لیا۔ انہوں نے سبب پوچھا تو میں نے ساری بات ان کے گوش گزار دی وہ بھی خاموش ہو گئے۔ ماموں بولیں تم میں نے سب کے ساتھ انصاف کیا ہے نا"۔ میں نے بے چینی سے پوچھا

"مگر بلال جیسے محنتی طلباء کے ساتھ ناانصافی کی ہے تم کیا سمجھتے ہو بات امیری یا غریبی کی ہے۔ نہیں بات عقل اور شعور کی ہے۔ آج تم نے جس طرح کے "عدل و انصاف" سے کام لیا ہے کل پھر یہ مطالبہ وہ طلباء کسی اور استاد سے بھی کریں گے اور ممکن ہے ان طلباء میں کئی مستقبل کے استاد بھی ہوں گے۔ وہ بھی اپنی نوکری اور تبادلے سے بچاؤ کے لئے تمہارے نقش قدم پر چل کر یہی راستہ اختیار کریں جو تباہی کے اندھے کنویں کی طرف جاتا ہے۔ اس کنوئیں کی گہرائی میں جانے والوں کو پھر پچھتاوے کی رسی بھی نہیں نکال سکتی تم نے ایک کو برائی کے راستے سے بچانے کی بجائے سب کو اس راستے میں دھکیل دیا کچھ کو محنت کرنے سے بدگمان کر دیا۔ ماموں نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے کسی کا مستقبل تباہ نہیں کیا بلکہ با اثر کمشنر نے کیا ہے صرف اپنے بیٹے کا۔ آپ مجھے ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔" میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"کہاں تو صرف احتشام نقل کر رہا تھا کہاں تم نے سب کو اس راستے پر لگا دیا اور اپنے عمل سے بلال کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی کہ غلط طریقہ استعمال کرنے والوں کی بات مانی جاتی ہے عزت ہوتی ہے قدر ہوتی ہے اب تم خود ہی سوچو تمہارے رویئے سے شکستہ دل بلال کیونکر آمادہ محنت ہو گا" اس بار ماموں نے قصوروار مجھے ٹھہرایا۔

"پھر میں کیا کرتا چاہے میرا تبادلہ ایک دور دراز کے گاؤں میں ہو جاتا تھا جہاں جانے سے بہتر ہے کہ بندہ

نظر بچا کے

ایک موٹے آدمی نے ایک رکشہ ڈرائیور کو آواز دی۔ چاندنی چوک جانا ہے۔ چلو گے۔ رکشہ ڈرائیور نے موٹے کو غور سے دیکھا اور بولا مگر دو پھیروں میں۔ اس پر موٹا غصے کے عالم میں ایک تانگے والے کے پاس گیا اور بولا چاندنی چوک چلو گے۔ تانگے والے نے موٹے کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور بولا آؤ بیٹھو مگر گھوڑے سے نظر بچا کے بیٹھنا کہیں دیکھ نہ لے۔

(ارم آنچل - سوہاوہ)

نوکری چھوڑ دے دوسری طرف سارے بچے مجھے کہتے کہ جو امیر ہے آپ اس کی بات مان رہے ہیں‘‘ میں نے جھنجلا کر کہا۔ تم نے ہی پڑھایا تھا نا بچوں کو تمہیں چاہئے تھا انہیں سمجھاتے کہ تعلیم امتحان میں نقل مار کر کامیاب ہونا نہیں ہے۔ تعلیم کا مطلب نوکری حاصل کرنا نہیں ہے۔ تعلیم کا بنیادی مقصد استاد اپنے طلبا کو اخلاق‘ عادات‘ کردار سچائی اور حق بات سمجھاتے ہیں ورنہ ڈگریاں ماتھوں پر سجائی نہیں جاتیں۔ تمہیں تو چاہئے تھا کہ تم احتشام کو سمجھاتے کہ اس امتحان میں نقل مار کر کامیاب ہونے والے عملی امتحان اور عملی زندگی میں ناکام رہتے ہیں۔ تم ولید کو بتاتے کہ پرائی آگ پر پرائے تیل میں اپنے پکوڑے تلنے والے کامیاب نہیں ہو سکتے۔ تم اپنے کردار سے ثابت کرتے کہ تمہاری نوکری کیا چیز ہے۔ جان بھی چلی جائے تو سچائی اور روشنی کا راستہ نہیں چھوڑنا چاہئے مگر تم تو صرف اس لئے ڈر گئے کہ تبادلہ گاؤں میں ہو جائے گا حالانکہ گاؤں کے لوگوں کو تمہارے علم کی زیادہ ضرورت ہے۔ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگانے والے جہالت کے اندھیروں سے نکالنے والے سرسید احمد خان نے کتنی تکلیفیں اٹھائیں تھیں۔ کافر کا لقب پایا تھا مگر کسی کی تنقید کفر کے فتوے اور اپنی ذات پر کسی گئی پھبتیاں ان کو ان کے مشن کو نہ روک سکیں۔ اس روشن اخلاق‘ روشن کردار اور روشن چہرے والے بزرگ نے اپنی زندگی قوم کے نام وقف کر دی تم تصور کرو ذرا اس بات کا کہ ایک بارعب اور سنت نبویؐ سے چہرے کو سجائے ہوئے یہ بزرگ تعلیم کو عام کرنے کے لئے گلی گلی‘ محلہ محلہ‘ نگر نگر مسلمانان ہند کے آگے دست سوال پھیلا رہا تھا قوم کے نوجوانوں‘ نونہالوں کے مستقبل کی بھیک مانگ رہا تھا۔ یہ کام کرتے ہوئے اس کو ذرا شرمندگی نہ ہوئی کوئی انا اس کے آڑے نہ آئی اک لگن تھی جوش تھا منزل کو پانے کی جستجو تھی مگر آج وہی قوم صرف جعلسازی سے ڈگریاں حاصل کرنے کو ہی کافی سمجھتی ہے‘‘۔ ماموں بولے جا رہے تھے بے تکان اور میں سر جھکائے سنتا جا رہا تھا۔ ’’تم ذرا سی بات سے ڈر گئے اپنی نوکری اور عزت کی فکر تمہیں بے چین کرنے لگی اور کہاں وہ ہمارے رہبر جہالت کی تاریکی کے گہرے اور خطرناک اندھیروں میں جب ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا امید کی کرن بنے ہر شخص کے آگے ہاتھ پھیلا ہر اس جگہ گئے جہاں سے امداد کی امید ہوئی سفر کی تکلیفیں‘ مخالفین‘ کی سینہ چھلنی کرنے والی باتیں ان کا راستہ نہ روک سکیں زندہ دلان لاہور کھیل تماشے کے بہت رسیا تھے۔ ایک بار سرسید لاہور آئے تو لاہوری اپنی روایات کے عین مطابق دیدہ دل فرش راہ کر کے بیٹھے تھے کہ ابھی پر جوش خطاب ہوگا۔ منٹو پارک میں جلسہ تھا تمام مقررین نے جوش خطابت کے جوہر دکھائے سرسید کو تقریر کے لئے بلایا گیا تو نہ انہوں نے گلہ کیا نہ شکایت اور شکوہ نہ کسی پر تنقید کی نہ اپنی خدمات کا صلہ طلب کیا۔ نہ لمبی چوڑی تقریر کی نہ ہی اپنی انگریزی اور تعلیم کا رعب ڈالا ان کے لب کھلے تو فقط اتنا کہا:

’’اہل لاہور! ہر روز کوئی نہ کوئی مداری کوئی ریچھ والا تمہارے دروازے پر آتا ہے تم اس کا کھیل دیکھتے ہو اور لطف اندوز ہوتے ہو تو خوش ہو کر حسب توفیق اس کو آٹا کپڑا یا پیسے دیتے ہو‘‘۔ یہ کہہ اس باریش بوڑھے سرسید احمد خاں نے کندھے پر پڑا ہوا رومال اپنے گلے میں ڈال کر کہا ’’آؤ! جس کا جی چاہے مجھے ریچھ سمجھ کر نچالے اور جس کا جی چاہے مجھ کو بندر سمجھ کر کرتب کروالے مگر حسب توفیق آٹا پیسہ دیدے مجھے قوم کے بچوں کے مستقبل کے لئے اس کی اشد ضرورت ہے‘‘۔

یہی کھلا آسمان تھا جس کے نیچے امید لئے ہوئے ایک باریش بوڑھا بے مثال انسان‘ قوم کی امنگوں کا امین‘ بے لوث انسان اپنے گلے میں رسی کی طرح رومال باندھے کھڑا تھا اور لوگ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے بہتے آنسوؤں میں اپنی جمع پونجی اس عظیم شخص کے قدموں میں نچھاور کر رہے تھے جس نے ان کو ظلمت کے اندھیروں سے نکالنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ میرا یہ سب کچھ کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ تم بھی طلباء کے لئے ایک قائد اور رہبر کی حیثیت رکھتے ہو۔ کہاں وہ عظیم رہبر اور کہاں تم جیسے استاد جن کو تعلیم کا مقصد ہی نہیں پتا۔ آج بھی چاروں طرف جہالت اور زر پرستی کا وہی اندھیرا ہے مگر کوئی سرسید نہیں ہے ہم اپنے رویئوں‘ عادات اور حرکتوں کی وجہ سے اندھیرے کنوئیں کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ صرف ایک قدم بڑھائیں گے تو کنویں میں جا گریں مگر کوشش ہمیں یہ کرنی چاہئے قدم برائی کی طرف نہیں اصلاح کی طرف بڑھے‘‘ ماموں سانس لینے کو رکے جبکہ میں تو صرف گنگ بیٹھا ہوا ان کو ہی دیکھ رہا تھا ان کی آواز پر غور کر رہا تھا جہاں دکھ اور کرب کچھ کھو جانے کا ملال تھا۔ میں تو ماموں کو صرف ایک عام انسان سمجھتا تھا مگر آج ان کی شخصیت کے اس رخ کو دیکھ رہا تھا جو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا مجھے اپنی طرف دیکھتا پا کر دوبارہ گویا ہوئے۔ ’’بیٹا یہی وجہ تھی کہ اخلاص محنت اور لگن کامیاب ہوئے قوم غلام اور جہالت کے اندھیروں سے نکل کر سرخرو ہوئی اور آج دوبارہ اسیر ذہن غلامی اور جہالت کی طرف اس لئے ہی مائل ہوئے ہیں کہ ہم نے سرسید کے پیغام علم و کردار کو بھلا دیا تم نے دوسروں کے طنز اور دھمکیوں سے گھبرا کر جو کھلے عام نقل کرنے کی اجازت دی وہ پرانا گھٹیا طریقہ ہے۔ اگر اسی طرح سرسید مخالفین سے گھبرا جاتے تو ہم کامیاب نہ ہوتے بیٹا! چلے ہوئے کارتوس دوبارہ چلانے سے نہ تو جنگ جیتی جاتی ہے اور نہ ہی دل کو چین اور اطمینان حاصل ہوتا ہے۔ جہالت کے خلاف جنگ تب جیتی جا سکتی ہے۔ جب تباہی کی گاڑی ہارن دے کر متوجہ کرے تو اپنی ٹانگوں کی ملکیت سے انکار نہیں کیا جاتا بلکہ انہیں بچانے کی تدبیر کی جاتی ہے‘‘۔

ماموں پاس سے اٹھا تو میں مطمئن تھا کیونکہ میں جان گیا تھا کہ سب کے ساتھ ’’انصاف‘‘ کرتے ہوئے میں بہت سوں سے ناانصافی کر گیا ہوں۔ ملک کے مستقبل سے ناانصافی اپنے فرائض سے ناانصافی اور ان سب ناانصافیوں کا بدلہ مجھے چکانا تھا آخر باقی پیپروں کا نگران بھی میں تھا اور اس کے بعد اپنا سامان بھی مجھے باندھنا تھا آخر ماسٹروں کا سامان کتنا ہوتا ہے۔

جلدی میں

ایک پروفیسر صاحب بس میں سفر کر رہے تھے سوچوں میں گم تھے سیٹ خالی تھی مگر پروفیسر صاحب پھر بھی کھڑے تھے۔ ایک آدمی نے نہایت ادب سے کہا

جناب! بیٹھ جایئے۔

پروفیسر صاحب نے برق رفتاری سے کہا نہیں نہیں۔ میں جلدی میں ہوں‘ اتنا وقت نہیں کہ بیٹھ جاؤں۔

(محمد آصف صمدانی- ریناله خورد)

اپنا جہنم

بیوی: آج آپ دفتر سے جلدی گھر آ گئے۔
شوہر: میرا افسر اچانک غصے میں آ گیا۔ کہنے لگا جہنم میں جاؤ۔ بیوی نے پوچھا آپ نے کیا کیا۔
شوہر بولا کرنا کیا تھا میں فوراً اٹھا اور تمہارے پاس گھر آ گیا۔ (عائشہ نذیر - وزیر آباد)

پھول کہانی گھر

گوجرانوالہ میں انوکھا پھول کہانی گھر

اہتمام: حافظ عمیرہ چاندنی + طلال بن طارق

رپورٹ: نگہت میمونہ عمر۔۔۔گوجرانوالہ میں شادی کے موقع پر کہانی گھر کا انوکھا پروگرام ہوا جس میں دولہا دلہن سمیت تمام باراتی شریک ہوئے۔ اس موقع پر اقصٰی نے وفا اور وفاداری، بریرہ نے 20 ہزار کا تحفہ، رومیشہ نے عادل منہاج کی ٹارگٹ، عمیر نے سراج جتوئی کی بے حسی کا بوجھ، اظہار الحق (صدر سنڈی ویکل) نے ماریہ مجید کی کہانی سویٹر جو میرا تھا، اقراء نے محمد ریاست کی خواب چور، اقصٰی نے علی اکمل تصور کی سکوں سے بھری جھولی، عمیر نے نذیر انبالوی کی ہوا زندہ رہے گی پڑھ کر سنائیں۔ حافظ عمیرا چاندنی (صدر کہانی گھر) نے کہانی گھر کے مقاصد مہمانوں کو بتائے اور وہاں موجود تمام مہمانوں کو "پھول" کے تازہ شمارے دیے۔ اس موقع پر مہمان خصوصی اور نئے نویلے دولہا جی ڈاکٹر سعید مغل سینئر آئی سرجن راولپنڈی اور مسز ڈاکٹر کوثر سعید معروف گائناکالوجسٹ گوجرانوالہ تھیں۔

پھول کہانی گھر مصطفٰی آباد کا دوسرا پروگرام

اہتمام و رپورٹ: ناصر حسین سندھو۔۔۔پروگرام جس کا موضوع "ماں" تھا۔ شہداء پارک مصطفٰی آباد للیانی میں ہوا۔ یہاں پر 1965ء کی جنگ کے 55 کے لگ بھگ شہداء ابدی نیند سو رہے ہیں۔ پروگرام مقررہ وقت کے 1/2 گھنٹہ بعد شروع ہوا۔ تلاوت پھول کہانی گھر کے واحد حافظ قرآن حافظ تنویر احمد قادری نے کی۔ نعت رسول مقبول قمر اقبال، یاسر حسین نے پڑھی۔ کہانیوں میں "ماں کی عظمت" رضوان شاکر، "ماں کا گستاخ" شہزاد ساگر، "ماں کے قدم تلے جنت" ساجد علی، "ماں کی نصیحت" محسن رضا اور حارث علی نے سنائی۔ ننھے منے بچے ارسلان علی ولایت نے ماں کی عظمت کو سلام پیش کرتے ہوئے ایک نظم سنائی۔ جس کو حاضرین سن کر بہت خوش ہوئے۔ بعد میں حافظ تنویر احمد نے ماں کے متعلق بچوں کو درس دیا۔ شرکاء میں ناصر حسین سندھو، یاسر اسلم، رضوان قمر، شہزاد، ارسلان، حافظ تنویر، محسن عابد شامل تھے۔

نئے سال پر کہانی گھر

اہتمام: لبنیٰ + سیرا + عقیب۔۔۔رپورٹ: سیرا تبسم

مہمان خصوصی میری والدہ تھیں۔ سب سے پہلے میں نے کہانی گھر کے فوائد اور اہمیت کے بارے میں مختصر بتایا۔ اس کے بعد موضوع کے مطابق کہانی "نیا سال" سنائی۔ عبادالرحمٰن نے موضوع کے حوالے سے بہت خوبصورت کہانی "امید" سنائی۔ یکے بعد دیگرے طیبہ، مدثر، مقدس، زروا، شایان اور عمر نے موضوع کے مطابق نہایت اچھی کہانیاں سنائیں۔ کہانی گھر کے اختتام پر سب مہمانوں کیلئے سموسے اور چائے کا اہتمام کیا گیا اور سب سے آخر میں ننھے مہمانوں کو پھول اور قلم تحفے میں دیے گئے۔

ملتان کے کہانی گھر میں چھوٹی کہانیاں

اہتمام: آصف اقبال صدیقی۔۔۔معاونین: آصف رضا بلوچ

رپورٹ: محمد زبیر ارشد۔۔۔کہانی گھر کے مہمان خصوصی خواجہ مظہر صدیقی (صدر پھول کلب پنجاب) اور دادا کے فرائض عبدالرشید (والد آصف اقبال) نے ادا کئے۔ تلاوت اور نعت محبوب اختر اور فیصل ظفر نے پڑھی۔ لب پہ آتی ہے وجیہہ ظفر نے سنائی۔ احسن امتیاز اور وجاہت نے بہت اچھی اور چھوٹی کہانیاں تیار کر رکھی تھیں۔ عماد الہادی اور عقیل اپنی تخلیقات پیش کرنے کیلئے بیتاب تھے۔ کہانیاں سنانے والوں میں فہیم اقبال، ارتضٰی حیدر، رضوان مدنی، نواز راشد، فیصل فہیم، عرفات ظہور، عمران ممتاز، بھگر مغل اور دوسرے بہت سے شامل تھے۔

نئے سال پر کہانی گھر

رپورٹ: غزالہ تبسم۔۔۔اہتمام: ناہید + عالیہ۔۔۔کہانی گھر کا موضوع "نئے سال، نئی صدی، نئی امیدیں اور نئے ارادے" تھا۔ کہانی گھر کا باقاعدہ آغاز نعمان صدیق کی تلاوت اور کامران کی نعت سے ہوا۔ کمپیئرنگ مابدولت نے خود سنبھالی۔ موضوع کے حوالے سے سب سے پہلے میں نے بچوں کو اشعار کی صورت میں نئے سال کا ایک پیغام دیا۔ سب سے پہلے فرحان نے کہانی "پختہ ارادہ" سنائی۔ دعا نے "قربانی" نعمان نے "جذبہ شہادت" طاہرہ نے "روشن صبح" مابدولت نے ایک سبق آموز کہانی "عزم" سنائی۔ کلیم، عامر، عاطف، کاشف اور عدیم بھائی نے بھی مختصر مگر اچھی کہانیاں سنائیں اور خوب داد پائی۔ مہمان خصوصی صدیق شیخ نے چند نصیحت آموز باتیں کیں جو سب نے بڑے غور سے سنیں اور اثر لیا۔

الہ آباد میں نئے سال کا شاندار کہانی گھر

رپورٹ و اہتمام: نسیم الحق زاہدی۔۔۔کمپیئرنگ: خالد جاوید خالد

بشکریہ خصوصی تعاون: خالد کریانہ مرچنٹ۔۔۔تلاوت کلام پاک حافظ عظیم نے کی۔ نعت رسول نورین نے پڑھی۔ سب سے پہلے دادا جان نے کہانی سنائی جس کو بچوں نے بے حد سراہا۔ عمر فیاض بٹ کا کہانی سنانے کا انداز اس قدر مختلف تھا کہ وہ ساری بزم کہانی گھر پر چھا گئے۔ شرکاء میں محبت علی، عبدالباسط، حامد، شہاب، ثریا، آسیہ، فرزانہ، خالدہ، عظمٰی، شاہد، مصباح، صائمہ تھے۔ اس کہانی گھر کے مہمان خصوصی اسلم شاد اور سید اکرم حسین تھے۔ پروگرام تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا۔ آخر میں بچوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

مزنگ کے کہانی گھر میں پھول کو دعائیں

رپورٹ و اہتمام: بشریٰ عظمت۔۔۔کمپیئرنگ: صابرہ عظمت

کہانی گھر کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے کیا گیا جو حافظ زمان عظمت نے کی۔ پروگرام کی صدارت چوہدری محمد اشرف نے کی جو میرے تایا ابو ہیں۔ انہوں نے بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز کہانی سنائی۔ ایلا عرفان نے ایک چھوٹی سی نظم سنائی۔ سراج نواز نے ایک مزیدار لطیفہ سنایا اور (تین دوستوں کی کہانی سنائی) سلطان مناف نے (آزادی پر) کہانی سنائی۔ ابرار طارق نے (جھوٹ کی سزا) سنائی۔ ربیعہ اعجاز نے (عہد) اس کے علاوہ میں نے بچوں میں پھول کے شمارے تقسیم کئے گئے۔ کہانی گھر کے اختتام پر میرے تایا ابو نے پھول کو دعا دی کہ پھول کا یہ سفر ہمیشہ ترقی کی راہ پر گامزن رہے۔

فیصل آباد میں افطار کے وقت کہانی گھر

رپورٹ=شیخ آصف رشید۔۔۔اہتمام=احسن لطیف محسن لطیف

تلاوت حافظ تیمورانور نے کی۔ حافظ اجمل نے نعت رسول ﷺ کی پڑھی۔ فیصل آباد کہانی گھر کے تمام ممبران نے شرکت کی۔ سب سے پہلی کہانی اویس منصور نے سنائی۔ ضیا اللہ نے مزاحیہ نظم سنا کر سب سامعین کے منہ میں پانی بھر دیا مگر روزے کی وجہ سے سب کو نظم کو ہی ہضم کرنا پڑا۔ حماد سلیم، حماد بشیر، سرفراز ہمایوں اور حسن طارق نے مزاحیہ لطیفے سنا سنا کر سامعین کے خالی پیٹوں میں بل ڈال دیے۔ کاشف رشید نے "چوری کی سزا" کہانی سنائی پھر تقریب کے مہمان خصوصی قاری عثمان رحیمی نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے کہا پھول کے ذریعے بچوں کو ایک بہترین پلیٹ فارم میسر آیا ہے اور اس طرح کے پروگرام کے ذریعے بچوں میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

ترنڈہ محمد پناہ میں ٹور پر کہانی گھر

اہتمام: شبیر احمد ملک۔۔۔رپورٹ: شبیر احمد شہزاد، سیف الرحمان فاروقی۔ تعاون: ارسلان پبلک کال آفس۔۔۔عید کے دن ترنڈہ محمد پناہ پھول کلب کا دورہ تھا۔ یہ ٹور ہیڈ پنجند پر تھا۔ پھول کہانی گھر کے صدر شبیر احمد ملک کے مشورہ پر کہانی گھر کا پروگرام بھی طے پایا۔ پروگرام میں تقریباً 35 بچوں نے شرکت کی۔ جبکہ دس کے قریب پھول کلب کے ممبران بھی تھے۔ پروگرام کی صدارت بہاولپور پھول کلب کے صدر شہزاد قاسم نے کی۔ اور کمپیئرنگ کے فرائض عبید الرحمان فاروقی نے سرانجام دیے۔ پروگرام کا آغاز جاوید اقبال کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد نعتیہ کلام محمد اسحاق نے پیش کیا۔ محمد رفیق نے کہانی "مگر آج بھی ہو جو ذوق ابراہیم" سنائی۔ عاصم انصاری نے اپنی کہانی "خواہش" سنائی۔ ارشد فرید نے "وعدہ" سنائی۔

پھول کہانی گھر واربرٹن سائیکلوں پر کہانی گھر

اہتمام وانتظام: محمد عبدالخالق قادری۔۔۔رپورٹ: محمد ارشد ثاقب

کہانی گھر کا یہ پروگرام خالق قادری کے اپنے باغ میں ہونا تھا لیکن راستے میں سائیکل خراب ہونے کی وجہ سے ہم باغ میں لیٹ پہنچے چونکہ باغ میں افطاری کا بھی پروگرام تھا اس لئے افطاری اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے واپسی پر سائیکلوں پر ہی کہانی گھر کروانے کا ارادہ کیا۔ کہانی گھر کا باقاعدہ آغاز تلاوت سے ہوا جس کی سعادت محمد نعیم رضوی (صدر پھول کلب واربرٹن) نے حاصل کی۔ حضور ﷺ کی شان اقدس میں گلہائے عقیدت (ارشد بٹ ثاقب) نے پیش کئے۔ عبدالخالق قادری نے لوک داستان پچی کہانی تاسانی سنائی اور سائیکل چلاتے چلاتے ہم تھک بھی گئے لیکن کہانی سننے کے بعد ساری تھکن دور ہو گئی اس کے بعد محمد نعیم رضوی نے چھٹی لوک داستان پر مبنی کہانی "بولتی کھوپڑی" سنائی اور آخر میں میں نے اپنی کہانی جھوٹ کی سزا سنائی۔

نئی فکر نئی سوچ ---پھول کے قارئین کے نرم گرم تبصرے

آپ کو پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے والے لوگ کیوں برے لگتے ہیں

سروے ورپورٹ: ایم آصف رضا بلوچ
معاون: آصف اقبال صدیقی

جہاں گزرے سال کا سورج اپنے دامن میں بے شمار تلخ و شیریں یادیں سمیٹے غروب ہو چکا ہے۔ وہاں آنے والا سال اپنے ساتھ نئی امنگیں نئے جذبے نئے ولولے لے کر آ رہا ہے۔ نئے سال کے آغاز پر ہم سب کچھ وعدے کرتے ہیں اپنے آپ سے اپنے من سے۔ اور پھول نے وہ سوچیں چپکے سے اکٹھی کر لیں۔ نئے سال کے حوالے سے یہ رپورٹ یقیناً آپ کے نوخیز جذبوں امنگوں کو نرم گرم دھوپ دے کر تازہ دم کر دے گی۔ پھول ساتھیوں سے بالترتیب دو سوالات کئے گئے۔

1۔ میں نے اپنے آپ سے یہ طے کیا ہے کہ اس سال یہ خوبی اپنے اندر پیدا کروں گا/گی۔

2۔ آپ کو پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے اور گھورنے والے لوگ کیوں برے لگتے ہیں؟

پھول ساتھیوں کی نرم گرم سوچیں کچھ یوں ہیں۔

(1) سونیا یامین ہشتم ایس این جینز سکول

1۔ اپنی ذات میں موجود خامیوں کو کھلے دل کے ساتھ قبول کرتے ہوئے ان کو دور کرنے کی کوشش کروں گی۔

2۔ کیونکہ ان کی آنکھیں بالکل مائیکروسکوپ کی مانند لگتی ہیں اور انسان خوامخواہ کی الجھن میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(2) اختر اسلم نہم گورنمنٹ بخاری ہائی سکول

1۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ اپنی شخصیت' کردار' سوچ کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھال سکوں

2۔ ایسے لوگوں کی شخصیت برائی کی دلدل میں ڈوب چکی ہوتی ہے

(3) عظمٰی اشفاق ہشتم رباب کیڈٹ سکول

1۔ میں اس سال اپنے اندر حسن اخلاق کی خوبی پیدا کروں گی۔

2۔ ایسے لوگوں میں خود اعتمادی کی کمی ہوتی ہے۔

(4) زرینہ صدیقی دہم اسلامک ماڈل ہائی سکول

1۔ کہ میں حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کو پورا کروں۔

2۔ کیونکہ وہ اسلام کے منافی کام کرتے ہیں کیونکہ جہاں اسلام نے عورت کو شرم و حیا کا حکم دیا ہے وہاں مرد کو نظر نیچی رکھنے کا حکم دیا ہے۔

(5) عظمٰی جاوید دہم اسلامک ماڈل ہائی سکول

1۔ اس سال میں نماز کی پابندی کروں گی۔

2۔ ایسے لوگ اپنا وقت بھی ضائع کرتے ہیں بلکہ اپنی جہالت کا واضح ثبوت دیتے ہیں۔ ایک باشعور انسان کو ایسی حرکتیں زیب نہیں دیتی۔

(6) محمد زاہد رفیق دہم گورنمنٹ بخاری ہائی سکول

1۔ اپنے دوستوں کے ساتھ ساتھ اپنے دشمنوں کے سلوک کا جواب حسن سلوک کے ساتھ دوں۔

2۔ اس طرح ان کی اعادات و اطوار کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ دوسرے انسان اس احساس کا شکار ہوتے ہیں کہ کہیں اس کے لباس یا اس میں کوئی خامی تو نہیں۔

(7) اسد علی ہشتم ورکرز ویلفیئر سکول

1۔ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔

2۔ اگر ان کی اس عادت کی وجہ سے ان کی لاپرواہی کی وجہ سے کوئی حادثہ ہو جائے تو اس میں بڑے نقصانات ہو سکتے ہیں۔

(8) انیسہ تاج دہم ایس این جینز کیڈٹ سکول

1۔ میں اس سال اپنے بولنے کی صلاحیت کو تیز اور بہتر بناؤں گی۔

2۔ وہ لوگ ہمیشہ ناکام ہوتے ہیں۔

(9) مہوش ہشتم ملتان سکالرز ماڈل سکول

1۔ میں اس سال محنت کرنے کی خوبی پیدا کروں گی۔

2۔ ایسی نگاہوں سے دیکھتے ہیں جیسے انسان کو کبھی نہیں دیکھا۔

(10) امبرین ہشتم بروک فیلڈ مڈل سکول

1۔ میں ایسے اچھے کام کروں گی جس سے میرے ملک اور والدین کا نام روشن ہو۔

2۔ وہ اس انداز سے دیکھتے ہیں کہ دوسرے انسان کو خوامخواہ شرمندگی ہونے لگتی ہے۔

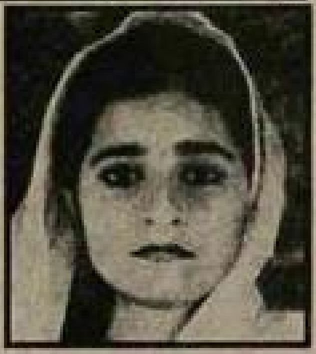

انیسہ تاج

ایم آصف رضا بلوچ

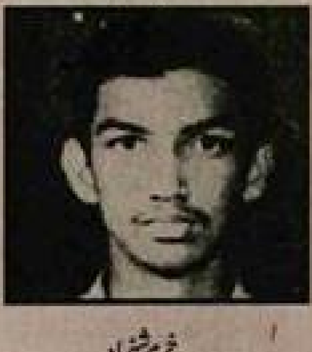

خرم شہزاد

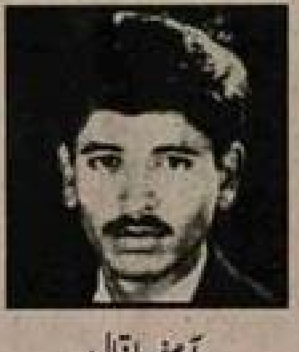

آصف اقبال

(11) تحسین اختر ہشتم رباب کیڈٹ سکول

1۔ میں اپنے اندر ایسی خوبی پیدا کروں گی جو میری تمام خامیوں پر بھاری ہو گی اور اس کی وجہ سے کوئی Dis heart نہیں ہو گا۔

2۔ کیونکہ وہ بری ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں۔

(12) تمثیلہ فیض دہم ایس این جینز کیڈٹ سکول

1۔ میں اپنے اندر حسد اور بغض کی لہر کو ختم کروں گی۔

2۔ ایسے لوگ گھٹیا ہوتے ہیں۔ ان کی نیت اور دل صاف نہیں ہوتے

(13) واجد ایوب ہشتم اسلامک ماڈل سکول ملتان

1۔ میں نے اس سال اچھا انداز گفتگو اپنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

2۔ ایسا عمل بدی کی طرف جاتا ہے۔

(14) ناصر جمیل دہم ورکرز ویلفیئر سکول

1۔ میں ہمیشہ بڑوں کا ادب اور استادوں کا احترام کروں گا۔

2۔ کیونکہ وہ ہمیشہ تنقیدی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

(15) امان اللہ نہم ورکرز ویلفیئر سکول

1۔ میں اس سال بروقت اور صحیح فیصلہ کرنے کی خوبی پیدا کروں گا۔

2۔ کیونکہ ان کے گھر میں خواتین نہیں ہوتیں جنہیں وہ دیکھ سکیں۔

(16) ریحانہ رفیق ہشتم اسلامک ماڈل سکول

1۔ میں اس سال دوسروں کی زیادہ ۔ زیادہ خدمت کروں گی۔

2۔ یہ حرکت کر کے وہ اپنی جہالت کا بھرپور انداز اظہار کرتے ہیں۔

(17) خرم شہزاد لودھی دہم گورنمنٹ نصرت الاسلام ہائی سکول

1۔ میں اس سال سچ بولنے کی خوبی پیدا کروں گا۔

2۔ کیونکہ ایسے لوگوں کی شخصیت مسخ ہوتی ہے۔

(18) ظہور حسین دہم گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول

1۔ دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنے کی خوبی پیدا کروں گا۔

2۔ ایسے لوگوں کی گھٹی میں یہ عادت ہوتی ہے۔

(19) روبینہ بتول گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چاہ بوہڑ والا

1۔ میں دوسروں سے اچھا اخلاق رکھوں گی۔

2۔ اس لئے کہ ان میں غیرت نہیں ہوتی۔ اور دوسرے انسان کو کسی رشتے کے قابل نہیں سمجھتے۔

(20) سمیرا بتول گورنمنٹ گرلز چاہ بوہڑ والا ہائی سکول

1۔ میں اس سال چند اچھی باتیں سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کی خوبی پیدا کروں گی۔

2۔ ایسے لوگ جن کی تربیت تھرڈ کلاس سے بھی نچلے طبقے میں ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی تربیت کے ہاتھوں مجبور ہوتے ہیں۔

(21) شعیب حسن نہم گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول

1۔ میں اس سال سچے خلوص کی خوبی پیدا کروں گا۔

2۔ کیونکہ ایسے لوگ یوں گھور کر دیکھتے ہیں جیسے اپنی آنکھوں کا ٹیسٹ کروا رہے ہوں۔

(22) مرزا سعید بیگ ہشتم گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول

1۔ میں اس سال ایک اچھا دوست بننے کی خوبی پیدا کروں گا۔

2۔ کیونکہ یوں لگتا ہے کہ جن خوردبینی جاندار کو وہ دیکھنا چاہ رہے ہیں کہیں وہ ہم تو نہیں۔

(23) عامر رضا گورنمنٹ نصرت الاسلام ہائی سکول ہشتم

1۔ میں اس سال قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی خوبی پیدا کروں گا۔

2۔ انہوں نے شرم و غیرت کا جنازہ نکال دیا ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی سوچ کو کھو چکے ہوتے ہیں۔

(24) سونیا خلیل ہشتم رباب کیڈٹ سکول

1۔ میں کسی ایک بچے کو زیور تعلیم سے آراستہ کروں گی اور اس کی تربیت کروں گی۔

2۔ کیونکہ یہ حرکت مکمل طور پر غیر مہذب لوگ کرتے ہیں۔ جس سے وہ اپنی ذہنیت کا پتہ دیتے ہیں۔

(25) سہیل اسلم ہشتم ملتان سکالرز سکول

1۔ میں اپنے اندر محنت کرنے کی عادت کو پیدا کروں گا۔

2۔ کیونکہ وہ یوں دیکھتے ہیں جیسے ابھی سالم نگلنے کا ارادہ ہو۔

(26) فرحان الدین ہشتم الحمد ان ماڈل سکول

1۔ میں نماز کی پابندی کروں گا۔

2۔ اس لئے کہ ان کی یہ حرکت ان کے خاندان کا پتہ دیتی ہے۔

(27) سدرہ سمیع ہشتم ملتان سکالرز سکول

1۔ میں نے ایک مقصد جو بنایا ہے اسے مکمل کروں۔

2۔ کیونکہ ان کے اس طرز عمل سے دوسرے اذیت میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور یوں یہ لوگ پریشانی کا سبب بنتے ہیں۔

انعامی خط 1

مجھے نئی صدی شروع ہونے کی اتنی خوشی نہیں تھی جتنی اس سوچ کی تھی کہ 2001ء کا پہلا شمارہ میرے لئے بہت خوشی لے کر آئے گا کیونکہ اس میں ہمارا نام بھی شامل ہوگا (انعامی خط کی صورت میں) اس لئے شمارہ ملتے ہی پچھلی تمام روایات کو توڑتے ہوئے دل کو تھامے جگر کو سہلاتے نان سٹاپ "پھول بڑا مقبول" میں جا پہنچے پھر اچانک جیسے ایٹم بم پھٹ گیا ہو۔ ہر طرف چیخ و پکار شور اور افراتفری کا سا عالم تھا۔ عقل ماؤف اور دماغ کام کرنا چھوڑ گیا ہر طرف چیزیں تباہ و برباد آہوں، دکھوں کی سسکیوں، اندھیرے اور اداسی کا سا سماں تھا۔ ارے صاحب یہ دنیا، کہ کسی شہر کا نہیں بلکہ ہمارے دل کے گھر کا حال تھا جو پھول بڑا پھول بڑا مقبول میں اپنے خط تو کیا غلطی کو بھی موجود نہ پا کر ہوا تھا۔ پھر بے دلی سے پھول کو پکڑا اور پڑھنا شروع کیا۔ مجبوری اسے پڑھے بغیر گزارا بھی تو نہیں ہوتا۔ سرورق دیکھا تو ایسے لگا جیسے ہمارے دل کا گھر پھر سے آباد ہونا شروع ہوگیا ہے اور چار سو بہار آ گئی ہے۔

"کرنیں" اور "اداریہ" پڑھ کر اپنے دل و دماغ کو روشن اور ایمان کو تازہ کیا اللہ کی اچھی مخلوق سے لازما پیار جتانا اور محبت کرنی چاہئے۔ محبت تو ایسا

جس طرح کسی کو اپنی شخصیت کو بگاڑنے کے واقع بار بار ملتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنی شخصیت سنوارنے کے مواقع بھی بار بار کیا ہر وقت ہی ملتے رہتے ہیں

طاقتور جذبہ ہے جو قربتوں کا محتاج ہے اور نہ ہی دوریاں اس پر اثر انداز ہو سکتی ہیں بلکہ یہ تو ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا وہ دھارا ہے جس کی روانی میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی حالات کی گرمی سردی اور زمانے کے نشیب و فراز کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ یہ تو اپنی دھیمی سلگتی ہوئی آنچ سے پتھروں کو موم کر دیتا ہے۔ "رسائی نارسائی" آمنہ آپی کی امیدوں کو زندہ کرنے والی بہت خوبصورت تحریر امید کی روشنی ہی انسان کو آگے قدم بڑھانے اور جینے کا حوصلہ دیتی ہے۔

ماریہ مجید کے قلم سے نکلی ہوئی "ادھورے لوگ" پڑھ کر ذہن نجانے کہاں پہنچ گیا اور سوچیں مکمل اور پورے لوگوں تک پہنچنے کے لئے بے کار ادھر ادھر بھٹکتی رہیں "سوئے روزے اور عید" جو بظاہر مزاحیہ مگر بچی اور بہت ہی مفید اور سبق آموز باتیں اپنے اندر سمائے ہوئے دل کو بھا گئی "اتنی سی بات" اور "سرپرائز" بہت خوبصورت اور اچھی تحریریں تھیں۔

"شان شہید کی" کا Recap پڑھ کر بہت مزہ آیا ان بلند حوصلے والے اللہ کے نیک بندوں کو خراج عقیدت پیش کرنے کو بے اختیار دل کر اٹھا۔ ٹارگٹ کی ڈرامائی صورت حال بھی اچھی جا رہی ہے۔ ہارون کلیم کا انٹرویو بھی پسند آیا سچائی سعدیہ فیض کی اچھی کاوش تھی۔

"پیاس" اور پھول تارے بہت خوبصورت اور زبردست تحریریں پڑھ کر بہت انجوائے کیا (Key to future) اور PHRD سے اچھے پروگرام بہت پسند آئے۔ جس طرح کسی کو اپنی شخصیت کو بگاڑنے کے واقع بار بار ملتے ہیں اسی طرح ہمیں اپنی شخصیت سنوارنے کے مواقع بھی بار بار کیا ہر وقت ہی ملتے رہتے ہیں۔ یہ بھی پھول کے ذریعے مسکرائیے پہلے کی نسبت قدرے بہتر تھا۔ ٹیلی ٹونک کالم میں حسب معمول آپ اور سارے کالرز بہت جوش و خروش میں نظر آئے۔ "حوصلے" حمید اللہ مغل کی دلوں پر اثر کر جانے والی بلند حوصلہ تحریر تھی۔ "واہ کیا بات ہے" میں سے زندگی کو اچھا اور پرسکون بنانے کے لئے بہت سارے نایاب گوہر حاصل کرنے کا موقع ملا۔ "بیڈ ٹائم" میں سکھن پڑھی تو من اداس اور پریشان سا ہو گیا ایڈیٹر بھیا آج کل آپ ہمیں بیڈ ٹائم میں کیوں رلا رلا کر سلانے پر تلے ہوئے ہیں یا تو ایسی کہانیاں چھاپنی بند کریں یا پھر اس بیڈ ٹائم سٹوری کو سیڈ ٹائم سٹوری کا نام دے دیں۔ اپنوں کی بے اعتنائی عموماً انسان کی اندر کی شخصیت کو شکست و ریخت کا شکار بنا دیتی ہے یہ وہ قاتل لمحات ہوتے ہیں جب معدودے چند لوگ ہی اپنے آپ کو سنبھال پاتے ہیں۔

"الحدیث" تو پھول کا وہ سلسلہ ہے جو ہم سب کی جان ہے کیونکہ اسی کے ذریعے ہم اپنی زندگی کو اسلامی لائحہ عمل پر ڈھالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر آج بھی ساری قوم اپنے آپ کو دل سے پیارے رسول کی بتائی ہوئی باتوں اور حدیثوں پر عمل کرنے کے لئے تیار کرلے تو کوئی شک نہیں کہ ہمارا مستقبل بہت شاندار اور روشن ہے۔

(محمود الحسن گوندل ..... ضلع ساہیوال)

انعامی خط 2

پھول کا 125 واں شمارہ 25 دسمبر کو ملا بلکہ اسے ہم ملے۔ پڑھتے ہوئے اور پھر ختم ہوتے کچھ پتہ ہی نہ چلا اب جبکہ ہم پھول پڑھ کر مصروف ہو چکے ہیں (مصروف اس لئے کہ فارغ وہ لوگ ہوتے ہیں جو بے مقصد چیزیں پڑھتے ہوں جبکہ ہمیں "پھول" ڈھیر سارے اچھے اچھے کام کرنے کو دیتا ہے۔) پھول بڑا مقبول کے نام ایک Message ہمارا بھی ہو جائے۔

سب سے پہلے ہمیشہ کی طرح سرورق کی بات آتی ہے تو جناب اس مرتبہ کا سرورق خوب بالکل نہیں تھا..... بلکہ بہت خوب تھا۔ "ٹائٹل کی پھولنی" مسکرا کر اللہ جی سے ہمارے اور اپنے سکھ کی دعا مانگ رہی تھی۔ بچے ہم سے پہلے عید منا کر ہمیں جوش دلا رہے تھے۔ ہم نے جلدی جلدی ورق پلٹا اور کمرشلز کو پھلانگتے ہوئے خوش خبری پڑھنے لگے۔ "یہ انعام آپ کا ہوا" جی ہاں! پھول ہم ہی سے مخاطب تھا۔ ہم نے جلدی سے تفصیل پڑھی اور خوشی کے ڈھیر سارے رس گلے چبا کر آگے چل پڑے۔ "کرنیں" ہمیشہ کی طرح ہمیں منور اور ہمارے دماغ کو معطر کر گئیں۔ اداریہ اتنا پر لطف تھا کہ ہمیں شک ہونے لگا کہیں "لطف" اداریہ کا دوسرا نام تو نہیں۔

"رسائی نارسائی" میں اچھوے دکھ سکھ بانٹنے اور خوب بانٹنے۔ اچھو کے دادا میاں ہمیں بالکل اچھے نہیں لگتے اور خاص طور پر ان کے جو دم ہلاتے کتے ہیں توبہ توبہ کیسی خوفناک صورت تھی ان کی۔ سچ پوچھیں تو ہمیں خوف آنے لگا ہے ان سے۔ ماریہ آپی کے "ادھورے لوگ" بچی باتوں کی کھری کہانی تھی۔ "فیس ٹو فیس" میں آخر تک سمجھ نہیں آئی کہ انٹرویو کس کا ہے کون کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے؟؟؟ "اتنی

ہم نے جلدی سے تفصیل پڑھی اور خوشی کے ڈھیر سارے رس گلے چبا کر آگے چل پڑے۔

سی بات" لکھ کر آسیہ کنول نے یہ ثابت کر دیا کہ ملتان (ڈویژن والے کیونکہ ہم ملتان ڈویژن میں ہی رہتے ہیں) والے صرف باتوں کے ہی نہیں اچھی باتوں کے بھی ماسٹر ہیں۔ "ٹارگٹ" اچھی جا رہی ہے۔ واہ "سچائی" اور سعدیہ فیض کی زبانی "ایک خوبصورت کہانی" سب کے لئے اور خصوصاً ٹیچرز کے لئے آئینہ اللہ جانے "سچائی" نے کسی دل پر چوٹ کی یا نہ کی لیکن ہمارے دل نے اس چوٹ کو ضرور محسوس کیا۔

"پھول بڑا مقبول" میں اس مرتبہ صرف ہمارے دو دوست شامل تھے۔ ملتان سے آصف اور لودھراں سے ارشد دونوں کے خط اچھے لگے کیونکہ اپنے تھے لیکن تھے "کے کے"۔ ہم بھی لودھراں میں "پھول کلب" قائم کر رہے ہیں۔ کہروڑپکا، دنیاپور اور لودھراں میں رہنے والے سارے اچھے دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ رابطہ کریں۔

کمپیوٹر کے متعلق نعیم صاحب ابھی صرف وہ باتیں بتا رہے ہیں جو ہم پہلے سے جانتے ہیں ذرا آگے بڑھیں تو بات بنے۔ ویسے اچھا سلسلہ ہے۔ اب زندگی گزارنے کے لئے کمپیوٹر کے متعلق زیادہ تو نہیں تو تھوڑی بہت معلومات ہونا لازمی ہے۔

"بیڈ ٹائم سٹوری" ہم نے ابھی نہیں پڑھی سوچا ہے سکھن کو اگر سوتے وقت ہی پڑھیں تو لطف اور بھی دوبالا ہو جائے گا۔ اس سوچ پر دیجئے ہیں ہمارا انعام۔

"الحدیث" سے اللہ جی کے اچھے پیغمبر اور دنیا کے سب سے بڑے انسان صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی پیاری باتوں کا علم ہوتا رہتا ہے اور ہمیں پتہ چلتا ہے کہ زندگی کو اچھے طریقے سے کیسے گزارا جا سکتا ہے۔

(گلفام مصطفیٰ ..... لودھراں)

انعامی خط 3

کہتے ہیں وقت گزرنے کا احساس وقت گزرتے ہوئے نہیں ہوتا۔ البتہ گزر جانے پر بڑی شدت سے ہوتا ہے زندگی گزرتی جا رہی ہے مگر ہمیں اس کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ آج مجھے وہ دن بے اختیار یاد آ رہا ہے جب میں نے پھول پڑھنا شروع کیا تھا۔ اس وقت میری عمر کوئی بارہ تیرہ برس تھی اور میں پانچویں کلاس کا سٹوڈنٹ تھا۔ میری پھول سے دوستی عجیب طریقے سے ہوئی تھی۔ شروع شروع میں میں پھول چوری کرکے پڑھتا تھا بکسٹال پر کھڑا رہتا اور جونہی موقع ملتا پھول کو قمیض کے نیچے چھپا کر یا شرٹ کا بٹن کھول کر اندر کر لیتا۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آج اس موقع پر کھڑا ہوں اور اپنے شہر کے کلب کا نائب صدر ہوں۔ ہاں تو میں اپنے ماضی کے چند رازوں سے آپ کو واقف کر رہا ہوں۔

اس دن سے لے کر آج تک میں نے دوبارہ ویسی حرکت نہیں کی۔

وہ دن مجھے نہیں بھولتا جب میں شرمندہ شرمندہ سا بکسٹال کے سامنے کھڑا اپنی چوریوں کا اعتراف کر رہا تھا اور یہ سب پھول کی بدولت تھا۔ دکاندار نے بھی خوش ہو کر معاف کر دیا۔ اس دن سے لے کر آج تک میں نے دوبارہ ویسی حرکت نہیں کی۔ ویسے اعتراف میں نے خود کیا تھا کیونکہ پھول میں کوئی ایسی کہانی پڑھی جس نے میرے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ہاں تو بات چل رہی تھی ماضی کی اور ماضی کا ایک ورق آپ کے سامنے کھول دیا۔ چاہیں شاباش دیں یا چاہیں مذاق اڑائیں۔ اس مرتبہ کا شمارہ بہت جلدی مل گیا۔ Title پر ننھی معصوم پھولنی چہرے پر دلکش مسکراہٹ سجائے بڑی سج دھج کے ساتھ چہرے پر عید کی خوشی کا اظہار اور نئے سال کی آمد کے لئے دعا کے واسطے ہاتھ اٹھائے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔ نیچے پھولی چھوٹی بچیوں کی ٹولی نے تو Title پر "سونے پر سہاگہ" کا کام دیا۔ اس مرتبہ کا "ٹائٹل" بہت پسند آیا۔ "کرنیں" انتخاب بھی اچھا تھا۔

"اداریہ" اس بار ہمیں کسی ڈکشنری کی مدد نہیں لینی پڑی۔ غضنفر بھائی بھی والے ہیں یا کوئی اور جن کا ددھیال نہیں بن رہا۔ ددھیال سے یاد آیا مجھے خود بھی اسی پچویشن سے گزرنا پڑا۔ آخرکار رشوت دینی پڑی۔ واقعی عرفان بھائیوں جیسوں کی آج کل ہمارے معاشرے میں کمی ہے جو دوسروں کے دکھ درد کو ہمیں آج کل ہر کوئی اپنی فکر میں ہے۔ "رسائی نارسائی" اچھی کہانی تھی۔ ویسے بھی آمنہ آپی کی ہر کہانی دل پر اثر کرنے والی ہوتی ہے "ادھورے لوگ" بھی کچھ کم نہ تھی۔ تنویر حسین کچھ تو خیال کریں۔ آخر معاشرے میں ہماری بھی کوئی عزت ہے۔ آپ امتحانات سے لے کر سوئے روزے اور عید تک ہمیں شرمندہ کرتے آ رہے ہیں۔ نو پرابلم میں صوفیہ آپی کے جوابات ذہن میں رکھے لیکن جو اپنی فیورٹ سٹوریز "شان شہید کی" اور "ٹارگٹ" پڑھنی شروع کیں۔ تو وہ جوابات چپکے سے کہیں کھسک گئے اور ذہن میں صرف سنسنی دوڑنے لگی۔ ویسے اتنی سی بات اور سرپرائز بھی کچھ کم نہ تھیں۔

آسیہ آپی نے تو دیہات کی اتنی اچھی منظر کشی کی کہ ہمیں ہمارا گاؤں یاد آ گیا۔ مثلاً گاؤں کی کھلی لمبی گرمیوں میں درختوں کے نیچے کھاٹ ڈالنا اور ان پر دادا جی کے حقے کی گڑگڑاہٹ کسی ساز سے کم نہ تھی اور دادا جی کی باتیں یقین جانیں اتنا سکون ملتا کہ آج کل اتنا سکون AC کمروں میں بھی نہیں ملتا۔

آگے پھولنیوں کی عید کی تیاریوں کو انجوائے کیا۔ بیڈمنٹن کے قومی کھلاڑی ہارون کلیم کا نام بھی آج پہلی دفعہ پھول میں پڑھا۔ اچھا لگا سچائی پیاس اور پھول تارے بھی TOP پر تھیں شاعری ہمیں اچھی نہیں لگتی۔ اس لئے اسے پڑھتے ہی نہیں۔ بغیر پڑھے ہی گزر جاتے ہیں۔ کیلنڈر کا شکریہ Yes its me میں ہم نے دیکھ لیا کہ پھول کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ آخری کونے میں وحشت تو گی والی تصویر دیکھ کر کرتے۔ اس مرتبہ لطائف اور چٹکلے بہت پسند آئے۔ حمید اللہ مغل کی حوصلے اور "بیڈ ٹائم سٹوری" سکھن اس مرتبہ پھول کی شان تھیں۔

(شبیر احمد ملک ..... ترنڈہ محمد پناہ)

☆...... ٹائٹل بہت زبردست تھا ایک طرف تو ان چھوٹی چھوٹی بچیوں کو عید کے کپڑے پہنے اور عید کی تیاریاں کرتے ہوئے بہت دل خوش ہوا لیکن دوسری طرف ان بچوں کے بارے میں سوچ کر دل اداس ہو گیا کہ جنہیں یہ خوشیاں میسر نہیں ہیں جو عید کے دن بھی کوڑا چنتے ہوئے اور بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ (لبنیٰ منصور۔ ٹیکسلا)

☆......اب میرا تعلق پھول سے بہت مضبوط ہے اس میں کوئی دراڑ نہیں پڑ سکتی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں سے تعلق کمزور ہونے کے بعد میں نے قلم کو ہی بہتر مددگار اور غمگسار پایا ہے جو میرے من میں موجود غبار کو بڑے اچھے طریقے سے سمیٹ لیتا ہے اور بڑی آسانی سے کاغذ پر منتقل کر دیتا ہے۔ (حنا حبیبہ۔ ملتان)

Yes its me اور پیاس ناول رہے البتہ لطیفے اچھے رہے اگرچہ پرانے تھے کمی ہیں۔ نوجوان مجلس عابد مشتاق کے پاس اچھا حل ہے لیکن دونوں کریں کہ بجائے پاکستان غائب کرنے کی بجائے وطن عزیز سے آلودگی اور گندگی غائب کر دیں تو ان کا پاکستانی قوم پر بڑا احسان ہوگا۔ (حامد بن یوسف حافظ آباد)

☆......ظفر ہے اس طرح بات نہیں بنے گی واقعی اس طرح تو بات نہیں بنے گی جب تک کمپیوٹر ہماری دسترس میں نہیں ہوگا اور ٹیلی فونک کالم بھائی اس بارے میں جب آپ سے ہم بھی بذریعہ فون بات کریں گے تو پتہ چلے گا اور وہ کیا بات ہے واقعی کچھ بات تھی۔ (مرزا اقبال عمر...... وشن بلوچستان)

☆......"پھول" کو ابھی پڑھتے ہوئے مجھے چار ماہ ہی ہوئے ہیں لیکن اس کی بہت اور کہانیوں نے ہمیں اس کا گرویدہ بنا لیا ہے۔ جنوری 2001ء کے شمارے میں آپ کنول حمید اللہ مغل اور ڈاکٹر اظہر اے انور کی تحریریں دل کو بھا گئیں۔ "فیس ٹو فیس" کو مستقل کریں کیونکہ یہ ہمارا فیورٹ کالم ہے۔ (محمد محسن شہزاد نور پور تھل)

☆......"کرنیں" اور "الحدیث" کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے لیکن جو چیز سب سے اہم ہے وہ یہ کہ ایسی چیزیں صرف پڑھنے کیلئے نہیں ہوتیں بلکہ عمل بھی ساتھ ساتھ کریں تب فائدہ ہوتا ہے۔ "اداریہ" بہت اچھا تھا لیکن ایک خامی تھی کہ بہت آسانی سے سمجھ آ گیا میاں۔ تھوڑی مشکل باتیں بھی دیکر ہمارے دماغ کی ورزش کروایا کریں۔ (محمد فاروق ملتان)

☆...... پھول کی ہر ادا سب سے جدا
میں دل و جان سے اس پہ فدا
زندگی بھر کوئی نہ کر پائے گا مجھے اس سے جدا
چاہو تو کر دو میرے تن سے سر کو جدا
پھول کی ہر ادا سب سے جدا
میں دل وجان سے اس پہ فدا (شاہد فیصل خاور بہاولپور)

☆......اکثر اوقات یہ دیکھنے میں آیا کہ پھول کہانی گھر کی رپورٹس پھول اخبار میں شائع کر دی جاتی ہیں جبکہ اس کا علیحدہ سے کالم بنا ہوا ہے اس کو اس کے متعلقہ کالم میں ہی جگہ دی جائے تو باقی خبریں زیادہ سے زیادہ شائع ہو سکیں گی۔ (فرحان جاوید فیصل آباد)

☆......اداریہ مجھے سب سے زیادہ اچھا لگا اور یہ پڑھ کر تو میرے دل میں عرفان بھائی کی اور عزت بڑھ گئی کہ وہ اتنے اچھے انسان ہیں واقعی اپنے لئے تو سبھی جیتے ہیں جینا تو وہ ہے جو اوروں کیلئے جیا جائے۔ (احسان محمود تیمور۔ نارووال)

☆......پھول تارے اور حوصلے کیا زبردست کہانیاں ہیں سرپرائز اولاد کا تو ہر کام والدین کیلئے سرپرائز ہوتا ہے مگر نہ جانے یہ اولاد والدین کے سرپرائز کو کیوں دبنے لگے۔ (ثوبیہ ملک۔ کمالیہ)

☆......جو خط تعریف والے ہوتے ہیں صرف انہی کو شائع کرتے ہیں Yes its me مجھے اس دفعہ بالکل اچھا نہیں لگا جو کچھ تھا کہ دیا مجھے امید ہے اس دفعہ بھی آپ میرا خط شائع نہیں کریں گے کیونکہ اس میں بھی تنقید ہے لیکن مجھے پتہ تو چل جائے گا کہ آپ کتنا انصاف کرتے ہیں میرا بھائی عاطف آپ کے رسالے کو بہت پسند کرتا ہے اور مجھے کے پیچھے رکھ کرتا ہے عاطف کا نام ہی شائع کر دیں کیا یاد کرے گا۔ (زوہیب حسن رضا چورہ نارووال)

☆☆ زوہیب میاں! افسوس آپ کو لکھنے میں دیر لگی ہم تو تنقید والے خطوط کی ہی تعریف سمجھ کر خوش ہوتے ہیں ہاں کوئی نام چھپانے کیلئے خالی کارروائی ڈالے تو وہ بات الگ ہے)

☆...... سال نو میں ڈھیروں گلاب کھلانے ہیں
روٹھے ہوئے دوست سارے منانے ہیں
بند آنکھوں میں جو چھپ رہے ہیں ریت کی طرح
پلکوں کو کھول کر آنسو سارے گرانے ہیں۔ (صائمہ نعیم رودو چک)

☆......"اتنی سی بات" "سچائی" "حوصلے" زیادہ پسند آئیں۔ باقی رسالہ بھی کافی اچھا تھا "ٹارگٹ" اور شان نبی بھی اچھی چل رہے ہیں "کیلنڈر 2001ء" کے تحفے کا بہت بہت شکریہ۔ (حافظ عمر لطیف۔ فیصل آباد)

☆......ٹائٹل تو ہر مرتبہ الگ اور مزے کا ہوتا ہے مگر نہیں اس دفعہ بھی نمبروں رہی اداریہ میری سمجھ میں کیسے آ گیا میں حیران ہوں۔ (تصور عباس وفائی نیا نوشہرہ جلالپور جٹاں ضلع گجرات)

☆......ویسے تو سارے پھول کا ہی جواب نہیں رسالئی نارسائی شان شہید شمی ٹارگٹ پھول تارے سنگن سچائی حوصلے یہ کہانیاں اچھی لگیں۔ (مدثر رضا۔ چیلاں)

☆......فیس ٹو فیس میں کیپرا شفیق سے ملاقات کے بعد "سوئے روزے اور عید پڑھا" تنویر حسین نے اس انداز سے لکھا کہ پڑھے بغیر نہ رہ سکے پھر زیادہ ہنسنے سے اجتناب کیا کیونکہ پھر روزہ لگتا ہے ساتھ شرم بھی آئی کہ ہم کیسے عجیب مسلمان ہیں نو پرابلم میں پھول ساتھیوں کے ساتھ ساتھ میرے بھی بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں اس کے بعد پاکستان کے مختلف علاقوں میں ہونے والے پھول کہانی گھروں کا جائزہ لیا۔ (رابعہ خان۔ مظفر گڑھ)

☆...... مہکے سدا بہار کی صورت تیرا وجود
مسکرائے شام کی رعنائیوں کے ساتھ
خوشیاں تیرے نصیب کا حصہ رہیں سدا
وابستہ تیرا نام رہے شہنائیوں کے ساتھ" (شائستہ تصدق چنڈ و افغان)

☆......آپ کا بہت بہت شکریہ رسالے میں مجھے سب سے زیادہ بیڈ ٹائم سٹوری سرپرائز اور حوصلے بہت پسند آئی جبکہ کمپیوٹر کے متعلق نعیم الحسن کی معلومات بہت ہی پسند آئیں واقعی اس سے پہلے کسی نے اس طرح کی واضح معلومات نہیں فراہم کیں۔ (محمد اعظم شہزاد۔ بہاولپور)

☆......قصہ رابعہ کی "سرپرائز" اداس کر گئی۔ پڑھ کر دل بوجھل سا ہو گیا منصور فائز کی "پیاس" نے بے اختیار رلا دیا بہت زبردست کہانی تھی منصور فائز کو میری طرف سے اتنی اچھی کہانی لکھنے پر مبارکباد مدیحہ اکرم کی "پھول تارے" پڑھ کر یہ خیال آیا کہ جانے لوگ اس طرح کی کہانیاں کیوں لکھتے ہیں۔ (سدرہ قمر ین لاہور)

☆......پھول کے پروگراموں اور سرگرمیوں پر میرا تبصرہ ہے کہ
چل مسافر بتیاں جلنے لگیں
آسمانی گھنٹیاں بجنے لگیں
کھل رہا ہے شام کا کالا گلاب
زرد سوکھی پتیاں جھڑنے لگیں (جویریہ علیم خواجہ۔ راولپنڈی)

☆......مدیحہ فیض کی سچائی پسند آئی ہمیں خوشی ہوئی کہ ایک استاد نے یہ سچ تسلیم کر لیا کہ طالب علم سب ایک سے ہوتے ہیں امیر غریب خوبصورت بدصورت سے کوئی فرق نہیں پڑتا مدیحہ اکرم کی "پھول تارے" میں ہر سطر متاثر کن تھی۔ خاص طور پر یہ الفاظ اس نے قرآن کا نور اپنی آنکھوں سے دل میں جو اتار لیا تھا اسی لئے اب وہ پرسکون اور قانع ہو گئی تھی۔ (کرن نعیم۔ فیصل آباد)

☆......نو پرابلم میں اب کوئی خاص پرابلم نہیں ہوتا کہانی گھر شعر نیا بھی ٹھیک تھے۔ Yes its me بھی پہلے کی طرح بلکہ ہمیشہ کی طرح پھول کی روایتوں (بہتر سے بہتر) کی طرف گامزن تھا (نگری اور ٹیلی فونک کالم بھی ٹھیک تھے۔ (کرن۔ لاہور)

☆......"وسائی نارسائی" ٹاپ پر رہی لطیفے سارے ہی زبردست تھے۔ Yes its me میں شاہ زیب کا خصوصی انٹرویو زبردست رہا سائنس کی دنیا میں اپنے مشکل سوال کا جواب سن کر تاریخ میں اضافہ ہوا کمپیوٹر سیکھنے کا سلسلہ بہت اچھا لگتا ہے۔ (صہیب انوار۔ لاہور)

☆......میری دعاؤں میں شامل تیرا خیال بھی ہے
تیرے نصیب میں خوشیاں زمانے بھر کی ہوں
(محمد اشتیاق سلیمی۔ قبولہ شریف)

☆......Yes its me پسندیدہ سلسلہ ہے۔ فائز سیال کی باتیں کافی اچھی لگیں واہ کیا مزہ کی باتیں تھیں بہت اچھا سبق ملا پڑھ کر دل میں فوراً یہ بات آئی کہ وہ واقعی پھول میں لکھے ہوئے الفاظ میں سے سب سے اچھا لفظ "اللہ جی" لگتا ہے۔ (ماریہ شمس شور کوٹ)

☆......میں نے جب سے پھول پڑھنا شروع کیا تو مجھے اور رسالوں کو پڑھنے کی فرصت ہی نہیں ملی یعنی پھول اپنی مثال آپ ہے۔ ایک ہفتے میں ختم کیا ساری کی ساری کہانیاں مزیدار تھیں ان میں خاص کر کہانی بیڈ ٹائم سٹوری میں پسند آئی۔ (حمل امین بلوچ وشتی۔ تو گی دشت)

☆......اس دفعہ پھول کا ٹائٹل بہت اچھا تھا۔ تبصرہ کرنے کو دل چاہ رہا تھا لیکن ابھی میگزین کا صرف سرسری جائزہ لیا ہے۔ (عائشہ ہاشمی۔ اوکاڑہ)

☆......تنویر صاحب ہمارے پسندیدہ رائٹر بنتے جا رہے ہیں بھی خوب طنز و مزاح کرتے ہیں پتہ ہی نہیں ہونے پاتا ان کا مضمون پڑھتے ہوئے بھر قومی رویوں کے تاریک پہلوؤں کی طرف بھی خوبصورت انداز میں روشنی ڈالتے جاتے ہیں۔ (صباحت افضل۔ لاہور)

☆......جنوری 2001ء اور عید الفطر سے پہلے ہی مل گیا پڑھا بہت پسند آیا سالانہ کیلنڈر بہت اچھا لگا بیڈ ٹائم سٹوری کوئی شعر نیا کوئی بات نئی اور نو پرابلم دل میں جگہ گئے۔ (صوبیہ وقاص (گڑھ فتح شاہ)

☆......نئے سال کا پہلا شمارہ ملا پڑھ کر عید کی خوشیاں دوبالا ہو گئیں مگر افسوس میرا خط اس دفعہ بھی شائع نہ ہو سکا۔ میں اس سے پہلے کئی خطوط لکھ چکا ہوں مگر افسوس ہر بار مجھے مایوسی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ (محمد عمران اللہ۔ نارووال) (اس دفعہ آپ خوشی کا منہ دیکھ لیجئے گا)۔

☆......سب سے پہلے کرنیں اور اداریہ پڑھے بہت اچھے تھے اور اداریہ کی تو بہت اچھی طرح سمجھ آئی تھی بیڈ ٹائم میں سنگن اچھی کہانی تھی مگر تھوڑی دیر بعد سمجھ میں آیا اس کا اصل مقصد کیا تھا عادل منہاج کی ٹارگٹ سب سے اچھی جا رہی ہے (عاصمہ طارق۔ نارووال)

☆......کونگ تو مجھے سرے سے ہی سمجھ نہیں آتی اس لئے نگری کو بھی کول کر گئی لطائف مسکرائے ٹیلی فونک کالم ایک سے بڑھ کر ایک تھے۔ ٹیلی فونک کالم تو مسکراہٹیں لانے کا ہی ذریعہ ہے کبھی اتنے اچھے شکوے اور شکایتوں سے بھرے ہوئے فون اور کچھ شکریہ کے فون سب پڑھ کر دل خوش ہوتا ہے حوصلے تو حوصلہ بڑھانے والی کہانی تھی آخری جملے تو بہت زبردست تھے۔ (دعا طلیق۔ فیصل آباد)

☆......جنوری کا رسالہ ہاتھ لگا اس مرتبہ بھی پھول بہت اچھا تھا کہانیوں میں مجھے سچائی حوصلے پیاس اور اداریہ لگ بہت اچھی لگیں اس مرتبہ لطیفے بہت ہی زبردست تھے۔ (محمد طارق ملک دلیوالا)

☆......پھول تارے تو بہت اچھی تھی پڑھ کر دل بھر آیا اور میں نے تین بار پڑھی پیاس سچائی رسائی نارسائی ادھورے لوگ اور سرپرائز بھی بہت اچھی تھیں ایک مزے کی بات یہ کہ سنگن میں نے بہت دفعہ پڑھی اور اپنے ابو کو بھی پڑھوائی۔ (اقصیٰ فیض یوسف زئی۔ بہاولپور)

☆......NO.PROBLEM کو صوفیہ آپی نے ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے پھول کہانی گھر کی رپورٹ میں بھی جناب بے وفی ہے۔ اس دفعہ تو ہماری بھی رپورٹ آئی آخر میں پھول ساتھیوں کیلئے ایک پیغام کو وہ زمانے کے مطابق خود کو بدلنے کی کوشش نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ ساتھ وقت کو بدلیں۔ (سمیعہ ناز۔ پک دو ری)

☆......پھول اس وقت یقیناً پاکستان کے معیاری میگزین میں سرفہرست ہے معیاری اور دلچسپ دلکش اور حسین ہے جس کی مہک ہمیشہ سدا بہار رہتی ہے پھول کلب کے سلسلے میں ہمیں حیرت انگیز کامیابی ملی ہے تقریباً 20-25 بچوں کی ممبرشپ کر لی ہے جس کی رپورٹ جلد ارسال کروں گا۔ (رابعہ نوید عزیز۔ ڈھیرکوٹ)

☆......میں نے پھول پڑھا اور مجھے بہت اچھا لگا یہ نہیں کہ صرف ایک ہی "پھول" پڑھا بلکہ میری خالہ زاد بہن نعیمہ نورین کے پاس جتنے پھول رسالے تھے سب پڑھے پھول پڑھ کر میرا دل خط لکھنے کیلئے بےتاب ہو گیا مجھے کرنیں اداریہ ٹیلی فون کالم الحدیث شاذیت کی سٹوری بہت پسند ہیں۔ (زرینہ حق نواز۔ پسرور)

☆......جنوری کا تازہ شمارہ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ حزین بک سٹال سے خریدا ابھی تک چند کہانیاں ہی پڑھی ہیں البتہ مستقل سلسلے وغیرہ سب کا مطالعہ کر چکا ہوں کمپیوٹر کے متعلق کافی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ (محمد رمضان شاکر۔ پاکپتن)

☆......سچائی اور پیاس بھی بہت زبردست تحریریں ہیں۔ سنگن کافی آسانی سے کہانی سمجھ میں آ گئی ٹیلی فونک کالم کافی اچھا تھا اس کے علاوہ دوسرے تمام سلسلے کہانی Yes.It.SME نو پرابلم اور شعر نیا تمام سلسلے پھول کی اصل رونق ہیں۔ (محمد طارق عاصم۔ جڑانوالہ)

☆......حمید اللہ مغل کی "حوصلے" اسلام کی عظمت کی عکاسی کرتی ہے اپنے لخت جگر کو موت کے منہ میں دھکیلنا خدا کے شیروں ہی کا کام ہے جیسے حضرت ابوبکر صدیق کے بیٹے نے کہا کہ اے ابا جان! بدر کی جنگ میں آپ میرے نشانے پر آتے تھے لیکن میں نے عزت و احترام کے طور پر آپ پر وار نہیں کیا لیکن جناب ابوبکر صدیق نے فرمایا لیکن اے اسلام کے دشمن! اگر تو میرے نشانے پر آتا تو

میں تجھیں تجس نہیں کر دیتا۔ (فائزہ ریاض۔ شاہ)

☆......سرورق پر خوبصورت سی گڑیا دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی خدا تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے لطیفے اور کہانیاں سب اچھی میں خط آپ کو پہلی مرتبہ لکھ رہا ہوں۔ (عابد عدیل شہزاد چک نمبر 118-R فورٹ عباس والا)

☆......مجھے پھول بہت پسند ہے لیکن اس دفعہ بہت چھوٹا ہے ایک دن میں ختم ہو گیا ہے اس کے علاوہ کہانیاں اچھی تھیں کیوں ہیں بیڈ ٹائم سٹوری بہت اچھی تھی۔ (میمونہ صدف۔ کھاریاں ضلع گجرات)

☆......لائی ہے عید......خوشیاں مزید میں بچیوں کے ایکشن اور پوز سے بھرپور تصاویر بہت زبردست تھیں۔ پھول کی ہر ادا ہی نرالی ہے ہم اس کی کس کس چیز کی تعریف کریں۔ (نگل لاہور کینٹ)

☆......سرپرائز پڑھ کر دکھ ہوا کہ ماں باپ اور بیٹا ایک دوسرے کو سرپرائز دے رہے ہوتے ہیں مگر دیکھا جائے پھول ہی ایک ایسا منفرد رسالہ ہے جس میں داد دینے والی کہانیاں ہوتی ہیں شان شہید شمی ویسے تو زبردست جا رہی ہے مگر اس مرتبہ گزشتہ اقساط کا خلاصہ پڑھنا ٹھیک ہی تھا۔ (مہوش یوسف۔ لاہور)

☆......میں پھول کا چار سال سے مسلسل قاری پہلی بار جہلم میں پڑھا تھا پھر اسی کے ہو گئے۔ (رضا لطیف لطیری شریف گجرات)

☆......آپ جو لطیفے چھاپتے ہیں بالکل اچھے نہیں ہوتے بہت برے ہوتے ہیں ان میں بالکل بھی ہنسی نہیں آتی اور مہربانی کر کے نئے لطیفے اور ہنسی والے لطیفے لکھا کریں۔ (اے صہیب شکیل۔ جھنگ)

☆......وہ لوگ حقیقت میں انسان نہیں ہوتے
جو عظمت انساں کی پہچان نہیں ہوتے
ہوتا ہے ذرا مشکل ہر کام زمانے کا
منزل کے بھی رستے آساں نہیں ہوتے۔ (حافظ صفی اللہ لاہور)

☆......مجھے اپنے اللہ سے محبت کا سبق صرف پھول نے دیا میں نے اپنے دین کو سمجھنا شروع کیا اور اب بھی یہ عمل جاری ہے اور رہے گا مجھے اب ایسے لگتا ہے کہ میں اپنے اللہ کے قریب ہو گئی ہوں تنہائی میں میں سب باتیں اسی سے کرتی ہوں جب وہی مجھے خوشی دیتا ہے اور وہی غم بھی دیتا ہے تو میں پھر کیوں۔ اسی سے سب باتیں کہوں۔ (ارم حسن۔ گوجرانوالہ)

☆......سرورق بہت اچھا تھا جس پر ایک پیاری سی بچی اپنے لبوں پر عید کے آنے کی خوشی سجائے خاموش دعا کر رہی تھی۔ 2001ء کے کیلنڈر کا بہت بڑا گفٹ ہم نے خوشی سے قبول کر لیا اور پھر ہم نے اپنے کمرے میں لگا دیا۔ (محمد سکین صابری۔ تھمہ اٹک)

☆......سب کہانیاں اچھی تھیں ''کوئی شعر یا کوئی بات نئی'' میں مجھے عتیق الرحمان ہلال ہاؤن کا شعر بہت ہی پسند آیا باقی سب شعر اچھے تھے پھول کیلنڈر 2001ء بہت بہت خوبصورت تھا۔ (طاہرہ حسین کوٹ چودھریاں)

☆......''یہ ہے سائنس کی دنیا'' کا سلسلہ بڑا زبردست ہے پھول میگزین کا یہ سلسلہ ملکی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کرے گا کیونکہ اس سے ٹیکنیکل کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے والے نوجوانوں کے فنی علم میں اضافہ ہو گا۔ (عابد ریاض گھڑیالہ۔ جڑانوالہ)

☆......گزشتہ تین سالوں سے ماہنامہ پھول کا خاموش قاری ہوں بلاشبہ پھول ایک بہترین رسالہ ہے اور ہر عمر کے بچوں کیلئے مفید ہے۔ (اعجاز احمد۔ اٹک)

☆......''یہ ہے سائنس کی دنیا'' میں سوالات کافی دلچسپ تھے اور جوابات بھی شاندار تھے ہم نے بھی ایک سوال بھیج رکھا ہے کہ ''جگنو سے روشنی کیسے پھوٹتی ہے؟'' پتہ نہیں ملک صاحب شامل کرتے ہیں یا نہیں...... ''گمرکی سیمینار کی رپورٹ'' اچھی لگی ہے۔ بھیا! آپ اور سہیل صاحب کی باتیں خوبصورت اور رہنمائی کا باعث تھی واقعی بلا سوچے سمجھے بھاگنے والے کامیابی کے قریب نہیں پہنچ سکتے۔ (سید ذوالفقار حسین بھادریاں)

☆......میں نے 6th کلاس سے پھول پڑھنا شروع کیا اور اب جبکہ فرسٹ ایئر میں ہوں پھول پڑھتی ہوں کیونکہ یہ بہت ہی اچھا اس لئے پڑھتی ہوں کیونکہ پھول کی ہر ادا سب سے جدا۔ (اسماء اکرام الحق...... سرگودھا)

☆......لائی ہے عید خوشیاں مزید میں چھوٹی چھوٹی بچیوں کو چوڑیاں پہننے اور عید کی تیاریاں کرتے دیکھا تو اپنا بچپن یاد آ گیا کہ بچپن کی عید بھی کتنی خوبصورت ہوتی ہے اور کتنی شدت سے عید کا انتظار ہوتا ہے اب تو عید کا مزہ ہی نہیں آتا۔ (تسنیم قریشی۔ کوہاٹ)

☆......جنوری 2001ء کا شمارہ بہت پسند آیا۔ کہانیاں تو اس ماہ ساری ہی زبردست تھیں اور باقی سلسلے بھی خوب رہے۔ (توقیر فاطمہ کوٹ ادو)

☆......''Key To Future'' میں ابھی گفتگو پڑھنے کو ملی پھول رسالے میں کمپیوٹر کے بارے میں نیا سلسلہ بہت اچھا اور فائدہ

مند ہے ایک تو معلومات میں اضافہ اور دوسرا گھر بیٹھے بٹھائے کمپیوٹر میں مہارت حاصل ہو رہی ہے۔ سیالکوٹ کا دورہ بھی بہت شاندار تھا۔ حوصلے بہت شاندار تحریر تھی۔ (سارہ چودھری چکسواری)

☆......چند باتیں آپ سے کرنی ہیں ایک بار پھر شکریہ کہ زندگی گزارنے کے خوبصورت طریقے بتاتے ہیں۔ پھول میں مجھے ان چیزوں نے بہت متاثر کیا ہے۔ خودی کی حفاظت کرنا سکھاتا ہے۔ اپنے آپ سے اور اپنے اردگرد کی دنیا سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ زندگی کو بامقصد بنانے کے راستے سمجھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس انداز میں محبت کرواتا ہے کہ ہر دم یہ احساس رہتا ہے کہ وہ تو بس پیار ہی پیار ہے۔ (شائستہ بتول ہاشمی۔ کوٹلی آزاد کشمیر)

☆......کیا خیال ہے میں اب اپنا تعارف نہ کروا دوں میں اتنی زیادہ معروف و ممتاز شخصیت تو نہیں ہوں لیکن پھر بھی ہر انسان کا کوئی نہ کوئی مقام تو ہوتا ہے نا میں پھول کی پچھلے سات آٹھ سال پرانی قاری ہوں ماشاءاللہ سے ایک بھی شمارہ نہیں مس ہوا بدولت کوام کلثوم کہتے ہیں اور بی اے کرنے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہوں آج تک کوئی تحریر نہیں بھیجی کئی لوگوں کو اس طرف راغب کروا چکی ہوں۔ (ام کلثوم۔ گوجرانوالہ)

☆......تازہ ہزاریہ ابھی آیا ہے یا نہیں
اس بحث میں دماغ ہزاروں کے چل گئے
مگر اتنا ضرور طے ہے کہ ہم آج کم از کم
ننانوے کے پھیر سے باہر نکل گئے۔ (اے آرخان پیرمحل)

☆......ہم لوگ روتی شکلوں کو دیکھ کر سکے پھینکنا کب بند کریں گے اور جوتے پالش کرنے والے ہاتھوں کو کتابیں کب دیں گے ویسے پھول کیلئے مشورہ ہے کہ ان پھولوں میں علم کی خوشبو بھرنے کیلئے کوئی فنڈ قائم کریں تاکہ غریب بچوں کے ہاتھوں میں قلم نظر آئے۔ آخر کو یہ پاکستانی پھول ہیں ان کا بوجھ ہمیں نے ملکر اٹھانا ہے آپ بسم اللہ کریں کندھے سے کندھا ملا کر چلنے والے بہت ملیں گے۔ (طیبہ سحر۔ گلبرگ iii لاہور)

☆......کچھ لوگ ایسے ہوتے ہے جن کی یادیں اور باتیں دل پر نقش ہو جاتی ہے اگر کبھی وہ ناراض ہو جائیں تو بہت دکھ ہوتا ہے شان شہید شمی ہمیشہ کی طرح اچھی جا رہی ہے۔ (ایم اے شوکت علی بٹ طائف سعودی عرب)

☆......No Problem کا کالم ہمیشہ کی طرح مسائل کے حل کے ساتھ مسکرا رہا تھا ''شان شہید شمی'' ڈاکٹر اظہر اے انور کے قلم کی تراش معصوم کشمیری لوگوں کے بارے میں ایسی کہانی جس کو پڑھ کر اکثر لوگوں کی بہت پھوٹتی اور قسمت بدلتی ہے۔ سسپنس سے بھرپور اور جاسوسی کہانی ٹارگٹ میں سوسو تھی کی ہارون نعیم سے ملاقات بہت اچھی رہی۔ (سمیرا شفیق۔ گوجرانوالہ)

☆......جادوگر صاحب کا انٹرویو بہت مزے کا تھا پڑھ کر مزہ بھی آیا اور ان جادوگروں کے بارے میں بہت کچھ پتہ لگا اب تو میرا خیال ہے کہ میں بھی جادوگر بن جاؤں اس دفعہ پھول بہت خوشی سے بھرا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اس بات کا پتہ چلا کہ اصلی خوشی تو عید کی ہے۔ (صبا بخت اسلام آباد)

☆......پھول کے مستقل سلسلے اس کی انفرادیت اور چمک ہے یہ ہے سائنس کی دنیا انعامی سلسلے اور کمپیوٹر تکنیکیں۔ اچھا اضافہ ہے۔ (اسماء امانت اکبری۔ راولپنڈی)

☆......آمنہ انتخاب ایک تو نام اتنا مشکل اوپر سے کہانی کا عنوان اس سے مشکل حالانکہ کہانی اتنی مشکل نہ تھی اچھا خیر ہمیں تو پڑھنے سے مطلب ہے باقی کہانیاں سرپرائز ادھورے لوگ سوئے روزے اور عید اتنی کی بات بھی دلچسپ تھیں۔ (حافظ محمد عابد یاسین رضا۔ منظور آباد لیہ)

☆......اس ماہ کا شمارہ ملا پڑھا اور بہت پسند آیا پھول کے ہر شمارے میں تازگی اور جدت ہوتی ہے سبھی سلسلے بہت پسند ہیں پھول کی سب کہانیاں بہت پسند آئیں خصوصاً ٹارگٹ' سرپرائز' سگنل' وغیرہ بہت پسند آئیں۔ (عذرا کنول آزاد کشمیر)

☆......''کریمیں'' ہمیشہ کی طرح نہایت سبق آموز تھیں ان کے ذریعے ہمیں ایک بہت ہی خطرناک دشمن کے بارے میں علم ہوا اداریے میں آپ لفظوں کو جس طرح چاہت کی چاشنی سے گوندھتے ہیں کہ تمام لفظ اپنی تمام تر خوبصورتی اور رعنائیوں کے ساتھ دل میں اترتے چلے جاتے ہیں۔ (محمد علی طیب۔ سعدیہ ملک احمد علی ملک۔ سمرسٹ)

☆......آج کل جو اچھا قدم پھول نے اٹھایا ہے وہ کمپیوٹر کے بارے میں تحریر ''ٹھہریے! اس طرح بات نہیں بنے گی'' کا آغاز ہے خاص طور پر نعیم احسن کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے کیونکہ میں خود آئی سی ایس کا سٹوڈنٹ ہوں اور نعیم احسن کی تحریر کردہ چند

ایک کتب میں نے بھی پڑھی ہیں۔ (ضیاء الرحمان۔ مظفرگڑھ)

☆......میں نے اپنے ایک دوست کو پڑھتے دیکھا تو میں نے اس سے پھول ایک دن کے لئے مانگ لیا اور ایک ہی دن میں سارے پھول کو پڑھ ڈالا پڑھ کر بہت افسوس ہوا کہ قیمتی اور اچھا محبت اور مسرت سے بھرا ہوا پھول اتنا دیر کے بعد پتہ مجھے چلا۔ (تحسین احمد ملک۔ ترنڈہ محمد پناہ)

☆......فائز سیال انکل کی باتیں میرے دل و دماغ میں چھا گئیں میں نے ان کی باتوں سے بہت کچھ پایا۔ یہ کامیابی کا راز بھی پایا۔ (غزالہ تبسم۔ دولا کوٹ)

☆......میں دو تین ماہ سے پھول پڑھ رہی ہوں اور اس میں میرا یہ پہلا خط ہے رسالہ مجھے بہت پسند ہے کیونکہ اس میں دلچسپ کہانیاں ہیں۔ (مسرت شاہین/ چک نمبر 53/2.L اوکاڑہ)

☆......رسائی نارسائی ادھورے لوگ اتنی سی بات سچائی' پیاس' ٹارگٹ' اداریہ' حوصلے' بیڈ ٹائم سٹوری' سوئے روزے عید نو پرابلم الحدیث یہ سب دل و جان اچھے سے لگے۔ (پیر بخش۔ تربت)

☆......نئے سال کا پہلا رسالہ ہاتھ میں آیا تو بہت خوشی ہوئی ٹائٹل پر دعا مانگتی ہوئی بچی اچھی لگی کہانیوں میں ''اتنی سی بات'' اور ''سرپرائز'' قابل تعریف ہیں۔ سوئے روزے اور عید کافی دلچسپ لگا۔ (ثوبیہ چغتائی۔ بہاولپور)

☆......ابتدائے سال ہی پھول سے ہوئی ٹائٹل کا تو جواب نہیں ہمیشہ کی طرح بہت ہی پیارا تھا۔ اس کے علاوہ کہانیاں بھی اچھی تھیں۔ (آصف یاسر۔ وہاڑی)

☆......ٹیلی فونک کالم میں اس مرتبہ کی کالز اچھی تھیں مسکرایئے۔ بھی ٹھیک ہی تھا اس مرتبہ نو پرابلم سے بہت کچھ سیکھا مثلاً اللہ میاں سے پکی دوستی خود اعتمادی نماز کی پابندی یہ اور بات ہے کہ اب بھی کچھ نمازیں کھا جاتی ہوں مگر پھر بعد میں سوری کر لیتی ہوں۔ (تنزیلہ یوسف۔ لاہور)

☆......انعامات کے نئے سلسلے دیکھ کر دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ ادھورے لوگ اور سگنل پسند آئی۔ کمپیوٹر کالم بے حد پسند آیا اور اداریے کی تو کیا ہی بات تھی۔ سائنس کی دنیا اچھا سلسلہ ہے اسے جاری رکھیں۔ (محمد سعد وقاص رانا۔ چونگی)

☆......سرورق پر موجود اور بچیاں بھی بہت پیاری لگ رہی ہیں۔ نئے سال کا پھول پھر اپنی خوشبو بکھیرتا ہوا آیا۔ اس میں تمام کی تمام کہانیاں ہی اچھی ہیں۔ (سارہ نادر۔ واہ کینٹ)

☆......سوئے روزے اور عید بھی خوب تھا۔ بھائی نے کہا شاذ بھائی کی کہانی نہیں پھول کا مزا نہیں آیا۔ میں نے کہا شاذ بھی ہے بھائی نہیں میری بات مانا ہی نہیں۔ کہانیوں میں سب سے پہلے سگنل پڑھی جو پہلے تو سمجھ نہ آئی آخر میں سمجھ آ گئی تھی۔ (رخسانہ شبیر۔ ڈی جی خان)

☆......یہ ہے سائنس کی دنیا میں اس ماہ بھی بہترین سوالات پوچھے گئے تھے اور تفصیلی جوابات پڑھ کر تو اور بھی مزا آ گیا۔ PHRD اس دفعہ پڑھ کر کامیابی کے راز کو جاننے کیلئے سرگرداں ہو گئے ہیں۔ کمپیوٹر کے بارے میں معلومات اور سیکھنے کیلئے صفحہ بہت اچھا لگا۔ (راؤ ساجد نعیم۔ ماڑی)

☆......پھول نئی جہتوں اور نئی جدتوں سے متعارف کرانے کا ذریعہ نئے شگوفوں اور دستوروں سے واقفیت کا باعث پھول پڑھنے والے بچے یقیناً زندگی میں کبھی کسی سے مات نہ کھائیں۔ نت نئے طریقوں سے بچوں کو بہت تیز کیا جا رہا ہے۔
(رانا شبیر حسین سنی۔ ملتان)

☆......سرپرائز' پیاس اور پھول تارے اچھی کہانیاں تھیں۔ سال تو مبارک ہو اور آپ کو اور ''پھول'' کو بہت دعائیں اور ساری پھول ٹیم کو بھی۔ (سید حبیب الرحمٰن حبیب۔ آزاد کشمیر)

☆......اکثر مہمان جب ہمارے گھر آئیں تو ہاتھوں میں ''پھول'' دیکھ کر کہتے ہیں کہ ابھی تک اس کے بچوں والے شوق ہیں۔ ایم اے کی طالبہ ہو یا پھول کی ...... اور میری دوستیں تو اکثر ناراض ہو جاتی ہیں کہ آپ ہم سے زیادہ تو پھول کو کمپنی دیتی ہیں۔ اب میں ان کو کیسے بتاؤں کہ ''پھول'' کی Study میرے کتنے دکھ کم کر دیتی ہے۔ (سمیعہ مشعل۔ خانیوال)

☆......ہم کسی دوسرے کی ذرا سی خوشی کو دیکھ کر اپنے اندر حسد کا بیج بو دیتے ہیں۔ جو نجانے کب اور کیسے اتنا تناور اور مضبوط درخت بن جاتا ہے جس کو جڑ سے اکھاڑنا مشکل ہو

جاتا ہے۔ "رسائی نارسائی" "ادھورے لوگ" "سرپرائز" اور "حوصلے" بے چین کر دینے والی کہانیاں تھیں۔
(رخسانہ رحیم۔ مندرہ)

☆..... پھول آنے کی جب میں نے خبر سنی تو جلدی سے ابو سے پیسے لے کر پھول لایا تو سب سے پہلے جو میں نے کہانی پڑھی وہ شان شہید شمی کی تھی۔ بہت پیاری لگی پھر میں نے صبح سے شام تک پھول کی جان نہ چھوڑی۔ (مرزا مظہر حسین۔ گوجرانوالہ)

☆..... میں جب پھول پڑھتا ہوں تو اس میں سے جو باتیں بہت ہی اچھی لگیں وہ میں Point out کر لیتا ہوں اور پھر وہ باتیں یاد کر لیتا ہوں۔ میں بھی ایک سکول میں استاد ہوں لیکن پھول میرا استاد بن کر میری رہنمائی کرتا ہے اور پھول سے سیکھی ہوئی باتیں میں اپنے طالب علموں کو بتاتا ہوں۔ اس طرح پھول کی خوشبو ہر طرف پھیل جاتی ہے۔ (محمد زبیر تبسم۔ اوکاڑہ)

☆..... Yes it,s me میں مجھے "سینڈوچ" تیک آدمی اور شرارتی کلاس والی تصویر بہت ہی پسند آئی۔ (لاریب۔ کمالیہ)

☆..... جب بھائی گھر آئے تو ان کے ہاتھ میں پھول تھا۔ میری تو بس خوشی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے رسالہ جلدی سے پکڑا اور جلدی جلدی سے صفحات الٹ پلٹ کرنے۔ بیڈ ٹائم سٹوری نکالی اتنی مزیدار کہ بس اور دوسری کہانیاں پھول تارے سرپرائز اتنی سی بات رسائی نارسائی بھی بہت اچھی تھی۔
(شازیہ مظفر۔ واہنڈو)

☆..... پھول لوگوں کو علم سکھاتا ہے اور معلومات فراہم کرتا ہے۔ سب رسالوں میں اس کا ایک معیار ہے۔ کہانیاں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔ (ثناء اللہ۔ نوشہرہ)

☆..... پھول ہمارے گھر آتا ہے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ میرے سارے گھر والوں کو یہ بہت زیادہ پسند ہے۔ خدا کرے کہ اس کو اور اور زیادہ زیادہ ترقی ملے۔ یہ اسی طرح ہمیں خوش کرتا رہے۔ ادھورے لوگ اتنی سی بات اور سرپرائز زیادہ اچھی تھیں۔ (فرزین مظفر۔ قصور)

☆..... چھ سالوں کے دوران میں پھول نے میری شخصیت پر بڑے انمٹ نقوش مرتب کئے ہیں۔ اس نے میری شخصیت بالکل بدل کر رکھ دی ہے ورنہ پہلے تو میرا یہ حال تھا کہ دن بھر دوسرے بھائی بہنوں سے لڑائی جھگڑے اور پھر اپنے آپ میں جلتے کڑھتے رہنا میری عادت تھی۔ کسی کے سامنے بات کرتے ہوئے مجھے نہ جانے کیوں اپنے آپ پر اعتماد نہیں رہتا تھا۔ لیکن پھول کے زیر سایہ آنے کے بعد میری یہ تمام عادات رفتہ رفتہ ختم ہو کر رہ گئی ہیں۔ اب میں یہ رسالہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی پڑھنے کیلئے دیتا ہوں اور ان میں بھی ایک مثبت تبدیلی آ رہی ہے۔ (محمد افضل۔ ساہیوال)

☆..... الحدیث اداریہ کرنیں اور بیڈ ٹائم سٹوری بہت اچھی تھی اور تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ (محمد ریاض احمد۔ چونی)

☆..... نئے سال کا یہ پہلا شمارہ بہترین سے بہترین تھا اور ہمیشہ کی طرح بے پناہ خوشبوؤں کے ہمراہ ٹائٹل لاجواب تھا۔
(صہیب پرویز۔ ملتان)

☆..... فائز سیال کا لیکچر پڑھ کر دل کو خوشی ہوئی اور مجھے اپنی زندگی کے مقصد کو جاننے پانے کیلئے رہنمائی حاصل ہوئی۔ خاص طور پر ان کے لیکچر کے یہ الفاظ "کامیاب زندگی کے راستے پر سب سے اہم کام یہ ہے کہ آپ کو اپنی زندگی کی Values کو طے کر لیں۔" (محمد سہیل۔ ملتان)

☆..... کدی کدی میں سوچدی ہاں کہ ساڈا ملک بالکل تباہی دے دہانے تے کھڑا اے لیکن اے ساڈا ملک صرف نیک لوکاں دی وجہ توں بچ گیا اے۔ ساڈی نوجوان نسل غلط راہ تے چل پئی اے۔ ہن تے اس دنیا توں بڑا ڈر لگدا اے۔ اللہ ساڈے ملک دی حفاظت فرمائے۔ (مریم اعوان۔ ڈھڈوٹ)

☆..... شان شہید شمی کا مکمل خلاصہ پڑھا لطف آیا۔ یادیں تازہ ہو گئیں۔ پچھلے اقساط کی ڈاکٹر صاحب کو داد پہنچا دیں۔ "لائی ہے عید خوشیاں مزید" میں آپ کی کنجوسی کے بارے میں پڑھا۔ چہ چہ ..... بچوں کو عیدی دے کر واپس لے لی۔ بھیا کیا سیاست میں آنے کا ارادہ ہے۔ اس طرح کیمرے کے سامنے پھرتیاں تو سیاستدان کرتے ہیں۔ (روا سیہ حبیب۔ مردان)

☆..... "کرنیں" زیادہ متاثر نہیں کر سکیں۔ اداریہ اچھا تھا۔ "ادھورے لوگ" بال سے باریک کہانی تھی۔ "سونے روزے اور عید" بھی کہانی تھی۔ ہارون نعیم کی باتیں بہت مزے کی تھیں۔ نوجوان مجلس عابد مشتاق کی باتیں بھی تھیں۔ Yes it,s me میں تصویریں بہت پیاری تھیں۔ (ارسلان حیات۔ میرپور سندھ)

☆..... پھول میں بہت سی اصلاحی باتیں بھی ہیں۔ اخلاقی اور روحانی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اچھے اور برے کی تمیز بھی سکھائی جاتی ہے۔ اس طرح پھول بچوں کیلئے تو دور بزرگ کیلئے بھی فائدہ مند ہیں۔ کئی بڑے بھی اس سے کچھ حاصل کر ہی لیتے ہیں۔ (مقدس فاطمہ۔ قصور)

☆..... پھول پڑھا اچھا لگا۔ میری دعا ہے کہ یہ رسالہ ہمیشہ ترقی کرے۔ یہ میرے جنرل نالج میں اضافہ کا باعث بنا۔
(وقار گلزار۔ میرپور خاص سندھ)

☆..... Yes it,s me بہت پسند آئی اور لطیفے خوب دل لگا کر پڑھتا ہوں۔ Key to Future بڑی اچھی لگی۔ نو پرابلم گگری ٹیلیفونک کالم بھی درست تھی۔ (محمد قمر جاوید، محمد اکبر جاوید بستی کد پور)

☆..... منصور فائز کی پیاس بھی ٹھیک ہی تھی۔ "پھول تارے" مدیحہ اکرم کی بہت اچھی کاوش تھی۔ "کوئی شعر نیا کوئی بات نئی" بس ٹھیک ہی تھا۔ صرف ایک شعر ہی اچھا لگا۔ باقی سب So, So تھے۔ Yes it,s me دیکھ کر دل کیا کہ ہم بھی کوئی تصویر بھیج ہی دیں۔ (عائشہ نذیر۔ وزیر آباد)

☆..... اتنی سی بات پڑھ کر احساس ہوا کہ زندگی میں کی بھی ایک چھوٹی سی غلطی بھی بہت بڑا پچھتاوا بن جاتی ہے۔ اس کو اس بات سے تشبیہ دی جا سکتی ہے کہ جس طرح ایک مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے۔ شان شہید شمی کا نامہ بھی لاجواب تھا اور ٹارگٹ بھی بہت ہی سنسنی خیز ہوتی جا رہا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ایک دکھ بھی ہوتا ہے کہ قربانی کتنا زیادہ بڑی شے ہے۔ Yes it,s me میں اپنی تصویر دیکھ کر بے خوشی ہوئی۔ (ثاقب محمود اعوان۔ اٹک)

☆..... پھول کیلنڈر 2001ء کا تحفہ بہت شاندار تھا کرنیں ہر طرف روشنی پھیلا گئیں۔ اداریہ آسان ہوتا جا رہا ہے۔ تنویر حسین کا مضمون "سونے روزے اور عید" لطیفے کچھ زیادہ مزے کے نہیں تھے۔ (قدیر انجم، عتیق احمد، صدف نور۔ غلواں)

☆..... کہانیوں میں اتنی سی بات، شان شہید شمی، ٹارگٹ، سچائی، پیاس، پھول، تارے، حوصلے، بیڈ ٹائم سٹوری اچھی تھی۔ انٹرویو ہارون نعیم اور عابد مشتاق بہت اچھے تھے۔ (فیضان حیات میرپور خاص)

☆..... ماریہ مجید کی کہانی "ادھورے لوگ" خاصی دلچسپ تھی۔ محمد عادل منہاج کی قسط وار کہانی ٹارگٹ پھول کے معیار پر پوری جا رہی ہیں۔ شان شہید شمی ڈاکٹر اظہر اے اللہ کی کہانی تو پھول کی پہچان ہے جو کہ خاصی پسند کی جا رہی ہے۔ حمید اللہ مغل کی کہانی حوصلے زبردست تھی۔ (شیخ عبدالرؤف۔ کوٹ ادو)

☆..... پھول تارے تو زبردست تھی۔ حضورؐ کا فرمان ہے جس کے تین بچے وفات پا گئے اور اس نے صبر کیا تو اس کے بچے قیامت کے دن اس عورت کیلئے آگ سے ڈھال بن جائیں گے۔ باقی سلسلے شعر نیا، کرنیں، ٹیلیفونک کالم Yes it,s me ہمیشہ کی طرح اچھے لگے۔ (آسیہ پروین، ساجدہ رحمت۔ جہلم)

☆..... ٹائٹل بہت ہی خوبصورت تھا اور کہانیاں تو ساری کی ساری ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ کرنیں، اداریہ، بیڈ ٹائم سٹوری، گگری، نو پرابلم اور شعر نیا کوئی بات نئی بہت ہی اچھے سلسلے ہیں اور اس مرتبہ تو کچھ زیادہ ہی جاندار تھا۔
(سعدیہ ہدایت اللہ۔ جنڈیالہ باغوالہ)

☆..... سرپرائز، ادھورے لوگ، شان شہید شمی بہت اچھی تھیں۔ اچھے اچھے کرکٹرز کے انٹرویو دیا کریں۔ عمران، عزیز، معین خان، سعید انور کا بھی انٹرویو دیں۔ (فاخرہ لیاقت، آمنہ لیاقت۔ رائے ونڈ)

☆..... "اتنی سی بات" بڑی پسند آئی۔ واقعی ایک چھوٹی سی بات زندگی بنا بھی سکتی ہے اور تباہ بھی کر سکتی ہے اور ہمیں ہر بات کرنے سے پہلے کچھ لمحے سوچنا ضرور چاہئے۔ سرپرائز بھی اچھی رہی۔ شان شہید شمی کا خلاصہ پڑھا تو یاد آیا کہ اگلی کہانی کیا تھی اور راہ میں کیا کیا موڑ آئے۔ ساری کہانی کسی فلم کی طرح دماغ کے پردے پر گھوم گئی۔ (مہوش عابد۔ جڑانوالہ)

☆..... پھول ساتھی کہتے ہیں کہ وہ ایک دن میں رسالہ ختم کر لیتے ہیں لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہ ایسا کیسے کر لیتے ہیں۔ مجھے تو پھول پڑھتے ہوئے ایک ایک ماہ لگ جاتا ہے بھی بھی اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ پہلا رسالہ ابھی پڑھ رہا ہوتا ہے اور نیا آ جاتا ہے۔ جب کوئی بات دل پر اثر کرتی ہے تو کئی کئی دن تو یہ سوچنے میں لگ جاتے ہیں کہ ہمیں لیکن کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔ (عابدہ تبسم۔ چکوال)

☆..... "ٹارگٹ" حالات حاضرہ کے مطابق ٹھیک جا رہی ہے۔ انگا شاپ لطیفے تھے جو کہ مزیدار تھے۔ کھانے والے نہیں تھے والے۔ اس طرح پڑھتے پڑھتے رسالہ ختم ہو گیا اور ہم اگلے رسالے کا انتظار کرنے لگے۔ (شعیب احمد بٹ۔ شیخوپورہ)

☆..... سونے پکوڑے اور عید بہت اچھی لگی۔ ایک بات تو سچ ہے کہ جب ہم لوگ روزہ کھولنے میں پانچ دس منٹ رہتے ہوں تو اتنے بیقرار ہوتے ہیں۔ گویا کھانا کہیں بھاگا جا رہا ہو۔ یہ ایسی تحریر تھی جس میں مصنف نے ایک سنجیدہ بات کو مزاحیہ انداز میں تبدیل کر کے اسے اس انداز میں لکھا ہے کہ پڑھنے والا لطف اٹھانے کے ساتھ ساتھ آسانی سے بات کو سمجھ سکے۔ (سیدہ عالیہ حفیظ شاہ۔ پانیولہ آزاد کشمیر)

☆..... آئی عید لائی خوشیاں مزید بہت اچھا لگا۔ نو پرابلم سے ہمارے بھی کافی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ لطیفے دسمبر 2000ء سے کم تھے مگر زبردست۔ گگری زبردست شعر نیا بھی زبردست۔ Yes it,s me بڑے پیارے پیارے کیوٹ کیوٹ بچے تھے۔ منظر بھائی بہت خوبصورتی سے ترتیب دیتے ہیں۔
(نیلم عاشق حسین۔ سیالکوٹ)

☆..... واقعی پھول کی ہر ادا دوسرے رسالوں سے مختلف ہے۔ اس کی تعریف کرنا یا تحریر کرنا ہر کسی کے بس میں نہیں کیونکہ پھول ایک منفرد اور انوکھا رسالہ ہے۔
(شبیر احمد آصف۔ گڑھ فتح شاہ)

☆..... اداریہ اس دفعہ کچھ دکھی دکھی سا محسوس ہوا۔ خدا عرفان بھائی کو نیکی کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق دے۔ غضنفر اچھا دوست اور بھائی ہے شان شہید شمی اور ٹارگٹ دونوں اچھی جا رہی ہیں۔ NO PROBLEM کا ٹائٹل اچھا لگا۔ الحدیث کی کیا تعریف کروں۔ قرآن و حدیث کی ہر بات اپنی تعریف آپ ہے۔ چند لمحے قبل سوچا تھا کہ اس دفعہ 2001ء کا کیلنڈر نہیں خریدا مگر جب پھول دیکھا تو پھول نے یہ مشکل بھی حل کر دی۔
(وسیم یوسف کھوکھر۔ پنڈمرالہ)

☆..... تمام کہانیاں زبردست تھیں۔ خاص طور سے اتنی سی بات بہت ہی اچھی لگی کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ دوسروں کے ساتھ اگر تھوڑا بھی جھوٹ بولیں تو ان کی زندگی تباہ ہو سکتی ہے اور کسی کو "ہرٹ" نہیں کرنا چاہئے۔ کرنیں، اداریہ اور Key to Future بہت ہی اچھا لگا۔ حمید اللہ مغل کی کہانی "حوصلے" بھی بہت پسند آئی۔ ٹائٹل بھی بہت اچھا تھا۔
(امجد فاروق طاہر۔ پنڈی سیدپور جہلم)

ڈاک ٹکٹ شائقین

100 مختلف روس یادگاری خوبصورت	175 روپے
100 مختلف ہنگری یادگاری	125 روپے
333 دنیا کے مختلف ممالک	199 روپے

مکمل فہرست بمعہ تحفہ مفت

غیر ممالک میں دوست بنانے کے 3 عدد ماہانہ شمارے رسالے قیمت 200 روپے

رقم پیشگی بذریعہ V.P طلب کریں۔ ڈاک خرچ 20 روپے

گرینکو F ریلوے روڈ خان پور - 64100
FAX 0707 - 73646

محمد لطیف شاہد

نئی تقرریاں

ایڈیٹر بھیانے عبدالصمد مظفر کو پھول کہانی گھر لاہور سے صوبہ پنجاب اور افضیں عمر کو پھول کہانی گھر مردان سے صوبہ سرحد کے صوبائی صدور مقرر کیا ہے۔ شیخ محمد لطیف شاہد کو پھول کلب مانگا منڈی سے ضلع لاہور میں صدر مقرر کیا ہے۔ ایڈیٹر بھیانے امید کی ہے کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو بھرپور طریقے سے کام میں لائیں گے۔ اور اپنے فرائض کو بخوبی سرانجام دیں گے۔

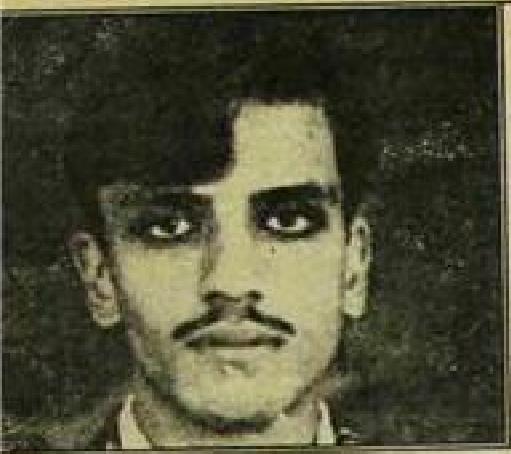
عبدالصمد مظفر

پھول نئی صدی کا جریدہ ہے
مانگا منڈی میں سالگرہ شو

پھول نے خوشیاں دیں جنہیں بانٹ رہے ہیں، بچوں کے ٹیلینٹ کو اجاگر کیا آگے آنے کا موقع دیتا ہے، شو سے محبوب عالم، عبدالصمد مظفر اور شاہد لطیف کا خطاب

مانگا منڈی (نمائندہ پھول) پھول نئی صدی کا پسندیدہ جریدہ ہے جس میں حقیقت سے قریب ترین کہانیاں ہوتی ہیں۔ ان خیالات کا اظہار پھول سالگرہ شو کے مہمان خصوصی محبوب عالم خان نے کیا۔ پھول کلب مانگا منڈی کے زیر اہتمام رہبر پبلک ہائی سکول مانگا میں رنگارنگ پھول سالگرہ شو منعقد ہوا۔ جس کی صدارت شیخ محمد لطیف شاہد (صدر پھول کلب ڈسٹرکٹ لاہور) نے کی۔ شو میں سکول کے متعدد بچوں نے اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ ملی نغمے اور مزاحیہ خاکے بھی پیش کئے گئے۔ سکول ہذا کی طالبات صائقہ اشرف، ثمرہ نورین، ارم رشید، مبشرہ خانم، اقرا ہارون، تانیہ ثناء اللہ، انجلا نذیر، انعم محی الدین، رفعت ستار، مہناز فاطمہ، جمیلہ بی بی اور مقدس مرزا نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ پھول نے ہمیں سدا ڈھیر ساری خوشیاں دی ہیں اور پھر ہم یہ خوشیاں سمیٹ کر باقی لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ بچوں کے ٹیلنٹ کو صرف پھول نے ہی اجاگر کیا ہے اور مواقع فراہم کئے کہ بچے اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکیں۔ پھول کہانی گھر پنجاب کے صوبائی صدر عبدالصمد مظفر نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پھول نے ہمیشہ روایات کو نکھارا ہے۔ سالگرہ منانا بھی ہماری روایت ہے اور یہ شو منعقد کر کے پھول کلب مانگا منڈی نے پھول ساتھیوں کے دل جیت لئے ہیں۔ پھول کلب ڈسٹرکٹ لاہور کے صدر شیخ محمد لطیف شاہد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ویسے تو پھول کئی قسم کے ہوتے ہیں لیکن ہمارا پھول سب سے پیارا ہے۔ جس سے ہم پیار کرتے ہیں اور وہ ہم سے پیار کرتا ہے۔ پھول ہی ہے جو بچوں کو آگے آنے کا موقع دیتا ہے۔ اس کی ہر کہانی میں درس ہوتا ہے جس کو پڑھنے سے ہم سب اچھے بچے بن گئے ہیں۔ پھول نے نئے لکھاریوں کی صلاحیتوں کو ابھارا ہے۔ آج مجھے دلی خوشی ہو رہی ہے

بعد ازاں تقریب سے محمد سلیم شہزاد (نامہ نگار نوائے وقت) نے بھی خطاب کیا۔ تقریب کے اختتام پر "جنگل میں منگل تیرے ہی دم سے" کے خوبصورت سونگ پر بڑا مزیدار کیک کاٹا گیا اور بہترین تقاریر، مزاحیہ خاکے اور ملی نغمے پیش کرنے پر بچوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔ پھول سالگرہ شو کی کمپیئرنگ ارم رشید نے کی اور معاونین میں ملک غلام مصطفی، شیخ حافظ محمد شکیل، شیخ محمد کاشف، شیخ اعجاز احمد اور محمد افضل بھی شامل ہیں۔

پھول کہانی گھر پاکستان کا دوسرا ماہانہ اجلاس

لاہور (نمائندہ خصوصی) حمید نظامی ہال میں منعقد ہونے وا[...]
اجلاس میں پاکستان بھر سے آئے صدور نے شرکت کی۔ جن میں [...]
نسیم الحق زاہدی الہ آباد ضلع قصور، عمر فیاض بٹ الہ آباد، ناص[...]
حسین سندھو مصطفیٰ آباد للیانی، حافظ تنویر حسین صدر یونٹ نمبر[...]
للیانی، سین محمود چوہدری شکرگڑھ، بشریٰ عظمت لاہور، احسان محم[...]

باقی صفحہ 67 پر

پھول کلب مانگا منڈی سالگرہ شو سے شاہد لطیف محبوب عالم اور دیگر خطاب کر رہے ہیں

میچن آباد پھول کلب کی کابینہ کی تشکیل نو

رپورٹ: عبداللطیف ظفر پھول کلب میچن آباد کا ایک خصوصی اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں پھول کلب کی باڈی تشکیل دی گئی۔ اجلاس کی صدارت عبداللطیف ظفر ضلعی صدر پھول کلب بہاولنگر نے کی اور مہمان خصوصی عبدالرزاق جاقی ضلعی کوآرڈینیٹر پھول کلب تھے۔ اتفاق رائے سے سرپرست حکیم احمد محمود سومرو معاون خصوصی محمد عبداللہ بھٹی نائب صدر محمد عباس ندیم، جنرل سیکرٹری قمرالزمان وٹو، جوائنٹ سیکرٹری پیر خالد محمود یاسر، انفارمیشن سیکرٹری ابوبکر نیچ، صدر پھول کہانی گھر رانا اسد جواد ٹوبی اور پھول سپورٹس کلب کے انچارج عبدالغفار منتخب ہوئے۔

نئی صدی: ملک بھر کے پھول کلبوں سے تنظیمی ڈھانچے میں تبدیلی کیلئے تجاویز مانگ لیں

سالانہ جائزہ رپورٹ کا فارم بھی بھجوادیا گیا پھول ہر نئی تبدیلی کو قبول کرنے کیلئے تیار ہے۔ انچارج پھول کلب اعظم یاد کا خط

لاہور (خصوصی رپورٹ) پھول کلب پاکستان کے انچارج محمد اعظم یاد نے ایک خط کے ذریعے پاکستان بھر کے پھول کلبوں سے کلب کے تنظیمی ڈھانچے میں تبدیلی کے لئے تجاویز طلب کی ہیں۔ اپنے خط میں انہوں نے لکھا ہے کہ نئے سال اور نئی صدی کا آغاز ہو گیا ہے۔ پاکستان بھر میں وہ نوجوان اور بچے جو کچھ کر گزرنا چاہتے تھے، اپنی صلاحیتوں کو منوانا چاہتے تھے۔ عزت، محبت اور پیار پانا چاہتے تھے۔ پھول کلب کے پلیٹ فارم نے انہیں سب کچھ مہیا کیا۔ نئی صدی کے آغاز پر آپ کی صلاحیتوں کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ آپ لوگوں نے ہماری توقعات سے بڑھ کر رزلٹ دیئے۔ آپ جس طرح اپنے آپ کو منوانا چاہتے تھے، ہم نے مان لیا۔ وقت اور حالات تبدیلیاں لاتے ہیں اور مانگتے ہیں۔ چھ سات سال پہلے جو چیزیں آپ کے لئے خوشی اور حیرت کا باعث تھیں ممکن ہے اب وہ نارمل اور عام سی باتیں ہوں۔ ممکن ہے اب آپ مزید کوئی بڑی اننگ کھیلنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔ پہاڑوں کو سر کرنا چاہیں یا آسمان کی بلندیوں کو چھونا چاہیں، پھول کلب ہر نئی تبدیلی کو قبول کرنے کے لئے تیار ہے۔ سوچئے...... غور و فکر کیجئے...... دل کو ٹٹولئے...... اپنی خواہشوں اور ترجیحات کا جائزہ لیجئے اور پھر ہمیں لکھئے کہ آپ

باقی صفحہ 67 پر

واربرٹن میں پھول کلب قائم ہو گیا

واربرٹن (عابد قادری) منڈی واربرٹن میں پھول کلب قائم ہو چکا ہے۔ پھول کلب کا ممبر بننے کے لئے اس پتے پر رابطہ کریں۔ محمد عبدالخالق قادری نزد چاولہ شوز پوائنٹ مین بازار واربرٹن یا محمد نعیم رضوی محلہ عید گاہ گلی ابراہیم نارنگ روڈ واربرٹن فون 0496-794135 منڈی واربرٹن میں قائم ہونے والے تمام کہانی گھروں کے یونٹوں کا محمد عبدالخالق قادری کو صدر بنادیا گیا ہے۔ جبکہ یونٹ 1 کے صدر ہیں سید قمر شاہ ہیں۔ اس کے علاوہ یونٹ نمبر 2، 3، 4 اور 5 صدر بننے کے لئے عبدالخالق سے رابطہ کریں جو ساتھی کہانی گھر قائم کرنا چاہتے ہیں وہ اس پتے پر رابطہ کریں۔ (محمد عبدالخالق قادری نزد چاولہ شوز پوائنٹ مین بازار واربرٹن)

بنڈالہ بیانہ میں پھول کہانی گھر کے شرکا

پھول کلب ملتان کے زیر اہتمام بچوں کے خاکے

رپورٹ: عمران ممتاز خوش برج ملتان گزشتہ دنوں بچوں کے خاکے کے عنوان سے ایک تقریب منعقد ہوئی۔ اس موقع پر بچوں نے مزاحیہ اصلاحی اور سبق آموز خاکے پیش کئے۔ کمپیئرنگ رضوان مدنی ملک شاہد یوسف نے کی۔ تلاوت کی سعادت حافظ نعیم اور نعت کی سعادت شاہد یوسف نے حاصل کی۔ صدارت خواجہ مظہر صدیقی کر رہے تھے جبکہ مہمانان گرامی میں بیگم نذیراں اقبال اور حاجی امان اللہ شامل تھے۔ تقریب میں القاسم پبلک سکول الحسن کنڈر گارٹن سکول العصر کیڈٹ سکول اسلامیہ ہائی سکول حرم گیٹ ہائی سکول حرم گیٹ، ہائی سکول عام خاص باغ، سن رج پبلک سکول، اینجل کیمبرج سکول کے بچوں نے خاکے پیش کئے۔ نگینہ بتول، عمران

باقی صفحہ 67 پر

سالگرہ شو میں انعام حاصل کرنے والے بچے

پھول کلب وہاڑی کے ایک تیر میں تین شکار

ملتان کی سیر اور کوکا کولا فیکٹری کا دورہ کیا گیا بغیر اعلان کے ہی ساتھیوں کی تعداد بڑھ گئی

اہتمام: ذیشان شیخ معاونین: حافظ محمد جمیل، محمد امجد، محمد طارق تصاویر: عثمان اختر رپورٹ: جاوید نشتر پھول کلب وہاڑی غیر نصابی سرگرمیوں کی اس اہمیت کے پیش نظر وقتاً فوقتاً مختلف پروگرام ترتیب دیتا رہتا ہے۔ بچوں کو ملتان کوکا کولا فیکٹری اور چمن زار عسکری کا وزٹ کروانا اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی۔ دو گھنٹے کے سفر کے بعد ہم اولیا کی سرزمین ملتان جا پہنچے۔ ملتان میں سب سے پہلے قیام ابن قاسم پارک میں تھا جو اگرچہ پروگرام میں شامل نہ تھا مگر مسئلہ اس پیٹ کا دوزخ بھرنے کا تھا جسے ڈرائیور نے ہچکولے دے دے کر ہلا کر رکھ دیا تھا۔ بچے فری وینڈ ملنے پر ہرنوں کی طرح قلانچیں مارتے یہ جا...... وہ جا کوکا کولا فیکٹری کی سیر ایجنڈے میں شامل تھی لیکن اس سے پہلے نماز جمعہ ادا کی گئی۔ نماز جمعہ سب نے ادا کی۔ کوکا کولا فیکٹری ملتان ایک خوبصورت جگہ جہاں خوبصورت اور خوب سیرت مسٹر مسعود نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ فیکٹری کے مختلف حصوں کی سیر بوتلوں کے جمع ہونے سے لے کر خودکار پلانٹ میں ڈھلنے۔ اس میں مشروب ڈالنے اور ڈھکنا لگنے سے لے کر چیک کرنے تک

باقی صفحہ 67 پر

پھول کلب جنوبی پنجاب کے زیر اہتمام کشمیر فنڈز کولیکشن اور انسانی ہاتھوں کی زنجیر

وہاڑی (پھول رپورٹر) پھول کلب جنوبی پنجاب کے زیر اہتمام ماہ جنوری سے کشمیری بھائیوں کی امداد کے لئے فنڈز اکٹھے کئے جا رہے ہیں۔ اگر آپ پھول کلب کے ممبر ہیں اور کشمیر فنڈ میں معقول حصہ ڈال سکتے ہیں یا پھر اپنے دوست احباب، رشتے داروں سے معقول فنڈ لے سکتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ آپ بھی ہمارے وفد میں شامل ہو جائیں۔ علاوہ ازیں 5 فروری کو کشمیریوں سے اظہار یکجہتی کے لئے جنوبی پنجاب کے تمام شہروں میں بچے اپنے ہاتھوں سے زنجیر بنائیں گے۔

سرحد میں 6 نئے پھول کلب بن گئے

صوبائی صدر نے تفصیلی دورہ کیا سکولوں سے رابطے پھول کے شمارے تقسیم کئے گئے

ہری پور (پھول رپورٹر) پھول کلب صوبہ سرحد کے صوبائی صدر محمد ریاست نے گزشتہ دنوں صوبہ بھر کا تفصیلی دورہ کیا۔ اپنے دورے کے دوران انہوں نے سرحد بھر میں مختلف سکولوں کا دورہ کیا اور چھ شہروں میں نئے پھول کلبز قائم کئے۔ مختلف سکولوں میں پھول کے شمارے بھی تقسیم کئے گئے۔ مندرجہ ذیل شہروں میں کلب قائم کر دیئے گئے ہیں۔ ان علاقوں میں پھول کے قارئین ممبر شپ کے لئے اپنے اپنے متعلقہ صدور سے رابطہ کریں۔ دوسرے علاقوں میں پھول کلبز قائم کرنے کے خواہش مند براہ راست صوبائی صدر سے رابطہ کریں۔

پشاور مجیب الرحمن علوی صدر پھول کلب پشاور غزالی پبلک سکول اینڈ کالج جی ٹی روڈ پشاور

ایبٹ آباد

سید اکرم ولد محمد صدر پھول کلب ایبٹ آباد شاپ نمبر 61 کینٹ پلازہ ایبٹ آباد

حویلیاں

باقی صفحہ 67 پر

نارووال کلب کے تقریری مقابلے میں مقررین خطاب کر رہے ہیں پرنسپل شہاب الدین پروفیسر عبدالعزیز، پروفیسر ذکاءاللہ اور پروفیسر عبدالصمد بیٹھے ہیں

"بچے مستقبل کے معمار ہیں" پھول کلب شہدادکوٹ کا سیمینار

یہی کل ملک کی باگ ڈور سنبھالیں گے: اچھی تعلیم ان کا حق ہے پھول اسی فرض کو نبھا رہا ہے: مقررین

شہدادکوٹ (رپورٹ محمد مراد چندرانی: تعاون ڈیموکریٹک کمیشن فار ہیومن ڈویلپمنٹ سندھ) پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے مزدور رہنما قادر بخش سیلرو نے کہا کہ ہمارے ہاں بچوں کو کسی بھی قسم کی کوئی سہولت میسر نہیں۔ ڈیموکریٹک کمیشن فار ہیومن ڈویلپمنٹ سندھ کے کوآرڈینیٹر وہاب چندرانی نے کہا کہ بچے ہمارے مستقبل کے معمار ہیں ہمیں بچوں کی ہر خواہش کا خیال رکھنا ہوگا۔ یہی بچے کل ملک کے سربراہ ہوں گے۔ آج اگر ہم انہیں اچھی تعلیم اور اخلاق نہیں دیتے تو کل وہ اچھے معیار پر پورا نہیں اتریں گے صدر پھول کلب سندھ عبدالغفار چندرانی نے کہا کہ ہمارا مقصد بھی یہی ہے۔ ہم یہاں کے اور ہر جگہ بچوں کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ تعلیم، تربیت، تفریح کے ساتھ سہولتیں بچوں کو میسر ہونا چاہئے اور پھول اس فرض کو نبھا رہا ہے۔ ہم نے یہ پروگرام پھول کے پلیٹ فارم شروع کیا ہے۔ ہم اپنے علاقے کے بچوں کے والدین سے مل کر ان کے بچوں کو سکولوں تک پہنچانے کی پوری کوشش کریں گے۔

باقی صفحہ 67 پر

گرلز کلب ملتان کے زیر اہتمام محفل میلاد

رپورٹ: حنا سعید گزشتہ دنوں پھول کلب گرلز ونگ کے زیر اہتمام ایک میٹنگ منعقد کی گئی جس کا مقصد پھول کلب گرلز ونگ کی سوئی ہوئی ٹیم کو متحرک کرنا تھا۔ میٹنگ میں طے پایا کہ ہر ماہ دو فنکشن لازمی ہوا کریں گے جن میں کہانی گھر بھی شامل ہوں گے چنانچہ ماہ رمضان کی برکتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اگلے ہفتے محفل میلاد منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ تقریب کا آغاز بخت بینا کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ سرور کونین کے حضور گلہائے عقیدت حلیمہ آپی نے پیش کئے۔ عدیلہ خان (صدر گرلز ونگ) نے سیرت النبی پر خطاب کیا اور حلیمہ سعدیہ (جنرل سیکرٹری) نے ختم النبوت کے چند پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ تقریب کے آخر میں مابدولت یمنیٰ (صدر کہانی گھر) نے ماہ رمضان کی برکات کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا گیا۔

نئی صدی اور ہمارے ارادے — پھول کلب نارووال کا تقریری مقابلہ

نوجوانوں میں بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں۔ مقابلے میں کالج کے طلبا کی کثیر تعداد شریک ہوئی

رپورٹ و اہتمام: عبدالحق غوثیہ، احسان محمود نیچ کمپیئرنگ: احسان محمود نیچ تعاون: دانش فوٹو سٹوڈیو ریلوے روڈ نارووال پھول کلب نارووال میں تقریری مقابلے کا انعقاد گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری کالج میں کیا گیا۔ پروگرام کے مہمان خصوصی کالج کے پرنسپل شہاب الدین تھے۔ جبکہ منصفین کے فرائض گورنمنٹ کالج کے شعبہ اردو کے پروفیسر عبدالعزیز پرواز اور ذکاء اللہ ذکی اور شعبہ میتھمیٹکس کے پروفیسر عبدالصمد نے سرانجام دیئے۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا جس کی سعادت حافظ محمد عرفان نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول کی سعادت محمد عمران خالد نے حاصل کی۔ نعت کے بعد تقریری مقابلے کا آغاز ہوا تقریری مقابلے کا عنوان نئی صدی اور ہمارے ارادے تھا۔ احسان محمود نیچ

باقی صفحہ 67 پر

منچن آباد پھول کلب کی عید ملن

رپورٹ و اہتمام: عبدالرزاق جاتی پھول کلب منچن آباد کے زیر اہتمام عید ملن پارٹی منعقد کی گئی۔ صدارت عبدالرزاق جاتی کوآرڈی نیٹر پھول کلب اور عبداللطیف ظفر نے کی جس کے مہمان خصوصی احمد محمود سوہرو سرپرست پھول کلب اور محمد عبداللہ بھٹی پرنسپل شاہین ماڈل سکول منچن آباد و معاون خصوصی پھول کلب منچن آباد تھے۔ انہوں نے پھول ساتھیوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پھول بچوں میں ذہنی فکری اور اخلاقی تربیت کر کے معاشرے میں شعور بیدار کرنے کا سبب بن رہا ہے اور بچوں کے کردار و افکار کی بہترین طریقے سے عکاسی کر رہا ہے۔ عبداللطیف ظفر ضلعی صدر پھول کلب بہاولنگر نے اپنے خطاب میں کہا کہ پھول کی یہی کوشش ہے کہ ہماری آئندہ نسل اسلام اور پاکستان سے محبت رکھنے والی ہو اور پھول کلب بچوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

کہانی گھر کستوال کے شرکا

عثمان خادم لاہور پھول کلب کے صدر نامزد

لاہور (خصوصی رپورٹ) صدر پھول کلب پاکستان اختر عباس نے عثمان خادم سابقہ انچارج شعبہ ممبر شپ کارڈ اجرا کو پھول کلب لاہور کا صدر نامزد کر رہا ہے۔ وہ ڈی اے ای الیکٹرونکس کے طالب علم ہیں۔

پھول کہانی گھر ملتان کی پھول کلب کے اعزاز میں افطار پارٹی

رپورٹ: آصف بلوچ، اہتمام: آصف اقبال صدیقی، معاون: آصف رضا بلوچ، عمران جہانگیر، شیخ عبدالعلیم پھول کہانی گھر ملتان نے پھول کلب ملتان کے اعزاز میں ایک افطار پارٹی منعقد کی جس کی صدارت ماہر تعلیم محمد اسلام شاد کر رہے تھے۔ جبکہ مہمان خصوصی پھول کلب پنجاب کے صدر خواجہ مظہر صدیقی تھے۔ افطار

باقی صفحہ 67 پر

پھول کلب دھاڑی کے ممبران کوکا کولا فیکٹری کے دورہ کے دوران

بقیہ: اجلاس

نیچ ناروال اور دیگر شامل ہیں۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد اجلاس میں شریک صدور نے کہانی گھر کے اثرات اور نئی تجاویز کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ کہانی گھر کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ بچے سچ بولتے ہیں اور ہم پر فرض بلکہ قرض ہے کہ ہم بچوں تک اچھی اچھی باتیں پہنچائیں۔ بزرگوں اور بچوں کے درمیان پیدا ہونے والے خلا کو پر کیا جاسکتا ہے اور اس میں پھول کہانی گھر کا شعبہ پیش پیش ہے۔ پھول کہانی گھر پاکستان کی صدر ماریہ مجید نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہانی گھر کے ذریعے بڑوں اور بچوں میں قائم رشتے کو مزید تقویت ملی ہے۔ ہم نے اپنے کام پوری دیانتداری اور لگن کے ساتھ کرنا ہے۔ جن مقاصد کو مدنظر رکھ کر یہ شعبہ قائم کیا گیا ہے ان مقاصد کو حاصل کرنا ہے۔ خود کو اتنا حوصلہ مند کرلیں کہ تمام اچھی خوبیاں آپ میں آجائیں۔

عبدالصمد مظفر نے کہا کہ کہانی گھر کے صدور اپنے اردگرد موجود دیہات کا مطالعاتی وزٹ کریں اور وہاں موجود داستان گو افراد کو تلاش کریں۔ اجلاس میں پھول ٹیم کے ممبران آمنہ اعظم انچارج شعبہ PHRD و پھول فورم، توشین ناز انچارج شعبہ تخلیقات، عثمان خادم صدر پھول کلب لاہور، عرفان الحق انچارج شعبہ اطلاعات و نشریات پھول کلب پاکستان نے خصوصی شرکت کی

بقیہ: خط

اب کیا کرنا چاہتے ہیں۔ کلب کا سٹرکچر کس طرح کا ہو، آپ کی ہم سے اب توقعات کس طرح کی ہیں سالانہ جائزہ رپورٹ کا ایک فارم بھجوایا جارہا ہے۔ اس کو فوری طور پر مکمل کرکے بھجوادیں۔ امید ہے اس حوالے سے دوبارہ یاد نہیں کروانا پڑے گا

بقیہ: دورہ

کے تمام مراحل کو بچوں نے بڑے غور سے دیکھا اور مختلف سوالات پوچھے۔ مسٹر مسعود نے بتایا کہ کوکا کولا بوتل سب سے پہلے اٹلانٹا میں 1886ء "جان پر یوبو" نے متعارف کروائی جبکہ پاکستان میں یہ بوتل 1966ء میں یعنی پورے ایک سو سال کے بعد پہنچی اور اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ مارکیٹ شیئر کوکا کولا کے پاس ہے۔

ہماری آخری منزل "چمن زار عسکری" تھا۔ سو ایک بار پھر تازہ دم ہوکر سیر کے لئے "چمن زار عسکری" چلے گئے۔

بقیہ: نئے کلب

زاہد اقبال صدر پھول کلب حویلیاں
محلہ ضامن شاہ، ڈپو روڈ حویلیاں

خان پور
طاہر محمود صدر پھول کلب خانپور
گاؤں معصوم آباد ڈاکخانہ پنڈ گجراں خانپور صوبہ سرحد

گلگت
راجہ محمد اقبال صدر پھول کلب گلگت

گکھڑ
محمد مشتاق صدر پھول کلب گکھڑ
پی ٹی سی ٹیچر گورنمنٹ پرائمری سکول ڈنہ گکھڑ

واضح رہے کہ پھول کلب ہری پور، بالا کوٹ اور مانسہرہ پہلے ہی سے کام کر رہے ہیں

بقیہ: خاکے

ممتاز، وجاہت حسین، رضوان حیدر اور شاہد علی کے خاکوں کو بے حد پسند کیا گیا۔ حاضرین تقریب نے دل کھول کر داد دی۔ بہترین پرفارمنس پر سکندر زمان خان کو سرٹیفکیٹ اور انعام دیا۔

بقیہ: سیمینار

چائلڈ رائٹس اینڈ ڈویلپمنٹ فورم کے رہنما علی حسن نے کہا کہ ہمارا مقصد اس علاقے میں بچوں کے حقوق اور ان کی ترقی کے لئے کام کرنا ہے۔ ہم نے شہداد کوٹ میں سروے کا کام شروع کیا ہے۔ اس کے بعد ان کے والدین سے بھی ملیں گے۔ صدارتی خطاب کرتے ہوئے مشہور سماجی ورکر اور استاد محمد یوسف سومرو نے کہا کہ ہمیں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ آج بچوں کے عالمی دن کو بھی ہمارے شہر میں ہمارے نوجوان بچے مناتے ہیں۔ انہوں نوجوانوں کو ہدایت کی کہ وہ بڑھ چڑھ کر بچوں کی تعلیم کو عام کرنے کی کوشش کریں۔

بقیہ: مقابلہ

صدر پھول کلب ناروال نے اپنے خطاب میں حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پھول کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی اور کہا کہ پھول نے مجھے اعتماد دیا پھول کلب کا قیام بچوں کو تعلیم تفریح اور تربیت کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ مہمان خصوصی شہاب الدین نے کہا کہ اس تقریب میں شامل ہو کر مجھے جو خوشی ہوئی ہے وہ بیان نہیں کرسکتا۔ ماہنامہ پھول میں خود بہت شوق سے پڑھتا ہوں اور گھر میں بھی بہت شوق سے پڑھا جاتا ہے۔ پروفیسر عبدالعزیز پرواز نے کہا کہ ہمارے نوجوان طلبا میں بھرپور صلاحیتیں موجود ہیں اور والدین اور اساتذہ کے بہترین رویے سے بہتر ماحول پیدا ہو گا بچے قوم کے معمار ہیں۔ پھول کلب نے ننھے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کی ہے۔ پروفیسر ذکاءاللہ ذکی نے کہا کہ پھول ہر عمر کے بچوں کے لئے ہے۔ پھول ایسے الفاظ اپنے اندر جذب کرکے لاتا ہے جو بچے کی سمجھ اور دل و دماغ میں اتر جاتے ہیں۔ تقریر میں اول انعام طیب جاوید دوئم انعام محمد عمران خالد، سوئم انعام انیس دانش نے حاصل کیا۔ کالج کے طلبا نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

بقیہ: پارٹی

سے قبل کہانی گھر منعقد ہوا۔ افطاری کے بعد نماز کا وقفہ ہوا اور پھر تمام مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ کھانے سے فراغت کے بعد رمضان کے حوالے سے پروگرام شروع کیا گیا۔ دستگیر مغل نے حضورؐ کو نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

پھول کلب ملتان کے جشن ملتان میں مظہر نواز صدیقی، نعیم اقبال نعیم، سبطین رضا لودھی، نعیم ارشد اور تقی حیدر، نواز ارشد، عدیلہ خان، عرفات ظہور، مدیحہ غفور، زبیر ارشد اور آصف اقبال خطاب کر رہے ہیں

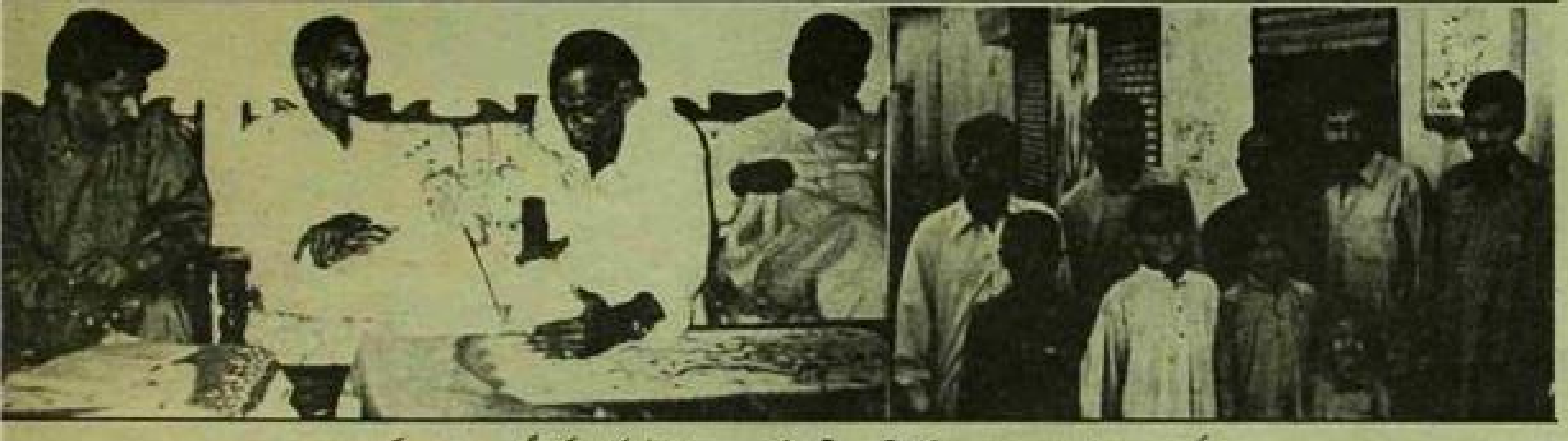

صوبائی صدر سرحد محمد ریاست صوبے کے مختلف علاقوں کے دوروں پر پھول کلب کی سرگرمیوں پر بات کر رہے ہیں

کمالیہ کے پھول گرلز کلب کی محفل میلاد

نعیم احسن۔۔تیسرا ٹکڑا

ٹاسک بار

ٹاسک بار کے دائیں طرف جہاں سے یہ شروع ہوتی ہے بغور دیکھیں۔ یہاں آپ کو ٹائم لکھا نظر آئے گا اور یہ ایک گھڑی کی طرح چل بھی رہا ہوگا۔ جی ہاں یہ ایک گھڑی ہی ہے۔ جسے سسٹم کلاک بھی کہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک سپیکر کی چھوٹی سی تصویر ہوگی۔ اسے والیم کنٹرول کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی یہاں کئی چیزیں ہوسکتی ہیں لیکن بنیادی طور پہ یہی دو چیزیں ونڈوز کا حصہ ہیں۔ ان چیزوں کے گرد ایک باکس سا بنا ہو گا۔ ٹاسک بار کے اس حصے کو سسٹم ٹرے کہتے ہیں۔ اب ذرا گردن گھمائیں اور ٹاسک بار کے بالکل بائیں کنارے کو دیکھیں۔ اس میں آپ کو ایک بٹن جیسی چیز نظر آئے گی۔ جی ہاں یہ بٹن ہی ہے اور اسے بٹن ہی کہتے ہیں۔ اس کے اوپر سٹارٹ (Start)

ٹاسک بار بڑے کام کی چیز ہے۔ اس کی آپ کو لحہ بہ لحہ ضرورت رہے گی۔ اس کو اچھی طرح پہچان لیں اور مختلف کام کرنے کے دوران اس میں جو تبدیلیاں ہوں گی انہیں بھی نوٹ کرتے ہیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ ٹاسک بار کی اہمیت اور ضرورت کا ضرور اعتراف کریں گے کیونکہ یہ اس قدر کام کی چیز ہے کہ اس کی تعریف کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

ڈیسک ٹاپ آئیکونز

جب ونڈوز کو انسٹال کیا جاتا ہے تو ڈیسک ٹاپ کے بالائی وسیع حصے پر چند آئیکون بن جاتے ہیں۔ ونڈوز 95 میں ان کی تعداد کم ہوتی ہے جب کہ 98 اور 2000 میں ایک آدھ آئیکون زیادہ ہوتا ہے۔ انہیں ڈیسک ٹاپ شارٹ کٹ بھی کہتے ہیں۔

ونڈوز 95 میں عام طور پر جو آئیکون موجود ہوتے ہیں ان کے نام یہ ہیں۔

مائی کمپیوٹر (My Computer)

ری سائیکل بن (Recycle Bin)

مائی بریف کیس (My Brief Case)

ونڈوز 95 کا کوئی ایسا ورژن انسٹال کیا گیا ہے جس میں مائیکرو سوفٹ انٹرنیٹ ایکسپلورر بھی شامل ہے تو ایک چوتھا آئیکون بھی ظاہر ہوگا۔

انٹرنیٹ ایکسپلورر (internet Explorer)

ونڈوز 98 اور 2000 میں ایک آئیکون بھی ہوتا ہے۔

مائی ڈاکومنٹس (My Documents)

کسی بھی فائل، فولڈر، پروگرام، ڈاکومنٹ کو ڈیسک ٹاپ پر رکھا جاسکتا ہے۔ اس کی تفصیل ہم آگے چل کر دیں گے فی الحال یہاں ہم صرف تین چیزوں کے بارے میں پڑھیں گے۔ 1۔ مائی کمپیوٹر 2۔ مائی ڈاکومنٹس اور 3۔ ری سائیکل بن۔

مائی کمپیوٹر

مائی کمپیوٹر کے معنی تو ہم سب کو معلوم ہیں یعنی "میرا کمپیوٹر" لیکن یہ مائی کمپیوٹر کے نام سے جو ڈیسک ٹاپ شارٹ کٹ ہے اس میں کیا ہے۔

2۔ کیا اس میں ایک سی ڈی ڈرائیور ہے؟

ہارڈ ڈسک تو یقیناً اس میں ہوگی؟ کیوں اس کے بغیر آج کمپیوٹر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر یہ ہارڈ ڈسک بہت زیادہ استعداد (کپیسٹی) کی حامل ہے تو پھر اس کی ایک سے زیادہ پارٹیشنز بھی کی گئی ہوں گی۔ جن کے نام C اور D وغیرہ وغیرہ ہوں گے۔

4۔ اس کے علاوہ کمپیوٹر پر کیا گیا کام کاغذ پر لینے کے لئے کمپیوٹر کے ساتھ پرنٹر بھی لگا ہوگا۔ اب زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک آدھ سوال کا جواب نفی میں ہو ورنہ تمام سوالوں کا جواب ہاں میں ہوگا۔ یہ آپ کے کمپیوٹر میں لگے ہوئے مختلف آلات ہیں۔ مائی کمپیوٹر آئیکون کے ذریعے آپ نہ صرف یہ دیکھ سکتے ہیں کہ آپ کے کمپیوٹر میں کیا ہے بلکہ جو کچھ آپ کے کمپیوٹر میں ہے ان سب چیزوں تک آپ "مائی کمپیوٹر" کے ذریعے پہنچ بھی سکتے ہیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ان تک کیسے پہنچا جا سکتا ہے۔ لیکن ٹھہرئیے شائد ہم آپ کو کمپیوٹر آن کرنے کے بعد پہلا کام بتانے والے ہیں۔ لیکن اب تک ہم نے جو کچھ بتایا ہے کیا آپ نے اسے اچھی طرح پڑھ اور سمجھ لیا ہے۔ اگر آپ کا جواب ہاں میں ہے تو پھر آگے بڑھ سکتے ہیں اور اگر جواب نہیں میں ہے تو اس سبق کو شروع سے ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔ مائی کمپیوٹر آئیکون کو استعمال کرنے کے دو طریقے ہیں۔

1۔ اس پر ڈبل کلک کریں۔ اس کے لئے ماؤس پوائنٹر کو آئیکون پر لائیں اور دو مرتبہ تیزی سے لیفٹ بٹن کو کلک کریں یا

2۔ اس پر رائٹ کلک کریں۔ رائٹ کرنے سے ایک مینو ظاہر ہوگا اسے موضوع کی مناسبت سے ظاہر ہونے والا (Context Sensitive) مینو بھی کہتے ہیں

آئیے کمپیوٹر کو ذرا ڈھنگ سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں

اور پوپ اپ (Pop Up) مینو بھی کہتے ہیں۔ اس میں سب سے اوپر ایک لفظ Open لکھا ہوگا۔

جب بھی رائٹ کلک کے ذریعے پوپ اپ مینو ظاہر ہوا تو اس کے اندر ماؤس پوائنٹر لانے سے اس لفظ پر ایک نیلے رنگ کی پٹی بن جائے گی۔ جس پر ماؤس کا ایرو آئے گا۔ اس کو سلیکشن بار کہتے ہیں۔ جس لفظ پر یہ سلیکشن بار یا رنگین پٹی (اس کا رنگ نیلے کی بجائے کوئی اور بھی ہوسکتا ہے اس کا تعلق ونڈوز کی سیٹنگ سے ہوتا ہے) آئے گی سمجھیں کہ وہ لفظ سلیکٹ کیا ہوا یا منتخب کیا ہوا ہے۔ مینو کے اندر جو الفاظ ظاہر ہوتے ہیں ان کو مینو کمانڈز کہتے ہیں۔ کسی مینو کمانڈ پر سلیکشن بار کو لا کر جب کلک کیا جاتا ہے تو اس مینو کمانڈ پر عمل ہو جاتا ہے۔ یہاں ہم open مینو کمانڈ کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے سلیکشن بار کو اس پر لائیں اور کلک کردیں۔ ہو سکتا ہے ابتدا میں ماؤس استعمال کرنے پر آپ کو مشکل پیش آئے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں آپ لوگوں کو تیزی، روانی اور اعتماد سے مختلف چیزوں پر کلک کلک کرتے دیکھتے ہیں شروع میں یہ بھی ایسے ہی تھے۔ اس لئے ماؤس کو استعمال کرنے کی ابتداء میں آپ کو مشکل پیش آئے گی لیکن یہ مسئلہ دو چار دنوں میں ٹھیک ہو جائے گا اور آپ بتدریج روانی اور آسانی سے ماؤس استعمال کرنے لگیں گے۔ اوپر دیئے گئے دونوں کاموں، یعنی مائی کمپیوٹر آئیکون پر ڈبل کلک کرنے یا رائٹ کلک کرکے مینو میں سے اوپن کمانڈ پر کلک کرنے کی صورت میں ایک ونڈو (کھڑکی، چوکھٹا) نمودار ہوگی۔ یہ کوئی حقیقی دروازوں کھڑکیوں والی کھڑکی نہیں ہے بلکہ اس کی شکل کا ایک باکس ہے۔ اس میں وہ ساری چیزیں نظر آئیں گی۔ جن کا ہم نے ابھی اوپر ذکر کیا ہے۔ یعنی ڈرائیو لیٹرز جن میں فلاپی ڈرائیور کے لئے A ہارڈ ڈرائیور کے لئے C وغیرہ کے علاوہ پرنٹرز پر کنٹرول حاصل کرنے کے لئے بھی ایک آئیکون فراہم کیا گیا ہے۔

ٹاسک بار بڑے کام کی چیز ہے اسے اچھی طرح پہچان لیں

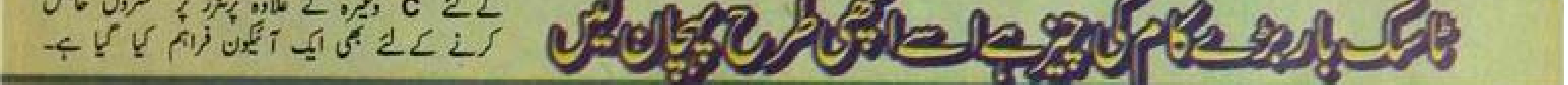

"ردی کی ٹوکری" بھی ونڈوز کے ڈیسک ٹاپ پر رہتی ہے

ایک چیز اور بھی اس میں نظر آئے گی۔ جس کا ہم نے ذکر نہیں کیا۔ وہ ہے کنٹرول پینل کا آئیکون۔ یہ بہت اہم چیز ہے۔ اس کے بارے میں ایک پورا سبق الگ سے دیا جائے گا۔

مائی کمپیوٹر ونڈوز کو اچھی طرح سے دیکھ لیں۔ ابھی اس میں کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے سبق میں ہمارا مقصد آپ کو صرف ابتدائی باتوں سے روشناس کرانا ہے تاکہ ونڈوز کو استعمال کرنے کے لئے آپ کو بنیادی چیزوں کا علم حاصل ہو سکے۔ اب آپ صرف اتنا کریں کہ کی بورڈ کا Alt بٹن پریس کریں اور اسے پریس کر کے رکھتے ہوئے کی بورڈ کے F4 بٹن کو دبائیں۔

آلٹ بٹن کی بورڈ میں بٹنوں کی سب سے نچلی قطار میں سپیس بار بٹن کے دونوں جانب ہوتا ہے اور F4 بٹن سب سے اوپر والی قطار میں ہوتا ہے۔ اس سے مائی کمپیوٹر ونڈو بند ہو جائے گی اور ڈیسک ٹاپ پھر اسی طرح کا نظر آنے لگے گا جس طرح مائی کمپیوٹر ونڈو کھلنے سے پہلے تھے۔

2. مائی ڈاکومنٹس

یہ آئیکون ونڈوز 95 کے ڈیسک ٹاپ پر آپ کو دیکھنے کو نہیں ملتا۔ لیکن ونڈوز 98 اور 2000ء میں یہ آئیکون ڈیسک ٹاپ پر نظر آتا ہے۔ یہ ایک فولڈر کے لئے آئیکون ہے۔ جو ونڈوز میں اس لئے بنایا گیا ہے کہ تاکہ اس فولڈر میں آپ اپنے بنائے گئے ڈاکومنٹس رکھ سکیں اور اس کا شارٹ کٹ ڈیسک ٹاپ کے اوپر اس لئے رکھ دیا گیا تاکہ اپنے ڈاکومنٹس تک پہنچنے اور اس کے دوبارہ حصول میں آپ کو کوئی مشکل پیش نہ آئے۔

اس کو کھولنے کے لئے بھی وہی دو طریقے ہیں۔

1۔ اس پر ماؤس پوائنٹر کو لا کر ڈبل کلک کریں۔ یا

2۔ اس پر ماؤس پوائنٹر کو لا کر رائٹ کلک کریں۔ ایک مینو ظاہر ہوگا۔ اس مینو میں ماؤس کو لائیں گے تو اس میں ایک سلیکشن بار ظاہر ہو گی۔ اس سلیکشن بار کو Open کمانڈ پر لا کر کلک کر دیں۔

دونوں میں سے کوئی بھی طریقہ اختیار کریں گے تو "مائی ڈاکومنٹس" کی ونڈو کھل جائے گی۔ اگر ونڈوز انسٹال ہونے کے بعد اس میں کوئی کام نہیں کیا گیا تو یہ ونڈوز خالی ہوگی اور اس میں آپ کو کوئی ڈاکومنٹ نظر نہیں آئے گا۔ لیکن اگر آپ سے پہلے بھی کوئی یہ کمپیوٹر استعمال کر رہا ہوگا تو اس ونڈو میں آپ کو بہت سی فائلیں نظر آئیں گی۔ اس ونڈو کا پوری طرح اور بغور جائزہ لیں اور اس کے بعد اسے بھی Alt بٹن پریس کئے رکھتے ہوئے F4 پریس کر کے بند کردیں۔

3. ری سائیکل بن

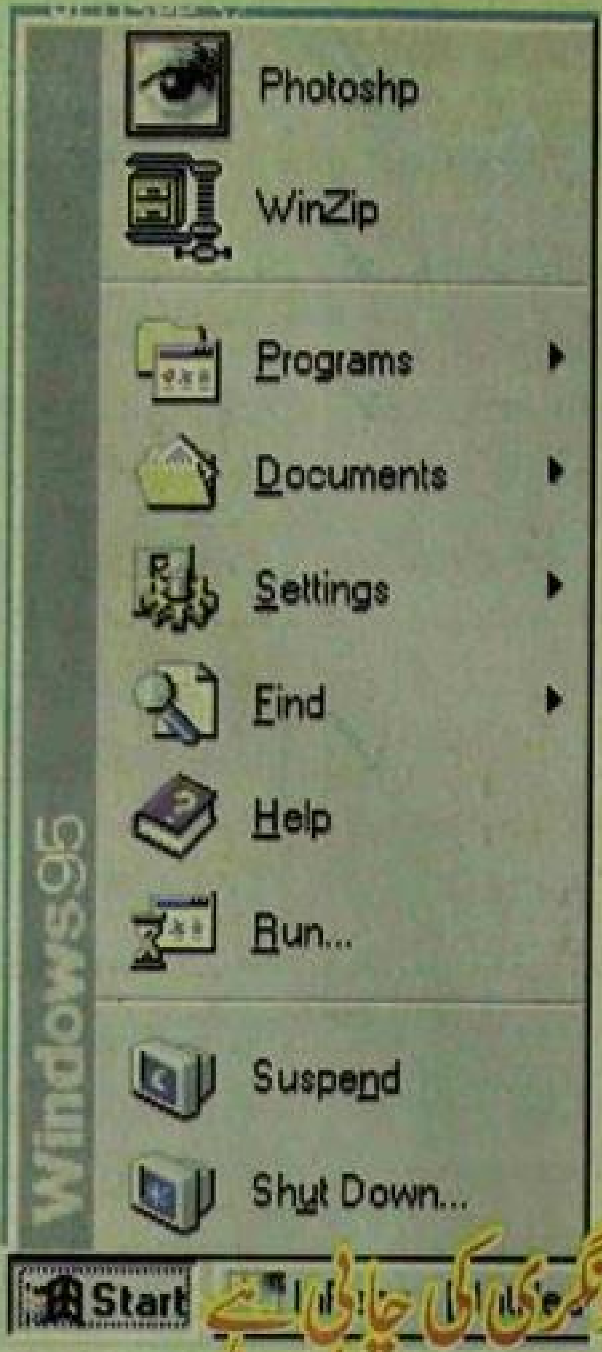

سٹارٹ بٹن ونڈوز کی جادوگری کی چابی ہے

اس سبق کے شروع میں ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ ونڈوز ڈیسک ٹاپ میں وہ چیزیں تو ہوتی ہیں جنہیں ہم میز پر رکھتے ہیں لیکن ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے جسے کوئی بھی عام ڈیسک ٹاپ پر نہیں رکھتا۔ لیکن ونڈوز کے ڈیسک ٹاپ پر موجود ہے۔ اس کا نام ری سائیکل بن ہے۔ جسے عرف عام میں ردی کی ٹوکری کہا جاتا ہے۔ جس طرح فالتو کاغذ اور دیگر بے کار چیزیں ردی کی ٹوکری میں پھینکی جاتی ہیں اسی طرح کمپیوٹر میں جن فائلوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ انہیں ڈیلیٹ کردیا جاتا ہے۔ ڈیلیٹ ہونے کے بعد یہ مکمل طور پر کمپیوٹر سے ختم نہیں ہوتیں بلکہ ری سائیکل بن میں چلی جاتی ہے۔ ری سائیکل بن بھی دراصل ایک فولڈر ہے جس کے لئے عام طور پر ڈیسک سپیس کا دس فیصد حصہ مخصوص ہوتا ہے۔ اسے بنانے کا مقصد آپ کے غیر ضروری ڈیٹا کا انتظام کرنا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تیزی میں ہم کارآمد فائلیں ڈیلیٹ کر بیٹھتے ہیں۔ اس وقت ری سائیکل بن کی اہمیت ہمارے سامنے آتی ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعے ڈیلیٹ کی گئی فائلوں کو واپس پہلے والی جگہ پر بھی لایا جاسکتا ہے۔ اس کو بھی بالکل اسی طرح سے کھول کر دیکھا جاسکتا ہے۔ جس طرح ہم نے مائی کمپیوٹر اور مائی ڈاکومنٹس ونڈو کو کھولا تھا۔ یہاں اس طریقہ کار کو دوہرایا نہیں جارہا ہے بلکہ اس کے بجائے آپ اپنے طور پر دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کر کے اسے کھولیں۔

ونڈو بند کرنے کے لئے بھی وہی طریقہ اختیار کریں جو ہم گذشتہ صفحات میں بتا چکے ہیں۔ اگر کچھ فائلیں ڈیلیٹ کی گئی ہوں گی تو اس ونڈو میں ان کی تفصیل آجائے گی۔

جب اس کامیابی سے اس ونڈو کو کھول کر دیکھنے کے بعد بند کردیں گے تو آپ کے سامنے ایک دفعہ پھر ابتدائی ڈیسک ٹاپ سکرین آجائے گی۔

سٹارٹ بٹن

ونڈو ڈیسک ٹاپ کے نچلے بائیں کونے میں "سٹارٹ" کے نام سے ایک بٹن ہے۔

یہ بٹن کیا ہے ایک جادوگری کی چابی ہے یہ وہ دروازے ہے جو آپ کو ونڈوز کی حیران کن دنیا میں لے جاسکتا ہے۔ اس کے بارے میں بہت سی باتیں تو اگلے کسی سبق میں پڑھیں گے۔ یہاں ہم اس کے ذریعے ونڈوز بند کرنے کا عمل سیکھیں گے۔

کمپیوٹر آن کرنا تو آسان ہے۔ بس ایک بٹن پریس کیا اور کمپیوٹر سٹارٹ ہو گیا۔ لیکن آج کی جدید مشینوں کو جن میں ونڈوز انسٹال ہوتا ہے بند کرنے کا طریقہ ذرا مختلف ہے۔ بلکہ اگر پاور آن آف بٹن کے ذریعے اسے بند کریں تو کئی طرح کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ ایک تو آپ نے جو کام کیا ہوتا ہے اس کے بارے میں کوئی گارنٹی نہیں دی جا سکتی کہ وہ محفوظ رہے گا۔ خاص طور پر اس کے امکانات اس وقت صفر ہوں گے جب آپ نے اس کام کو Save نہیں کیا ہوگا۔ اس کا دوسرا نقصان یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے کمپیوٹر سسٹم میں خرابی پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے ونڈوز کی بنیاد پر چلنے والے کمپیوٹروں کو بند کرنے کے لئے ایک خاص طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ اسے شٹ ڈاؤن (Shutdown) کرنا کہتے ہیں۔ یاد رکھیں کمپیوٹر کو ہمیشہ شٹ ڈاؤن کے ذریعے بند کرنا چاہئے۔

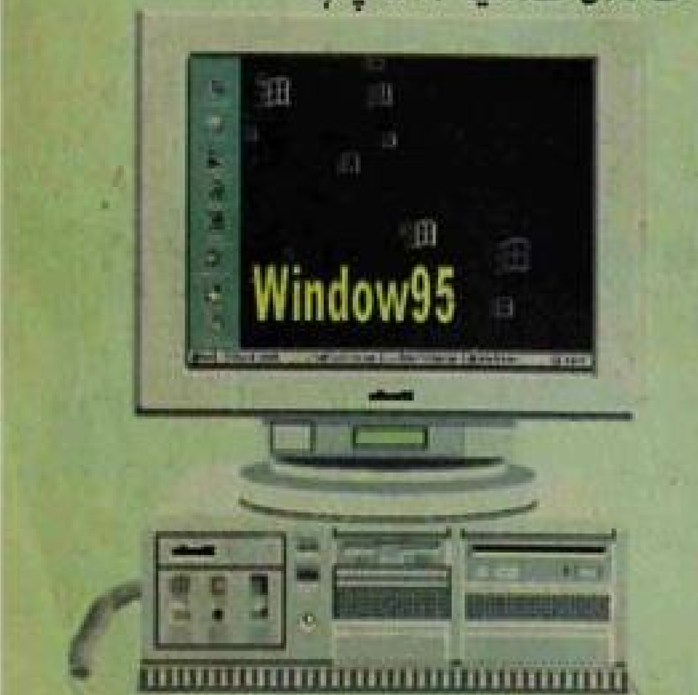

واہ کیا بات ہے

زبیر ارشد۔ ملتان

زندگی کے سفر میں اگر امید کے پھول نہ ہوں تو زندگی بے معنی سی ہو جاتی ہے۔ امید زندگی کے دکھوں کی تاریکی میں چاند کی طرح روشن ہے۔ انسان اس روشنی کے سہارے زندگی گزار رہا ہے۔ امید ساحل مراد کے قریب لے جاتی ہے اور ناامیدی اسے ساحل مراد سے دور پھینک دیتی ہے۔ ویسے بھی ناامیدی میں مایوسی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ امید پر ہی دنیا قائم ہے۔ اسی امید کے ساتھ ایک امید آپ نے اپنی تحریر چھپنے کی بھی رکھی ہوئی ہے۔ جیسے وہ امید پوری ہوا چاہتی ہے۔

القرآن

اور جب گھروں میں جایا کرو تو اپنے (گھر والوں) کو سلام کیا کرو (یہ) اللہ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے اس طرح اللہ اپنی آئتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ النور۔ 61

اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا۔ اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔ ابراہیم۔ 34 (عمران شہزاد۔ فیصل آباد

سویوں کی ابتداء

حضرت فاطمہؓ جب روٹیاں پکایا کرتی تھیں تو ہاتھ صاف کرنے کی غرض سے دونوں ہاتھ آپس میں ملایا کرتی تھیں۔ جس سے ہاتھوں میں لگا ہوا آٹا باریک ڈوریوں کی شکل میں برتن میں گر جاتا۔ اب آپؓ ان باریک ڈوریوں کو برتن میں جمع کرتی تھیں۔ پھر وہ آٹے کی ڈوریاں سوکھ کر سخت ہو جاتیں۔ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت فاطمہؓ کے گھر اس وقت سوائے ان ہاتھ کی ملی ہوئی ڈوریوں کے اور کچھ نہ تھا۔ حضرت فاطمہؓ کو بہت افسوس ہوا کہ اس وقت اللہ کے رسولؐ کی ضیافت کیلئے گھر میں کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ اب وہ رسول پاکؐ کو کیا پیش کریں۔ تلاش کرنے پر ڈوریوں کی شکل میں آٹے کے وہی باریک ٹکڑے ملے۔ آپؓ نے میٹھا ملا کر ان کو پکایا۔ اور "سویاں" کہہ کر آپؐ کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آپؐ نے ان سویوں کو بیحد پسند فرمایا اور بہت ذوق کے ساتھ نوش فرمایا۔ یہ خلوص کی مہمان نوازی اس قدر مقبول ہوئی کہ آج پوری دنیا میں یہ سویاں مہمانوں کے سامنے نہایت فخر کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

شبیر احمد ملک ترنڈہ محمد پناہ

بات سے بات

✓ کائنات کا کوئی غم ایسا نہیں ہے جو آدمی برداشت نہ کر سکے۔

✓ جو کسی مقصد کیلئے مرتے ہیں وہ مرتے نہیں ہیں اور جو بے مقصد جیتے ہیں وہ جیتے نہیں۔

مغرب کے ساتھ اس وقت مقابلہ کرو جب آپ مشرق بن جاؤ

✓ جھوٹا آدمی اگر سچ بھی بولے تو وہ سچ بے اثر ہو جائے گا۔

انسان اپنا بہت کچھ بدل سکتا ہے۔ حتی کہ شکل بھی تبدیل کر سکتا ہے۔ لیکن وہ فطرت نہیں بدل سکتا۔ (نور اقصی ہنگو)

اگر بننا ہے تو......

کچھ بننے کی خواہش ہر انسان کی ہوتی ہے' کوئی ڈاکٹر بننا ہے' کوئی انجینئر' کوئی دانشور تو کوئی اس نظام کے ہاتھوں محض بے وقوف لیکن!

اگر بننا ہے تو وہ غم خوار بنو جو ہر مظلوم کی غمگساری کرے

اگر بننا ہے تو وہ عطار بنو جو ہر متعفن ذہن میں اچھائی کی خوشبو پھیلا دے

اگر بننا ہے تو وہ اوزار بنو جو ہر ناممکن کو ممکن بنا دے

اگر بننا ہے تو وہ دستار بنو جو کبھی کسی کے قدموں میں نہ رکھی جا سکے۔ ناہید اختر۔ چکوال

آیات قرآنی

قرآن پاک کی کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیات ہیں جن میں سے

ایک ہزار وہ ہیں جن میں امر (حکم) ہے۔

ایک ہزار وہ ہیں جن میں نہی (منع) ہے۔

ایک ہزار میں وعدہ ہے (یعنی متقین سے جنت اور کفار سے دوزخ کا)

ایک ہزار میں وعید ہے (یعنی متقین کو جنت کی خوشخبری اور کفار کو دوزخ کی)

ایک ہزار امثال کی آیات ہیں۔

ایک ہزار قصص کی آیات ہیں۔

دو سو پچاس ایسی آیات ہیں جن میں حرمت کا حکم ہے۔ یعنی حرام۔

دو سو پچاس میں حلال کا حکم ہے۔

ایک سو میں حمد وثنا اور تسبیح کا بیان ہے

صرف چھیاسٹھ ایسی ہیں جن میں مختلف مسائل کا بیان ہے۔

(محمد فیصل غفور بھٹہ۔ ہما غفور بھٹہ۔ ملتان)

بھائی

حضرت امیر معاویہؓ کے دربار کے دربان سے ایک شخص نے کہا کہ امیر سے کہو "آپ کا بھائی آیا ہے

اور مدد طلب کر رہا ہے"

امیر نے اسے بلوایا اور پوچھا "تم میرے کون سے بھائی ہو؟"

سائل نے جواب دیا "آپ بھی آدمؑ اور حواؑ کے بیٹے ہیں اور میں بھی"

امیر نے اسے معتمد خزانہ سے چند درہم دلوا دیئے تو وہ بولا "آپ اپنے بھائی کو یہ حقیر رقم دے رہے ہیں؟"

امیر نے جواب دیا "خاموشی سے چلے جاؤ ورنہ تمہارے دوسرے بھائیوں کو خبر ہو گئی تو وہ تم سے یہ بھی چھین کر لے جائیں گے" (مرسلہ: محمد عرفات ظہور ملتان)

باتیں حکمت کی

حضرت ربیع بن انسؓ فرماتے ہیں۔

مچھر جب تک بھوکا رہتا ہے زندہ رہتا ہے سیر ہو جائے تو موٹا ہو جاتا ہے اور جب موٹا ہو جائے تو مر جاتا ہے ایسے ہی انسان جب موٹا ہو جاتا ہے اس کا دل مر جاتا ہے۔

حضرت حاتمؒ فرماتے ہیں

شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے تیرا کھانا کیا ہے؟ لباس کیا ہے؟ اور سکونت کہاں ہے؟ میں جواب دیتا ہوں۔ کہ میری غذا موت ہے میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے

سفر دو قسم کا ہے دنیا اور آخرت کا۔ دونوں کے واسطے توشہ درکار ہے دنیا کے سفر میں ہمراہ رکھنا چاہئے اور سفر آخرت میں روانگی سے پہلے بھیج دینا چاہئے۔ (نعیمہ حکیم تحفہ صادق آباد)

ہر کام میں زینت اور خوشنمائی

حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مجھے نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا:

"میں تمہیں خشیت الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں۔ اس خصلت کے اختیار کرنے سے تمہارے ہر کام میں زینت اور خوشنمائی پیدا ہو جائے گی۔" میں نے عرض کیا کچھ اور بھی نصیحت فرمائیے۔ آپؐ نے فرمایا:

"قرآن کریم کی تلاوت اور اللہ عزوجل کا ذکر اپنے اوپر لازم کر لو۔ ایسا کرنے سے آسمانوں میں تمہارا ذکر کیا جائے گا اور زمین میں یہ عمل تمہارے لئے نور اور روشنی کا باعث بنے گا۔"

میں نے عرض کیا کچھ مزید فرمائیے آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"خاموش رہنے کی عادت ڈالو کیونکہ یہ شیطان سے بچنے کا ہتھیار اور دین کے معاملے میں مددگار ہے۔"

میری مزید گزارش پر حضورؐ نے فرمایا "ہمیشہ سچ بات کہو چاہے تلخ ہو" پھر حضورؐ نے فرمایا "اپنے عیبوں اور گناہوں پر نظر رکھو تاکہ دوسروں کی عیب جوئی سے بچے رہو"

(حسانہ بتول- حافظ آباد)

دل تو اس کا ٹوٹے

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عید مبارک کے دن اپنے بیٹے کو پرانی قمیض پہنے دیکھا تو رو پڑے، بیٹے نے عرض کیا۔ پیارے ابا جان! آپ کس لئے رو رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: بیٹے! مجھے اندیشہ ہے کہ آج عید مبارک کے دن جب لڑکے تجھے اس پھٹے پرانے قمیض میں دیکھیں گے تو تیرا دل ٹوٹ جائے گا۔ بیٹے نے جواباً عرض کیا دل تو اس کا ٹوٹے جو رضائے الٰہی کو نہ پا سکا۔ جس نے ماں یا باپ کی نافرمانی کی ہو اور مجھے امید ہے کہ آپ کی رضامندی کے طفیل اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے راضی ہو گا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے بیٹے کو گلے سے لگایا اور اس کیلئے دعا کی۔

(عنبر لطیف- کاموکی)

دوست

☆...... دنیا میں مخلص دوست بڑی مشکل سے ملتا ہے اگر وہ کھو جائے تو اس کے کھونے کا غم سدا رہتا ہے۔

☆...... اگر تم کسی کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہو تو دل میں ایک قبرستان بھی بسا لو تاکہ تم اپنے دوست کی برائیوں کو اس میں دفن کرتے رہو۔

☆...... اگر تم کسی بھی انسان پر احسان کرو تو اس کو جتاؤ مت کہ احسان جتانے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔

☆...... جن لوگوں کے خیالات اچھے ہوں وہ کبھی تنہا نہیں رہتے۔

☆...... مخلص دوست کو کبھی نہ آزماؤ ہو سکتا ہے وہ کسی مجبوری کی بنا پر تمہاری آزمائش پر پورا نہ اتر سکے اور اس طرح تم ایک اچھے دوست سے محروم ہو جاؤ۔

(محمد انور تبسم- گڑھ فتح شاہ)

"ضائع ہے"

☆...... ضائع ہے وہ عالم جس سے علم کی بات نہ پوچھی جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ ہتھیار جس کو استعمال نہ کیا جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ مال خیر جسے صحیح نیت سے راہ خدا میں نہ خرچ کیا ہو۔

☆...... ضائع ہے وہ مال جو کار خیر میں شروع نہ کیا جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ نماز جو مسجد میں نہ پڑھی جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ اچھی رائے جس پر عمل نہ کیا جائے۔

☆...... ضائع ہے وہ زاہد جو خواہش دنیا دل میں رکھے۔

(سیدہ بشریٰ حق، سیدہ عظمیٰ حق- پشاور)

5 مہینے۔ 5 ایڈیٹرز

ایک دن کی ایڈیٹری بھی خوب رہی

سعدیہ طیبہ۔ تلہ گنگ (چکوال)

کام کے ساتھ ساتھ میں نے قصیدہ بردہ شریف بھی سنایا ٹی وی والے قصیدے کا اعزاز ہمارے ہی خاندان کو ملا ہے۔ ابو نے کمپوز کیا اور بھائی پڑھنے والوں میں نمایاں ہے۔ پھول آفس میں سارا دن خوب مصروف اور خوشی کے ساتھ گزارا۔

صباحت افضل۔ لاہور

پھول کے کام کا اپنا ہی مزہ ہے۔ حالانکہ میرا خیال تھا شاید پھول پڑھنا زیادہ مزے دار ہے۔ بھیا کا کہنا ہے کہ میں نے سب سے اچھی طرح کہانیوں کو ایڈیٹ کیا۔ میرے ابو کی بھی رائے اچھی ہے کہتے ہیں بیٹی بہت اچھی ہے مگر سوچتی زیادہ ہے۔

ایڈیٹری کی خواہش اس ڈھنگ سے پوری ہوئی کہ پورے پھول والے دوست بن گئے۔ ایسے اچھے کہ وہ پھر ہمارے ہاں سندھ آئے اور خود ہمیں میزبانی کا شرف ملا۔ ان کے پورے سفر میں پندرانی بھائی اور میں ساتھ ساتھ رہے۔ یہ عجیب لوگ جتنا جتنا قریب سے جانا اتنی ہی قربت بڑھی۔ اتنا ہی مضبوط کیا اور ان کے ساتھ مل کر کام کرنے کا جذبہ بڑھا۔ وقاص باقر نقوی.... حیدرآباد (سندھ)

محمد زمان، خنک ہنگو۔ (صوبہ سرحد)

میں بڑی دور سے آیا تھا۔ کام بھی کیا اور اپنے سکول اور ماحول کی باتیں بھی۔ پھول پڑھنا شروع کیا تو پڑھتا تھا۔ اب نصاب پڑھاتا ہوں۔ واپس جا کر امید ہے پھول بھی پڑھنے کی ترغیب دیا کروں گا۔

نور محمد جمالی۔ کوئٹہ (بلوچستان)

میں سارا دن سنجیدہ بنا بیٹھا رہا۔ تصویر بننے لگی تو بھیا نے ہنسا دیا۔ ورنہ میں تو مہینوں بعد جا کر مسکراتا ہوں۔ بس سوچتا ہوں اور کام کرتا ہوں۔

رپورٹ: رابعہ رمضان

لاہور پھول گرلز کلب کے زیر اہتمام 23 نومبر کو کوکنگ کمپیٹیشن کا انعقاد ہوا۔ 23 نومبر کا دن سلیکٹ کرنے کی بڑی وجہ بھیا کی سالگرہ تھی اور اس خوبصورت سازش میں پوری ٹیم بسر و چشم شریک تھی۔ اگر اسے ایمرجنسی پروگرام کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کیونکہ یہ آخری دن تک کنفرم نہیں تھا۔ جب شام کو سات بجے عائشہ آپی کا فون آیا اور پوچھا گیا کہ ”ہاں بھئی کیسی تیاریاں ہورہی ہیں“ تو یہ سن کر ریسیور گرتے گرتے بچا۔ خیر بغیر کچھ ظاہر کئے بتایا کہ سب کچھ تیار ہے بس سیٹنگ ہونی ہے تو انہوں نے کہا کہ میں صبح آؤں گی تو کر لیں گے۔ میں یہ بھی بتادوں کہ پروگرام کی خاص بات اس کو مشرقی انداز میں منعقد کروانا تھا۔ شروع میں پکانے والوں میں صرف بشریٰ

آپ کے ہاتھ کا ذائقہ چکھنے اور اپنے منہ کا ذائقہ بدلنے کیلئے

پھول گرلز کلب لاہور کا

کوکنگ کمپیٹیشن

عظمت تھیں لیکن آہستہ آہستہ برکت پڑتی گئی اور حصہ لینے والوں میں عقیلہ نزہت، سمعیہ رمضان، نسرین نادر، بشریٰ عظمت اور وجیہہ گل شامل تھیں۔ سب کو ایک ہی ڈش پکانی تھی۔ چکن و جیکیبل یعنی بیچارے ”مرغ“ کی شامت آئی تھی۔ صابرہ کا مرغ تو حقیقتاً خون کے آنسو رو رہا تھا۔ تقریباً سبھی نے سوائے میری آپی کے سالن میں گاجروں اور مٹر کا بکثرت استعمال کیا۔ وقت کی چونکہ کوئی پابندی نہیں تھی اس لئے سب نے بڑے آرام اور مزے سے ڈش پکائی۔ ساتھ ساتھ قوم کی طرف سے مختلف مطالبے بھی ہوتے رہے کہ چمچ چاہئے، چھری، دو پلیٹ کہاں ہے۔ تقریباً پونے چار بجے بھیا جی آئے۔ بعد میں عائشہ آپی نے بتایا کہ وہ گھر بھول گئی تھیں اور راستے میں امجد بھائی کو اور سب کو خوب تنگ کرتی رہیں۔ میرا خیال تھا کہ صرف بھیا جی آئیں گے لیکن بھیا کے ساتھ آنے والوں میں امجد اعجاز احمد، سید غضنفر علی، عثمان خادم، حافظ طیبہ فاطمہ اور عقیلہ اقبال شامل تھیں۔ برآمدے میں داخل ہوتے ہی کہا گیا کہ ”ارے اندر سے کافی بڑا ہے“ اور پھر ساتھ ہی کبوتر کا حال چال پوچھا گیا۔ میں اپنے خیالوں میں گم ترکیبیں لڑاتی اندر داخل ہوئی تو بھیا نے کمپیوٹر کے بارے میں پوچھنا شروع کر دیا۔ تو پھر میں نے بتایا کہ میں نے UET سے کمپیوٹر پروگرامز کئے ہوئے ہیں۔ پھر امی بھیا کو اور سب کو ساتھ والوں کے ہاں لے گئیں۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہاں بھیا کی اجازت سے امرود کے پودے کے ساتھ شوق آزمائی کی گئی۔ ادھر ان کے جاتے ہی عتیق بھائی کے ساتھ مل کر فٹافٹ ساری سیٹنگ یعنی بینر لگائے، زمینی نشست بنائی، ساتھ ہی بھیا کے لئے سرپرائز کا سامان رکھا گیا یعنی کیک اور پڑا۔ اسی دوران ابو کو فون کر کے بلا لیا۔ پھر بھیا کو واپس بلایا اور پھول کی پتیوں اور سالگرہ کے گیت سے استقبال کیا گیا۔ کیک کاٹنے سے پہلے بھیا جی نے کہا کہ تحفوں سے زیادہ دعائیں کسی انسان کے لئے بہترین تحفہ اور سرمایہ ہوتی ہیں۔ جب کیک کھانے کا مسئلہ آیا تو سب سے زیادہ عقلمند اور بزرگ شخص کی تلاش شروع ہوئی جو اس کو تقسیم کرے۔ اور اندازہ کریں کیا گیا تو کس کو مجھے۔ اس کے بعد قوم کا سب سے پسندیدہ مرحلہ آیا یعنی کھانے کا۔ اس سے پہلے نسرین آپی کے لاہور گرلز کلب کا نیا صدر بننے کا اعلان ہوا۔ اس موقع پر چھری سے مائیک کا کام لیا گیا یعنی آر یا پار۔ اس کے بعد اول دوم اور سوم کا انتخاب ہوا۔ ججز میں بھیا جی، تسلیم آپی اور عقیلہ آپی شامل تھیں اور نمبروں کے لئے مختلف کیٹیگریز رکھی گئیں جن میں پیش کرنے کا انداز اور ذائقہ وغیرہ اہم تھیں۔ کھانے کے دوران ہی انعامات دیے گئے۔ پانچواں انعام وجیہہ کو ملا اور میری امی نے دیا۔ چوتھا انعام سمعیہ رمضان کو ملا اور ابو نے دیا۔ تیسرا انعام عقیلہ نزہت کو ملا اور تسلیم آپی کی امی نے دیا۔ دوسرا انعام نسرین نادر کو ملا اور عقیلہ اقبال نے دیا جبکہ پہلا انعام بشریٰ عظمت کو تسلیم آپی نے دیا۔ جب ججز فیصلہ کر رہے تھے تو ابو نے امجد بھائی سے کہا کہ بسم اللہ کریں تو انہوں نے بڑی معصومیت سے کہا کہ جی وہاں سے بچے گا تو ہم کھائیں گے۔ اس پر ابو نے امجد بھائی سے پوری ہمدردی جتاتے ہوئے اپنے لائے ہوئے بسکٹ، کیک رس اور چپس نمکو وغیرہ شامل تھیں منگوالیں جو کہ بعد میں چائے کے ساتھ رکھے تھے۔ نمبر لگاتے ہوئے بھیا جی نے برتنوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ کیا برتنوں کے بھی نمبر دیے ہیں؟

بشریٰ کا پکایا ہوا سالن واقعی مزے دار تھا جس کا ثبوت خالی باؤل تھا اس کے علاوہ نسرین آپی اور عقیلہ آپی کا سالن بھی داغ مفارقت دے گیا۔ بعد میں ہم لوگ باؤل سے چکھ چکھ کر اندازہ لگاتے رہے۔ اسی دوران تصویریں بھی اتاری گئیں۔ ایک تصویر امجد بھائی نے میرے ابو کے کہنے پر لائٹ بند کر کے یعنی اندھیرے میں کھینچی۔ بھیا نے کہا کہ یہ اپنی نوعیت کی پہلی تصویر ہے اور سب سے مزے کی بات کہ یہی تصویر سب سے اچھی آئی۔ کھانے کے بعد سب کو صحن میں چائے پیش کی گئی بمعہ لوازمات کے جو کہ خالصتاً میرے ابو کی پیشکش تھے۔ آدھے لوگ تو کھانے کے بعد بغیر چائے پیئے ہی رخصت ہو گئے پھر آخر میں باقی سب لوگ بھی رخصت ہونے لگے تو بھیا نے ایک بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ بھرپور شکریہ ادا کیا۔ لیکن بھیا جی اصل شکریہ تو آپ کا اور ہر ایک کے آنے کا جنہوں نے اپنی شرکت سے اس ایک تقریب کو اس ایک دن کو اتنا خوشگوار اور یادگار بنا دیا کہ وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔

معصومیت سے بولے ”جی وہاں کچھ بچے گا تو ہم کھائیں گے“

دونوں بہنوں نے بشریٰ کے ساتھ مکمل بہن چارے کا ثبوت دیا

Bed Time Story

اپنی دستار بندی کے منتظر ایک باپ کی کہانی
اسے مہربان نگاہ اور نرم فیصلے کی ضرورت بہت دیر سے سمجھ آئی تھی

اختر عباس

پھٹا ہوا دودھ

احسن کے ابا اپنے خیالات میں یوں ڈوبے رہتے جیسے رس ملائی دودھ میں ڈوبی رہتی ہے۔ ان کا ہمیشہ سے یہی خیال تھا کہ ان کی زندگی کے اصول فوارے سے نکلنے والی تازہ پھوار جیسے ہیں سبھی کو انہی میں بھیگنا چاہئے۔ مگر جب احسن اور اس کی بہن ثریا پھوار سے ڈر کر پرے ہٹتے تو وہ افسوس سے سر ہلاتے ہونہہ! ناسمجھ! سمجھتے نہیں۔

سلمیٰ ابھی چھوٹی تھی اس پر پھوار مارنے کا بھی فائدہ نہیں تھا اس لئے وہ "ناسمجھ" کے ہنکاروں سے بھی بچی رہتی۔

احسن کے ابا کا اپنے بچوں سے عجیب طرح کا بندھن تھا۔ وہ دل سے سمجھتے تھے کہ یہ ناسمجھ سمجھتے نہیں اور احسن و ثریا دونوں کی مسکراہٹیں یہ بتاتی تھیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ابا نہیں سمجھتے۔

پتا نہیں ایسا کیوں ہوتا ہے

کہ عمر کے ساتھ ساتھ جب لوگ بڑے ہوتے جاتے ہیں تو دل بڑا کیوں نہیں ہوتا اور اس میں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ ان کے دل میں آنے والے خیال اور زبان سے نکلنے والے الفاظ ضروری تو نہیں تازہ پانی سے دھلے ہوئے ہوں۔ وہ پرانے فواروں کے استعمال شدہ کائی زدہ پانی کی طرح بھی تو ہو سکتے ہیں کہ جس کو قریب سے دیکھ کر پہلا خیال ہی اپنا دامن گیلا ہونے سے بچانے کا آتا ہے۔

اس روز بہت دھند تھی شاید خیالات پر چھائی دھند سے بھی زیادہ......... احسن کے ابا صبح صبح سر پر اونی ٹوپی چڑھائے گرم لوئی کی بکل مارے ہاتھوں میں تسبیح کے دانے گھماتے محلے کی مسجد جا رہے تھے۔ مسجد کے گیٹ کے دائیں جانب دو ٹوائلٹس بنے ہوئے تھے۔ جن میں سے ایک کئی روز سے خراب تھا جن کو علم تھا وہ سڑک پر کھڑے گندے پانی کو دور سے دیکھ کر ہی پرے ہو جاتے۔ ناک منہ چڑھاتے اور مسجد میں چپ چاپ داخل ہو جاتے۔ احسن کے ابا اس وقت تسبیح کے آخری دانوں میں سے کسی ایک پر تھے "سبحان اللہ سبحان اللہ" ان کے قلب اور زبان سے جاری تھا اور تسبیح مکمل ہونے کی خوشی میں لفظ اس تیزی سے نکل رہے تھے جیسے چھٹی کے قریب پہنچ کر بچوں کے قدم کلاس روم سے نکلتے ہیں۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے وہ کون تھا اور کہاں جا رہا تھا۔ اپنی دھن میں وہ مست آ رہا تھا یا احسن کے ابا زیادہ مگن تھے۔ وہ مسجد کے دروازے میں داخل ہونے کو تھے جب ان کی نگاہ دائیں طرف اٹھی۔ اس آدمی کے قدم تیزی سے گندے پانی کی طرف اٹھ رہے تھے بس لمحے بھر کی بات تھی۔

احسن کے ابا نے وہ لمحہ مسجد کے اندر قدم دھرکے گزر جانے دیا۔ ان کا دل اپنی تسبیح کے دانوں کی گنتی روک کر ایک اجنبی اور بے خبر آدمی کو روکنے اور احتیاط کرنے کا ایک جملہ کہنے پر آمادہ نہ ہوا۔ اس لئے جب گندے پانی سے پھسلنے اور ایک وجود کے گرنے کی آواز ان کے کانوں میں آئی تو انہیں محسوس بھی نہیں ہوا تب تسبیح مکمل ہونے کی راحت ان پر چھا رہی تھی۔ اپنے نامکمل تصور نیکی کو ہی مکمل نیکی سمجھنے کی کیفیت میں جینے والے ایسے ہی بے نیازی سے جیتے ہیں۔

احسن کے ابا ایک مذہبی آدمی ہونے کے ساتھ ساتھ بنک میں اپنی نوکری کے احساس گناہ، اخباروں میں لکھے جانے والے دینی مضامین مساجد میں سنی جانے والی نامکمل تقاریر آتے جاتے محلے والوں کے ٹی وی پر سنے سنائے تبصروں اپنی اولاد سے ناخوشی اور مستقبل کے خوف کا ملغوبہ تھے۔ دو چار ملاقاتوں کے بعد ہی ملنے والے کو اندازہ ہو جاتا کہ ان کے نظریات کسی ذاتی مطالعے ذہنی فکر اور سوچ کا نتیجہ نہیں تھے بلکہ دوسروں کی لفظوں سے سنی سنائی گھڑی گھڑائی باتوں

سے اخذ کردہ چند ظاہری شکل وصورت اور مسائل پر مبنی خیالات تھے۔

احسن اور ثریا کے لئے ان کے ابا شروع میں بڑے جاذب اور قابل توجہ تھے۔ مگر جب ان کو باتوں کی سمجھ آنے لگی اور وہ ان سے کوئی دلیل مانگنے بیٹھتے تو جواب ملتا۔ بس کہہ دیا ناں یوں ہولے ہولے احسن اور ثریا کے لئے ان کے خیالات یوں ہو گئے جیسے روغنی ہانڈی اترتے ہوئے روغن کے ساتھ...... انہوں نے اپنے ذہن کی الماری میں اس روغن اتری ہانڈی کو کہیں آخری قطار میں رکھ چھوڑا تھا۔ چھوٹی عمر کی لڑکیاں ہوں یا کچی عمر کے لڑکے اپنے بڑوں کا محاسبہ ہمیشہ کڑا کرتے ہیں۔ خود کو سینکڑوں ہزاروں کی چھوٹ دینے والے بڑوں کے محاسبے پر آئیں تو روپے دو روپے کی معافی بھی نہیں دیتے۔

ہمارے ابا ایک نیک آدمی تو ہیں مگر...... احسن بات کہتے کہتے رک گیا۔

مگر کیا؟ ثریا نے پوری توجہ سے بات سنی تھی۔

یہی کہ نیکی کا پورا تصور نہیں ہے ان کے پاس۔ وہ بولا

نیکی کی دو شاخیں ہوتی ہیں ایک خدا سے عاجزی اور محبت کا رشتہ بنانے کی طرف لے جاتی ہے۔ اس کی مخلوق کی خیر خواہی پر ابھارتی ہے اور دوسری دل میں اپنی نیکی کا گھمنڈ پیدا کرتی ہے۔ انسانوں سے دور کرتی ہے۔ صرف اپنی بڑائی کا احساس دلاتی ہے واہ بھئی واہ...... ثریا نے تالی بجا کر داد دی۔

بھائی! اتنی کمال بات...... کس نے کہی۔

کہی کسی نے نہیں ہے اخذ میں نے خود کی ہے سوچ کر، فکر کر کے......

سچ بتاؤں تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ ابا کی نیکی کو پھل پھول کیوں نہیں لگتے۔ یہ اتنی بے فیض اور تکبر والی کیوں ہے...... پتا ہے آج لائبریری میں ایک رسالہ پڑھ رہا تھا۔ وہ اپنی لتا منگیشکر ہے ناں اس کا ایک انٹرویو تھا ٹائمز آف انڈیا کے کسی نمائندے نے نیو یارک میں لیا تھا......

ہوں! ثریا کی مسکراہٹ شرارت سے اس کے ہونٹوں کی آخری حد تک پھیل رہی تھی۔ "اپنی"...... میں ابھی ابا سے بات نہ کروں...... اپنی۔ چھوڑو ناں...... احسن نے چڑے بغیر کہا۔

انٹرویو کرنے والے نے پوچھا خاتون سنا ہے آپ کو اتنی مقبولیت نے مغرور بنا دیا ہے۔ اس کا جواب تھا یقینی طور پر میں مغرور نہیں ہوں میں بد طینت اور مغرور ہونے کی متحمل بھی نہیں ہو سکتی۔ جس روز ایسا لگا اور میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ اس دن میرے گانے میں کوئی مٹھاس باقی نہیں رہے گی۔

مائی گاڈ! ثریا کے منہ سے نکلا

بھائی یہ ہوتی ہے Clearity of thought بندے کو پتا ہو کہ گلے سے سر اور زبان سے مٹھاس بھرے بول کب نکلتے ہیں تو سوچ میں کس قدر گہرائی آجاتی ہے۔

یہ عجز ہی تو ہے جو انسان کو اپنے رب سے قریب کرتا ہے۔ اس کی مخلوق کے دل میں جگہ دیتا ہے۔ دنیا میں عزت اور کامیابی سے نوازتا ہے۔ دونوں بہن بھائیوں کی باتیں کسی آٹا پیسنے والی چکی کے پاٹوں جیسی تھی جو ایک ہی وقت میں گھوم کر ایک سا آٹا بناتے ہیں۔

احسن کے ابا کی آنکھوں تلے جھریاں پڑنے اور پھر بڑھنے لگیں تھیں جب وہ ایک روز اپنے ایک جاننے والے ڈاکٹر کے پاس جا بیٹھے ڈاکٹر صاحب میں ایک دکھ سے گھلا جاتا ہوں میری اولاد مجھ سے دلیلیں مانگتی ہے؛ مجھ سے دور بھاگتی ہے۔ میں نے اپنے کئی دوستوں سے مشورہ کیا محلے کے مولوی صاحب کو بتایا۔ میرا دکھ کوئی نہیں سمجھتا وہ میرے جیسے کیوں نہیں بن جاتے۔ وہ میری عینک سے کیوں نہیں دیکھتے۔ ڈاکٹر صاحب نے پوری داستان سنی تو بولے

تم باپ ہو کر خود نہیں سمجھے کوئی دوسرا کیسے سمجھ سکتا ہے۔ اپنے پیاروں کا عیب کوئی عیب تھوڑی ہوتا ہے۔ کوئی اپنی کمزوری کو بھی بھلا اچھالتا ہے۔ عجیب باپ ہو تم اپنی اولاد کے عیب جو اللہ جانے ہیں بھی یا نہیں تم جگہ جگہ یوں بیان کرتے پھرتے ہو جیسے کوئی اپنے لئے ہمدردی کے دو بول ڈھونڈتا ہو۔ دیکھو بابا! تم اونچی کرسی پر بیٹھ کر ان پر فیصلے مت لاگو کرو۔

ذرا ان کے ساتھ بیٹھو، کرسی کو کرسی سے جوڑو پھر دل کو دل سے جڑنے دو جیسے صوفہ صوفے کے ساتھ جڑتا ہے۔

دل جڑے گا تو محبت آئے گی۔ محبت آئے گی تو اطاعت اور خیر خواہی ساتھ لائے گی۔ کبھی بچوں کے سروں پر کوئی لوہے کے خول بھی چڑھا پایا ہے۔ تم کیسے ان کی سوچوں پر اپنے پہرے لگا سکتے ہو...... ذرا پہرے اٹھاؤ...... انہیں خود سے سانس لینے دو۔ خود سے سوچنے اور اچھے برے کا فیصلہ کرنے دو...... ان کی اپنی زندگی ہے خوشی سے جی لیں گے تو تمہاری عزت بھی کریں گے اور بات مانیں گے بھی ورنہ یہ چلتا پانی ہے، سو روک لگاؤ راستہ تو بنا ہی لیتا ہے۔

احسن کے ابا وہاں سے سیدھے گھر نہیں آئے۔ وہ ایسی باتوں کے عادی نہ تھے۔ ان کی نیکی جھکنا نہیں جانتی تھی۔ دینا نہیں جانتی تھی وہ صرف Demanding تھی۔ ہر لمحے تنقید کی تلوار لئے کسی ماہر مالی کی طرح ہر بیل بوٹے پر چلاتے رہنے کا مزہ الگ آتا تھا۔ انہیں لگتا تھا دفتر میں کیا افسر اور کیا ماتحت کوئی مخلص ہی نہیں کام میں دلچسپی ہی نہیں...... وہ صبح سے شام تک فائلوں سے سر نہ اٹھاتے۔ ان سے فارغ ہوتے تو کمپیوٹر میں گھس جاتے کوئی بات کرنے آجاتا یا پوچھنے بیٹھ جاتا تو یوں ڈانٹتے کہ کوئی دوبارہ ادھر کا رخ نہ کرتا۔ ان کا خیال تھا یہی نیکی ہے کہ میں صرف اپنا کام کروں اور اپنے آپ کو برحق ثابت کروں۔ کسی کو مشورہ دینا اس کی آسانی ڈھونڈنا اور مدد کرنا یہ تو اپنے کام سے ہی بددیانتی ہے۔ اس لئے وہ ایسے بددیانت لوگوں کا صبح شام جگہ جگہ ذکر کرتے دکھی ہوتے کہ ان کے خیالات کی پھوار سے لوگ کیوں نہیں بھیگتے۔ انہیں کون بتاتا کہ ان کے فوارے کے اکثر چھیدوں کو کب کا زنگ لگ چکا ہے۔ لوگ ان سے نکلے زنگ آلود پانی سے بچتے اور ڈرتے ہیں بلکہ ان کے الٹے سیدھے نام دھرتے ہیں۔

احسن کے ابا گھر پہنچے تو کسی باسی مولی کی طرح ٹھنڈے تھے ان کا دل خوشی، خاموشی، سناٹے اور تشویش سے بھرا ہوا تھا۔ ان کی خوشی سے چھپنے نہیں نکل رہے تھے۔ جانے وہ کس قدر مشکل سے اپنے آپ کو بدلنے کا فیصلہ کر کے آئے تھے۔ انہیں لگتا تھا کہ جونہی وہ یہ اعلان گھر میں کریں گے۔ کہ وہ اپنے بچوں کے لئے تھوڑی صوبائی خود مختاری دے رہے ہیں تو خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ تقسیم انعامات قسم کی ایک تقریب ہو گی جس میں ان کی دستار بندی ہوتی۔ دستار فضیلت سجائی جائے گی۔ نعرے لگیں گے مٹھائی تقسیم ہو گی اور ان کی دوررس سوچ اور بروقت فیصلے کی داد دی جائے گی۔ ان کی آواز سن کر دونوں بچے آئے تو ان کے دل کسی ڈری ہوئی فاختہ کے دل کی طرح تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ خوف جب سوچ اور دل پر دھند کی طرح چھا جائے تو محبت کبھی ہوتی روشنی کی طرح بند دروازوں کی درزوں اور دیواروں میں رہی دراڑوں سے نکل جاتی ہے۔ ایسے میں اطاعت بس وقتی اور خوف کے بوجھ سے دبی ہوئی ہوتی ہے۔ احسن کے ابا اپنے بچوں کا دل جیتنے کے لئے آتے ہوئے دو تین لوگوں سے پوچھ کر آئے تھے کہ ان دنوں بچوں کو کیا پسند ہے۔ اب جو احسن اور ثریا کو اپنے سامنے دیکھا تو وہ مسکرائے مگر یہ مسکراہٹ خود انہیں بھی اجنبی سی لگی۔

بچو! ہمارا ٹی وی تو کب سے بند پڑا ہے۔ کیوں ناں آج اسے جھاڑا پونچھا جائے۔ تمہیں خوشی تو ہو گی ناں، میں نے مشورہ کیا ہے کہ تم لوگوں کو کیبل کا کنکشن لے دیا جائے۔

کیوں؟ دونوں بچوں کے منہ سے نکلا

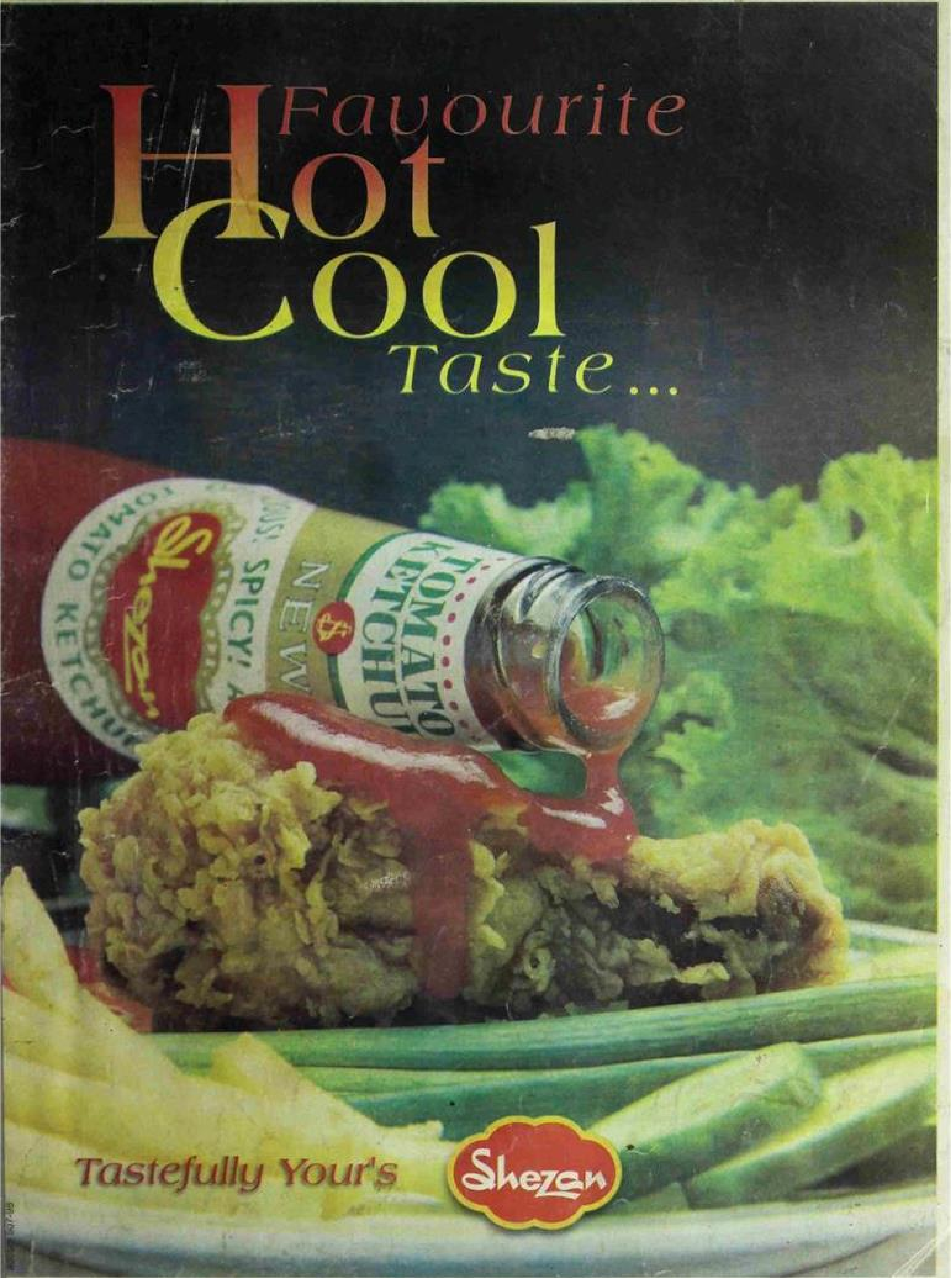

Favourite
Hot
Cool
Taste...
Tastefully Your's
Shezan